

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والمنة کہ جدید علم کلام کی کتاب نایاب کتاب مقبول خاص عام

یعنی

سائیں اور اسلام

جسکو

حسب الارشاد حضرت مولانا و مقتدا انجانب حاجی حافظ قاری مولوی شاہ

محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اللہ العالی بنابر افادہ اہل اسلام حضرت مولانا

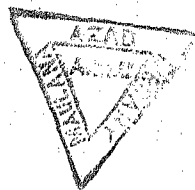
محمد اسحاق علی صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور نے علامہ حسین

دینوری علیہ السلام ایچسٹر ایلبی کی کتاب حمید یہ سے ترجمہ کیا

خاکسار امیر احمد تھانوی مینجر مطبع کی حسن سی اور استام سے

مطبع روزگار دارالحدیث

KRI



Ky p. 9.



000000
PV

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U23390

فہرست مضامین سائنس و اسلام

۲۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱	مثال سابق کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے رسالت اور ان حالات پر منطبق کرنا جو آپ کو لوگوں کے ساتھ پیش آئے	۱	اتماس ترجمہ
"	دعوی رسالت کی وقت آپ کی حالت	۵	پہلا فرقہ لوگوں کا شاہی خط بھیج کر اسکی سفارت کی تصدیق کرنا
۱۳	لوگوں کا اپنی عقل اور طریقہ استدلال کے اعتبار سے چھ حصے میں علیہ وسلم کے بارہ میں مختلف فرقوں پر تقسیم ہو جانا	"	دوسرا فرقہ شاہی مہر کو بھیج کر تصدیق کرنا
"	فصحا اور بلغا عرب کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اور اسکی حقانیت تسلیم کر لینا	۶	تیسرا فرقہ لوگوں کا بادشاہ کی الشاہ پر داری اور طرز تحریر اور سلطان خطابات کو بھیج کر تصدیق کرنا
۱۴	ایک فرقہ کا قرآن کے غیبات پر عقل ہونے اور مختلف آداب و اخلاق پر حاوی ہونے سے اسکی حقانیت پر استدلال	"	چوتھا فرقہ ایسے شخصے طلب کرنا جو بادشاہ کے سوا اور کسی کے پاس نہ پانچواں فرقہ گذشتہ سفیروں کے قول سے استدلال جو ایک سفیر کے آنے کی خبر دیکھے اور اسکی علامتیں بتلا گئے تھے چھٹا فرقہ اسکے بتلائے قوانین کو تمام رعایا کے لئے مفید اور نافع عام دیکھ کر استدلال
"	مضامین قرآن کی مختصر فہرست	"	ساتویں فرقہ کافی مدت تک انتظار کرنے کے بعد بھی بادشاہ کی جانب سے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہ دیکھ کر تصدیق کرنا
۱۵	تیسرا فرقہ جسے فصحا اور بلغا اور مضمون شناس فرقہ کی شہادت کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق کی اور نیز اس کو اسنے قبل قرار دیا کہ بہتر ہے فصحا اور بلغا باوجودیکہ مصیبت میں پڑے لیکن قرآن کا مثل نہ لائے۔	"	اٹھواں فرقہ گذشتہ فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کر دینا مستقل دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال کرنا
۱۶	قرآن کی حقانیت پر جاحز کا استدلال	"	نواں فرقہ جس کو دنیا میں مستغرق ہونے کی وجہ سے بادشاہ اور اسکے قوانین کی خبر نہ تھی تمام سابق الذکر فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کرنے سے متنبہ ہو کر اسکی سفارت کی تصدیق کرنا
۱۷	سجود شق القمر	۸	ایک فرقہ جس کو اس شخص کی سچائی کا پورا یقین تھا تاہم اسنے اپنی برائی اور ریاست کے رعب میں اگر اسکی سفارت کے اقرار کرنے سے عار کیا
"	آپ کی رسالت پر وراثت کا شہادت دینا	"	ایک متعصب فرقہ جس نے اندر دھند اور بلا دلیل کے اس شخص کی تکذیب کی اور شاہی انتقام کا مستحق ٹھہرا
"	سوسمار کا شہادت دینا	۹	مثال شریعت جہاد
"	ایک انگلیوں کی گہائیوں سے پانی کا جوش مارنا	"	مثال اہل ذرہ و جہنم
۱۹	پانچواں فرقہ جسے رسل سابقہ کی بتلائی ہوئی علامتوں سے استدلال کیا	۱۰	مثال منافقین
۲۸	کتب سابقہ کی وہ علامتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند کے بعد ظاہر ہوئیں	۱۱	"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	بسم اللہ اور آیات سورہ فاتحہ کے اشارات کی تفصیل اور آیتیں کے معنی	۳۱	اس زمانہ تک آپ کی شریعت اور امت کے حسن نظام کیساتھ ہر شے آپ کے صدق پر ایک عمدہ اور ایک نیا استدلال
۵۰	فاتحہ کے ساتھ غم سورہ کی حکمت	۳۳	چھٹا فرقہ جو اخلاق اور آداب کا خلا سفر تھا
۵۱	رکوع و قعود اور جو کلمات اس وقت شروع میں انکی حکمت	۳۴	رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی اور حسی
۵۱	سجدہ اور اس کے متعلقات کی حکمت	۳۵	اس فرقہ کے استدلال کا اجمالی بیان
۵۲	فقہہ ایضاً اور جن چیزوں پر وہ متفق ہیں سب کی حکمت	۳۶	شریعت کے عقائد فقہ پر مشتمل ہونے سے انکا استدلال
۵۲	نماز پنجگانہ کو ان کے خاص خاص اوقات میں ادا کرنے کے پہلے کی حکمت	۳۷	رسولوں کے بھیجے میں کیا حکمتیں
۵۳	سنن اور تراویح کی حکمت	۳۸	رسولوں کی کیا شان ہوتی ہے
۵۴	جماعت سے نماز پڑھنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونے کی حکمت	۳۹	شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کون سے اعمال قبیح ہیں ان سب کا بیان
۵۵	خطبہ کی حکمت	۴۰	شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو انکی حکمتیں ہیں اس فرقہ پر ظاہر ہوئیں انکا اجمالی بیان
۵۵	نماز کے فوائد اور جو لوگ اس سے جی پھرتے ہیں اور اسکے فوائد سے محروم رہتے ہیں انکی تہذیب اور رنگے واری تباہی مذہبوں کا مقول جواب	۴۱	نماز اسکے قواع اذان اقامت میں کیا حکمتیں ہیں اذان اقامت میں جو الفاظ ہیں ان سے کیا اشارہ مقصود ہے پھر سامعین انکا کیا جواب دیتے ہیں
۵۶	زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے عید یا زبان کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں	۴۲	نماز کے لئے طہارت کے مشروط ہونے کی حکمت
۵۷	روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد اور یہ کہ خدا سے ملنا انوں کو اسکے تحمل ہوئی کسی کچھ قوت دی ہے	۴۳	غسل وضو اور اعضا روزہ کو خاص ترتیب سے ہونے اور سج کرنے کی حکمتیں اور تیمم کا بیان
۵۸	روزہ کے نہ رکھنے والوں کی تہدید اور روزہ کے فوائد حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اسکے فوائد	۴۴	ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو یہ نسبت مرد کے زیادہ ہر ان چھپانے کا حکم ہونا
۵۹	اسماہات کا بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی جنگ و پنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ بڑا کرتے ہیں بہت کچھ رعایت نظر رکھی گئی ہے اور احرام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں	۴۵	نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت اور نیز اس کا بیان کہ اس منہ کرنے سے مقصود خدا ہی کی عبادت ہوتی ہے نہ کعبہ کی
۶۰	کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام بین اللہ رکھے جانے کی حکمت اور نیز مختلف احرام اور قبول حجر کی حکمت	۴۶	نماز کے تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت اچھے اڑھانے کی حکمت
۶۱		۴۷	سجنا کا اہم الخ اور غزوہ بدر کے شروع نماز میں پہننے کی حکمت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۹	شریعت کا سیاست بدن کے لئے قواعد پر مشتمل ہونا اور نیز اسکی بحث کہ رسول اللہ صلیم کے احکام کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ انکا نفع عام ہے	۶۲	اعمال حج کے تبدیلی ہونے کے سنے اور نیز یہ کہ مجوسیت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اللہ صلیم کے اشرف اوصاف میں شریعت شمار ہوتی ہے اسکا مطلب
۶۹	اس فرقہ کے لئے جو مال شہیت میں سے قبل قسمت صفی کے لئے لینے اور اسکے فقہار کو یہ سنی کی حکمت ظاہر ہوئی اس کا بیان اور نیز یہ امر کہ اپنے اپنی ذہانت کے بعد کیوں اپنا وارث نہیں بنایا اور نہ کسی کے لئے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسلمانوں کی سلفی پر چھوڑ دیا۔	۶۳	واحدی یعنی میں اتنے احرام کو ہونے ایام عید کے وہاں گذار کی حکمت اور اسباب کا بیان کہ یہ سب کچھ بمنزلہ خداوندی دریافت کیے ہیں۔
۶۹	رسول اللہ صلیم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات مد نظر رکھی۔	۶۴	مقداروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو قوانین شریعت میں ہیں ان پر اس فرقہ کا مطلع ہو کر انکو اسلئے درجہ کا پانا
۶۹	تقدیر ازواج اور انکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلیم کے لئے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونے کا راز اور شریعت کے لئے چار سے زیادہ ہی نوٹیاں رکھنے کی اجازت کی عام امت کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔	۶۵	تو انہیں ازواج اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا اور ہر ہفتہ نفقات کے لئے دفع کر سنے کے لئے طلاق جائز ہونا وغیرہ عورتوں کے پردے میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکے حق میں ظلم نہیں بلکہ پرہیزگاروں سے انکی حفاظت کا ذریعہ عورتوں کی بے پردگی اور انکے اجنبی سروں سے میل جول کر سنے کی غریبیاں
۶۹	تقدیر ازواج کی حکمت	۶۶	تو انہیں احکامات بیچ اجارہ وغیرہ کا شریعت محمدی میں نہایت مدلل کیے ہوئے ہونا جس سے تنازعات کا بہت کچھ افساد دور ہو سکتا ہے۔
۶۹	چار شاہیوں کی اجازت کی حکمت	۶۷	حدود و قصاص وغیرہ کی حکمت
۶۹	چودا اضافہ نہ کر سکے آئے متعدد شاہیوں کی اجازت نہیں	۶۸	حد سرقہ اور اسکی حکمت
۶۹	سیرت بنانے کی حکمت	۶۹	حرم محمدی کی حکمت
۶۹	رسول اللہ صلیم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اسکی حکمت	۷۰	جملہ غیر محمدی اور انکے سے ہونے کی حکمت
۶۹	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور ہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ سے اور عقل نہیں ہوئے	۷۱	حد شریعت اور انکے اسی ہونے کی حکمت
۷۰	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور ہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ سے اور عقل نہیں ہوئے	۷۲	حد قذف اور انکے اسی ہونے کی حکمت
۷۱	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور ہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ سے اور عقل نہیں ہوئے	۷۳	شریعت محمدیہ شریعت سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اسے انسان کی ہر حالت کے مناسب آداب و قوانین مقرر کر دیا
۷۱	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور ہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ سے اور عقل نہیں ہوئے	۷۴	انسان کی ہر حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و احکام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۲	صحیح سبب قرار دیا		بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں ان کے
	اس فرقہ کا اس امر کو جانکر کہ ہم تمام چیزوں سے پورے		اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق ہیں
	پورے واقف نہیں اپنے ہی کو سمجھا اور اس بات کا قائل ہونا		اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا قواعد ناقص ہیں یا
۸۵	کہ اور حقایق ہی وجود ہو سکتی ہیں چٹکا پتہ ہمیں اب تک نہیں		اسی شریعت سے خود ہیں اور کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ
	لگا ہے		کوئی معینہ قاعدہ ایسا نہیں کہ اور کہیں ہو اور شریعت اس سے
	اس فرقہ کا اپنے اس دعوے پر قائم نہ رہ سکتا کہ ہم بغیر چٹکا	۷۵	خال ہو
	ٹکسہ کے اور ان کے ہونے کی چیز کو نہیں لسنے اور حقایق		جسے ظاہر عام کے قوانین حاصل کرنا مقصود ہو اس پر عمل
	کے دریافت کرنے سے اپنے ناصر ہونے کا اعتراف کرنا		شریعت کو اس امر کی تکلیف دینا چاہیے
	اور نیز یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا		ہو مسلمان قواعد شریعت کی پابندی نہیں کرتے انکی حالت
۸۶	محض تخمینی بات ہے	۷۶	سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے
	اس فرقہ کا اندیشہ تاکہ ہونا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ		فاسق کی مثال
	وسلم کا دعوے بچاری ہو اور پھر اپنی براہنجاری سے خوف		ان لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علماء دین شمار کرتے
	کر کے اس بات کا قطع فیصلہ کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم		ہیں اور انکی حالت غراب ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی
۸۷	دعوے کی اچھی طرح جانچ کرنا ہی ٹھیک ہے۔	۷۷	ہے اور علماء آخرت و علماء سور میں فرق
	شریعت محمدیہ کے عقائد پر ان کا مطلع ہونا جن سے بعض	۷۸	علماء سور
	انہیں اپنے علوم کے مخالف معلوم ہوئے ہیں اور جنکی وجہ		عالموں کی صورت بنا کر کہانے کہانے والوں کے فریب
	سے قریب تھے کہ شریعت کے حال سے بحث کرنا چھوڑ		سے بچنا
۸۹	لیکن انہیں بحث کرنے کے بارے میں اپنا قطعی فیصلہ لایا		جہاں صوفیوں کی مذمت
	اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لئے ایک	۷۹	سچے صوفیوں کے حالات
۹۱	شریعت داں عالم پر اعتماد کرنا کہ حق بات ظاہر ہو جائے		ساتویں فرقہ کا فرق سابقہ کے بالاتفاق رسول اللہ صلی
	اس عالم کا خلا سلفہ جدید کے نہر کا خلا دریافت کرنا اور انکا بیان کرنا		کی تصدیق کرنے سے آپ کے صدق پر استدلال
	سماوات و ارضیات حیات مختل انسان وغیرہ کے بارے میں		انہوں اس سائنس نگار اور مادہ کا قدیم اسنے والا دہریہ فرقہ (زنا
۹۲	خلا سلفہ جدید کا خیال		کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور قریب
	محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لئے تمہید	۸۱	تفصیلی گفتگو کی گئی ہے)
۹۳	بیان کرنا		اس فرقہ کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث
	ابطال مذہب خلا سلفی تمہید		کرنے کا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے ایسی تفتیش کے بعد
	ابطال مذہب خلا سلفہ کیلئے ان کے مسلمات تین تینوں کو ناپا اور	۹۵	تمام لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے کا کیا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۷	مطلق ہو سکتا ہے۔	۹۸	حدوث مادہ کی اول دلیل منطقی ہیئت پر
۱۰۸	خدا کے ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا	۹۹	حدوث مادہ کی دوسری دلیل
۱۰۹	خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گزشتہ یا آئندہ	۱۰۰	حدوث مادہ کی تیسری دلیل ثانی منطقی ہیئت میں
۱۰۹	اثبات قضا و قدر اور ان کے معنی کی توضیح	۱۰۱	دلیل اثبات آگہ کے تقدرات میں سے احتمال ترجیح بلا مرجح کی توضیح
۱۱۰	انبیاء اور اولیاء کی پیشین گوئی کی حقیقت	۱۰۱	اثبات آگہ
۱۱۰	خدا زندہ ہے	۱۰۲	ابطال دور
۱۱۱	خدا مادہ کے تمام خواص سے بہرہ ور ہے	۱۰۲	دور معیت جائز ہے
۱۱۱	خدا اسکان اور محل کا محتاج نہیں	۱۰۳	ابطال تسلسل
۱۱۱	خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل	۱۰۳	ابطال تسلسل کے مقدمات کا بیان
۱۱۱	خدا موجود کا محتاج نہیں	۱۰۳	برہان تطبیق سے تسلسل کا ابطال ثابت کرنا
۱۱۱	صفات حلاوتی اور صفات النوع مادہ میں محض یہی مشارکت ہے	۱۰۴	برہان علمی سے ابطال تسلسل کا ثبوت
۱۱۱	خلا سلفہ جدید کے مقابل میں وحدانیت کی دلیل بیان کرنا کی حاجت نہیں	۱۰۴	خدا کا قدیم لذت ہونا
۱۱۱	سلمانوں کے عقیدہ سے بلا دلیل نہیں بلکہ یقینی دلیل پر مبنی ہیں لہذا وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے۔	۱۰۵	خدا کا مرید اور محتاج ہونا
۱۱۱	وحدانیت کے سرفروں کے لئے بھی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے۔	۱۰۵	خدا کے لئے کمال علم و قدرت ثابت کرنا
۱۱۱	قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور فاعلی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں	۱۰۶	گہری کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزاء مادہ کو انواع کے بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے۔
۱۱۲	وحدانیت کی عقلی دلیل	۱۰۶	اہل سائنس کو یہ بتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ کے کچھ نہیں مانتے نہیں رہ سکتے اور اسکے چھوڑنے کی شہادتیں پیش کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلال کے بغیر مانے نہیں رہ سکتے
۱۱۳	دلیل تعلق کی ایسی تقریر جس سے اس کا قطعی دلیل ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔	۱۰۷	خدا کے ثابت ہوجانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدائش کے لئے کسی دوسرے موجد کی ضرورت نہیں
۱۱۳	خدا کے لئے سوائے صفات مذکورہ بالا کے دیگر صفات کا لکھنے کے اثبات کی تنہید	۱۰۷	آریہ خانی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیقی عالم کے بارہ میں محض یہ ہے
۱۱۳		۱۰۷	خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان میں ہر ایک کن کن اشیاء کے ساتھ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۴	انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا	۱۲۳	ثابت ہو چکا ہے) خاف کر سکتا ہے اور غرق عاوت کا وقوع بعض مخصوص حالتوں میں ہوتا ہے جیسے کسی نئی کا مجرہ یا کسی ولی کی کراست
۱۱۵	انسان جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ حقیقت میں مقرر کردہ قوانین قدرت کو مسطہ کرتا ہے اور اس سے کام لیتا ہے خود مستقل طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔	۱۲۴	علم ہیئت کی پچھپ بحث اور عالم کو کتب خدا کی عظمت و قدرت پر استدلال
۱۱۶	کوئی شے اپنے مثل یا اپنے مثل المل کو نہیں بنا سکتی اور اس کا ثبوت کہ خدا کی تمام صفات کامل ہیں	۱۲۵	علم کائنات جو عینے بادل ہوا وغیرہ کی پچھپ بحث اور عالم کائنات جو سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال
۱۱۷	خدا کا سمیع بصیر مستقل وغیرہ ہونا اور ان کے معنی کی تشریح اور خدا کے اور خواصات کے صفات کے مابین کیا فرق ہے	۱۲۶	روشنی کی حقیقت وغیرہ اور اس کے خواص پھر اسکی تفسیر پر اعتراضات جس سے اہل سائنس کو مجبوراً کھسی فاضل مختار خدا کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔
۱۱۸	خدا کے لئے شریعت محمدیہ نے کچھ ایسے صفات بھی بتلائے ہیں جن کا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا	۱۲۷	زمین کے جغرافیہ طبیعی کی پچھپ بحث
۱۱۹	صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم	۱۲۸	سمندر کے حالات اور اس سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال
۱۲۰	خدا کے اسماء توصیفی ہیں اور اللہ علم ذات ہے	۱۲۹	پہاڑوں کا پچھپ بیان اور قدرت خدا کا اظہار
۱۲۱	شریعت محمدیہ نے خدا کی عظمت اور اس کے صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی قطعی اور اطمینان بخش ثبوت قسم کی دلیلوں سے استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا ہے	۱۳۰	سہاروں اور داروں کی کیفیت
۱۲۲	آثار خداوندی سے خداوندی صفات پر استدلال کرنے کے لئے مقدمہ بیان کرنا چاہیے تاہم کہ اوہ کی عام اور خاص صفات کی نسبت مسلمان کچھ اعتقیدہ رکھتے ہیں اور اہل سائنس کے ساتھ کس میں موافق یا مخالفت ہیں اور کیوں	۱۳۱	جاوا کے داوی موت کا بیان
۱۲۳	ہر قسم کی کشش عام اور کشش اتصال اور ماحصل پر ایک مستقائد بحث	۱۳۲	کوہ اور غاروں کا بیان
۱۲۴	قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا اور کچھ حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے موجود ہونا	۱۳۳	زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں
۱۲۵	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا	۱۳۴	زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں
۱۲۶		۱۳۵	معاون کا بیان اور خداوندی قدرت کا اظہار
۱۲۷		۱۳۶	مقتناطیس کے خواص اور اہل سائنس نے جو انکی وجہ بیان کی ہے اس پر چار نہایت سخت اشکال وارز کے ان کا ناقابل تسلیم کرنا اور خدا کی عظمت اور قدرت پر نہایت افح استدلال
۱۲۸		۱۳۷	علم نباتات کی سید قدر تفصیلی اور نہایت پچھپ بحث اور نباتی دنیا سے خدا کے صفات کمالیہ پر نہایت واضح استدلال
۱۲۹		۱۳۸	شکاری نباتات کا ذکر
۱۳۰		۱۳۹	ہوائی نباتات کا ذکر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	انسانی شکل رکھنے والی نبات	۱۳۴	انسانی شکل رکھنے والی نبات
۱۳۹	چڑیا کی صورت رکھنے والی نبات کا تعجب خیز بیان جس کا مصنف حمید نے خود مشاہدہ کیا	۱۳۵	حساس اور متحرک نبات
۱۵۱	دیکھنے کی کیفیت کی تشریح	۱۳۵	بنانی چھڑی یعنی ایک نبات کا ذکر جس کی پتیاں ہر منٹ میں ساٹھ حرکت کرتی ہیں
۱۵۲	دیکھنے میں خطا ریزی کیونکر واقعہ گئی	۱۳۶	سورج کبھی کا عجیب و غریب پہول
۱۵۳	روشنی کے خواص کے موافق چھ چیزیں انہی نظر آتی ہیں	۱۳۸	ان نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں
۱۵۴	اشیاء کے سیدی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ	۱۳۸	بنانی دنیائے خدا کے صفات کمالیہ پر استدلال
	آنکھ اور دیکھنے کی کیفیت سے خدا پر استدلال اور یہ کہ دماغ کے ادراک کی نیکی حقیقت کے بیان کرنے سے اہل سائنس عاجز ہیں اور مادہ یا اُس کی خطرناکی کثرت وغیرہ کا انتظام درویش کے لئے محض ناکافی ہوتا	۱۳۹	روٹی کا درخت
۱۵۵	مڑگان اور ابرو سے کیا فائدہ ہے	۱۳۹	دودھ کا درخت
	قنات و مہیہ کے بننے کے لئے مادہ کی عیر ارادی حرکت	۱۴۰	بالائی کا درخت
۱۵۶	وغیرہ کافی نہیں اور پھر خدا پر استدلال	۱۴۰	علم نباتات کے جلنے والے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں
۱۵۷	بنیائی کے اجمالی طور پر منافع	۱۴۱	علم حیوانات کا بیان اور حیوانی عجائب و غرائب سے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال
	محض خدا کے رویت پیدا کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے اور بصر کے متعلق تمام قوانین قدرت عادی شرائط میں کوئی قانون موثر بالذات نہیں اور اُس کے ثبوت میں ایک امر پکا کے واقعہ کا ذکر	۱۴۲	جو حیوانات خوردبین سے نظر آتے ہیں ان کا بیان
۱۵۸	جسم حیوانی جن اعضاء پر مشتمل ہے اور جو اُس کے افعال میں اُن کا اجمالی بیان اور خدا کی حکمت کا اظہار	۱۴۲	جانوروں کی عمروں کے اختلاف اور والد و تناسل کی تشریح
	علوم کائنات جلنے والے خدا کے وجود پر دیکھے ذی قدرت ذی حکمت ہونے پر اس طرح اور اوصاف پر استدلال	۱۴۳	پچھلے کے منقش ہو جانے کی عجیب وجہ
۱۵۹	کاجوں میں جنہیں کہ سائنس و طبیعیات وغیرہ علوم کائنات پڑھنے والے جانتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد بھائے قوت ایمان کے فاسد کیوں ہوتے ہیں اور اوسکی اصلاح کی کیا تدبیر ہے	۱۴۴	ہیڈرا جانور کا ذکر جو کڑا دلنے کے بعد بھی نہیں مرتا بلکہ اُس کے ٹکڑے پورے جانور بن جاتے ہیں
۱۶۰		۱۴۵	ساری بحث گذشتہ کا خلاصہ یعنی خدا پر کوئی قانون حاکم نہیں وہ فاعل مختار ہے
		۱۴۶	انسانی اور فرما بوجی یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق حواس خمسہ میں سے آنکھ کی تشریح اور پھر خداوندی حکمت اور قدرت پر استدلال

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۶	اہل سائنس کی مثال معتزلہ کی سی ہے	۱۶۲	قانون قدرت کے معنی ایک مثال میں سمجھانا
۱۷۷	اسلامی عالم کا اہل سائنس کے مذہب میں سے چار مسئلوں کو ان پر گفتگو کرنے کے لئے انتخاب کرنا	۱۶۳	روح حیات عقل وغیرہ کے مباحث میں خالق کائنات کے وجود نہایت ہی قوی دلائل موجود ہیں اور ان کی عقل انکی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہے اور اسکا راز
۱۷۸	۱۶۴	اہل سائنس کو اس بات سے متنبہ کرنا کہ انکے عقائد کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہے
۱۷۹	۱۶۵	اہل اسلام اور اہل سائنس کی حالت کو ایسے دو شخصوں کی مثال فرض کر کے دکھانا جو ایک قصہ میں داخل ہوئے
۱۸۰	۱۶۶	ہر ایک نے جداگانہ مانے قائم کی
۱۸۱	۱۶۷	فات خداوندی تمام عالم کو اس کا عدم محض سے پیدا کرنا اور اسکی مخلوقات میں اس کا حکم جاری ہونا وغیرہ جو امور پہلے ثابت کئے گئے اہل سائنس کے اوپر اعتراضات اور انکے معقول جوابات
۱۸۲	۱۶۸	اہل سائنس کی کتب میں کثرت ایسی شکیار کے مذکور ہیں سے جن کی حقیقت نامعلوم ہے انکے اور انکی حقیقت سے قاصر و عاجز ہونے پر استدلال
۱۸۳	۱۶۹	اہل سائنس کا بارہ کی حقیقت کافی طور پر نہ جہلا سکتا اور نیز جو اس قسم سے ادراک کر رہی جو حقیقت ہے اس سے ناواقف ہونا
۱۸۴	۱۷۰	حیات اور عقل کی حقیقت سمجھنے سے اہل سائنس کا عاجز ہونا
۱۸۵	۱۷۱	روحانی کے قوانین کے موافق ہوا شکیار محسوس نظر آنی چاہئیں لیکن پھر بھی سیدھی دکھائی دیتی ہیں اور اسکی کوئی قطعی وجہ اہل سائنس نہیں بیان کر سکتے
۱۸۶	۱۷۲	یہ کہنا غلط ہے کہ ایمان علم نہیں ہے کیونکہ ایمان تو علم کے اعلیٰ درجہ (یقین) کا نام ہے
۱۸۷	۱۷۳	خدا کی عظمت کے مقابل میں انسان کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ہمارے مقابل میں خود زمین سے بانی میں نظر آجائی
۱۸۸	۱۷۴
۱۸۹	۱۷۵
۱۹۰	۱۷۶
۱۹۱	۱۷۷
۱۹۲	۱۷۸
۱۹۳	۱۷۹
۱۹۴	۱۸۰
۱۹۵	۱۸۱
۱۹۶	۱۸۲
۱۹۷	۱۸۳
۱۹۸	۱۸۴
۱۹۹	۱۸۵
۲۰۰	۱۸۶

۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۲	قانون انتخاب طبعی سے مذہب نشو لازمی نتیجہ نہیں نکلتا		اہل سائنس اگر اسلامی دین کے مقصد پر جائیں تو وہ عالم کے بیدار ہونے کی کیفیت اپنے خیال کے موافق اسلامی طریقہ بھی بیان کر سکتے ہیں اگرچہ وہ صرف بعض علماء ہی کے قول کے موافق ہو اور تاہم کبھی انکی ریخات کے لئے کافی ہو
	انسان کا ہندسہ ترقی کر کے ہجما ایک پھر خیال ہے کہ اس کے خلاف ایک عقلی دلیل موجود ہے	۱۸۵	ان نصوص کا بیان جن سے نظائر ترقی انسان کا طریق خلق کے مستقل طور پر پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل اسلام کو ان نصوص کی تاویل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ طبعی نشو و نما کے لائق قائم ہو جائیں
۲۰۴	حیات اور عقل کے بارے میں شریعت میں جو وارد ہوئے		اگر اہل سائنس اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس طریق نشو و نما کے لائق قائم ہو جائے تو نصوص مذکورہ کو طبعی نشو و نما کے منطقی کر سکتے ہیں اگرچہ اس مقام کے بارے میں جہاں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور جہاں کہ وہ صبح اپنی زوجہ کے رستہ علماء اسلام میں سے بعض کے قول پر اعتماد کر لیں جب بھی اسلامی دین سے خارج نہ ہوں گے
۲۰۵	عقل کی تقسیم غریبی اور عقل کی سبب کی طرف	۱۸۹	طبعی دلیلوں کی وجہ سے نصوص شرعیہ میں تاویل جائز نہیں اور نہ دین کر سبب ہو جائیگا
	ان باقی شرعی مسائل کا بیان جن سے اہل سائنس انکار کرتے ہیں۔ یعنی آسمان۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم وغیرہ حالانکہ عقل اور تحقیقات فکری کے خلاف نہیں اور مسلمان ان کو کیوں ماننے پر فرشتوں اور جنوں کا موجود ہونا اور ان کا شکل بدل لینے پر قادر ہونا اور نظر نہ کرنا عقل کے خلاف نہیں اور طبعیات میں سے اس کے نظائر پیش کرنا	۱۹۱	جو دلائل اہل سائنس نے طبعی نشو و نما پر قائم کی ہیں وہ طبعی ہیں اور ان کی مشہور دلیلوں کا بیان کر کے ان کی شفافیت جانچ
۲۰۶	روح کا موجود ہونا قیامت کا قائم ہونا جنت و دوزخ میں داخل ہونا وغیرہ عقل کے خلاف نہیں	۱۹۲	ان کے رجحان کی نوع کی جانب ترقی کرنا چار قدرتی قوانین کے موافق ہے اور ان کا بیان بعض حیوانات میں اعضا کے غیر مکمل نشانات پائے جاتے
۲۰۹	تمام عالم کے فنا ہو جانے کے متعلق ایک مضمون	۱۹۳	سے طریقہ نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اس کی نسبت مسلمان کیا اعتقاد کرتے ہیں اور ان اعتراضات کا جواب جو حفاظ وارد کرتے ہیں	۱۹۴	علم حیالوجی سے یہی طریق نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
۲۱۱	انسان کے دو قسم کے اجزا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ و فضلیہ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کی اس بنا پر توجیہ	۱۹۵	چاروں قوانین قدرت طریق خلق پر بھی متعلق ہو سکتے ہیں اور نیز باہم تباہات کے پیدا کئے جانے کی حکمت
۲۱۳	انام رازی کا اسبالت پر استدلال کہ انسان بدن کا نام نہیں کچھ اور شے ہے اور اس کا مقرر قلب ہے	۱۹۶	قانون تباہی کا ایک شفاف رجحان اور مذہب نشو کا اپنی ہی ہو سکتا
۲۱۵	جس آیت میں اولاد آدم سے عہد لینے کا ذکر ہے اور اسکی تفسیر و توجیہ اور علم فزیالوجی وغیرہ کے موافق ہو سکتا	۱۹۷	
۲۱۸	ثبوت	۱۹۸	
		۲۰۰	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۰	اس بات کا بیان کہ مؤلف محمدیہ سے بعض اوقات کوہ سکتے ہوئے سنا ہے کہ امریکہ کا وجود اسلامی دین کے موافق نہیں بنا جاسکتا کیونکہ اس سے زمین کی گردیت لازم آتی ہے۔ اور اس بات کا بیان کہ زمین کی گردیت بلا مخالفت اسلامی دین کے مانی جاسکتی ہے	۲۲۰	اہل سائنس کے علوم کے موافق بحث اور نشر کی تقریر اور علم فزیکس کی جہازات اس کا قریب القرب ثابت کرنا روح کی مثال مقناطیس کی سی ہے جب کسی بدن سے متعلق ہوتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مقناطیس جب فرار سے متصل ہوتا ہے تو اس میں بھی قوت کششی آجاتی ہے
۲۲۱	اہل سائنس کو اسلامی دین کی حقانیت پر اطمینان ہو جانا اور انکا اسلام قبول کر لینا	۲۲۱	خلاصہ اس تقریر کا جو انسان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں مذکور ہوئی
۲۲۲	اس فرقہ کا ذکر جس کو مادہ وجود کے دلائل کی وجہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا پھر بھی اسے اپنی کسر شان سمجھ کر اسلام کا اقرار کرنے سے عار کیا۔ اور پھر تمام فرقوں فرقوں کے دلائل میں اس کا شبہ نکالنا اور ان فرقوں کا جواب دینا	۲۲۲	بحث و نشر وغیرہ کا اجمالی اعتقاد چند کہ خصوصاً سے معلوم ہوتا ہے نجات کے لئے کافی ہے اور تفصیل محض اس غرض سے کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان امور کو محال نہ سمجھیں اور جو شہادت الہیہ پیدا ہو سکتے تھے دفع ہو جائیں
۲۲۳	اس فرقہ پر جسے قرآن کے مقابلہ سے عاجز آکر محمد صلی علیہ وسلم کے رسول ہونے کی تصدیق کی تھی ان کا شبہات وارو کرنا اور اس فرقہ کا جواب دینا	۲۲۳	بحث و نشر کے واقع ہونے پر عقلی دلائل جو ہر مصلحت کے لئے اطمینان بخش ہیں
۲۲۴	ان کا اس فرقہ پر شبہ وارو کرنا جسے قرآن کو صفات صلی پر مشعل پاکر شریعت کے منتظم اور باقاعدہ ہونے کی وجہ سے تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور حضرت کے اٹھنے والے کا ثبوت اور حضرت کو کسی دوسرے سے سیکھ لینے کی تہمت لگائی جاتی ہے اسکو دفع کرنا	۲۲۴	قیامت کی اول دلیل قیامت کی دوسری دلیل مشترکی تیسری دلیل مشترکی چوتھی دلیل مشترکی پانچویں دلیل
۲۲۵	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارو کرنا جسے سابق کے تینوں فرقوں کی حالت دیکھ کر تصدیق کر لی تھی اور اس فرقہ کا انکو جواب دینا	۲۲۵	اس بات کا بیان کہ انکار بحث کے بارہ میں اہل سائنس کا خیال اتنا بڑا شر ہے کہ جسکے برابر کوئی دوسرا شر نہیں آسمان سے پانی نازل ہونے کا مسئلہ اور قوانین عقلی پر اوسکی تطبیق
۲۲۶	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارو کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا۔ اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے اجمال کو رد کرنا	۲۲۶	اہل سائنس کی جگہ جو شرعی امور کو عقلی قواعد کے خلاف معلوم ہوں وہ علماء و ائمہ کا پریش کر کے انکی توجیہ دینا کہیں اور نادانوں سے بچتے نہیں
۲۲۷	۲۲۷	۲۲۷	۲۲۷
۲۲۸	۲۲۸	۲۲۸	۲۲۸
۲۲۹	۲۲۹	۲۲۹	۲۲۹
۲۳۰	۲۳۰	۲۳۰	۲۳۰
۲۳۱	۲۳۱	۲۳۱	۲۳۱
۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲
۲۳۳	۲۳۳	۲۳۳	۲۳۳
۲۳۴	۲۳۴	۲۳۴	۲۳۴
۲۳۵	۲۳۵	۲۳۵	۲۳۵
۲۳۶	۲۳۶	۲۳۶	۲۳۶
۲۳۷	۲۳۷	۲۳۷	۲۳۷
۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸
۲۳۹	۲۳۹	۲۳۹	۲۳۹
۲۴۰	۲۴۰	۲۴۰	۲۴۰
۲۴۱	۲۴۱	۲۴۱	۲۴۱
۲۴۲	۲۴۲	۲۴۲	۲۴۲
۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳
۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶
۲۴۷	۲۴۷	۲۴۷	۲۴۷
۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
۲۵۰	۲۵۰	۲۵۰	۲۵۰

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۲	اور اس بات کا ثبوت کہ جہاں سے پہلے ہی بکثرت لوگ اسلام لا چکے تھے	۲۴۳	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وار کرنا جسے انبیا سابقین اور کتب سابقہ کی تہدائی ہوئی کے آپ پر مطبق ہو جانے سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا اور اس فرقہ انکو جواب دینا
۲۵۶	بعض لوگوں کا غلامی کو ذرا سمجھنا اور اسکا رد و شریعت میں جس غلامی کی اجازت ہے وہ حق ہے بلکہ کبھی غلام کے لئے نفع کا باعث ہوتی ہے اور غلام کے مولے پر حقوق شریعت کی وصیتیں جو غلام کے ساتھ سلوک کر سکتے اور گدراں میں مساوات کے لحاظ رکھنے کے بارہ میں کی گئی ہیں اور آزاد کر سکتے کی ترغیب اور آزادی کے وسائل جو شریعت نے مقرر کئے اور نیز غلام کا اپنے مولے کے ساتھ نسب کی طرح رشتہ قائم ہو جانا وغیرہ	۲۴۴	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وار کرنا جسے اولہ سابقہ کے آپ کے صدق پر متفق ہو جانے سے استدلال کیا اور اس فرقہ کا انکو جواب دینا اور نیز اس امر کا بیان کہ مجموعہ کا حکم اپنے افراد کے علاوہ ایک خاص حکم ہی ہوتا ہے
۲۵۸	وہ ذرا بچہ شریعت نے غلاموں کی آزادی کے لئے مشروع کئے ہیں۔	۲۴۵	پہر ان لوگوں کا اہل سائنس اور مادہ کے قدیم اسنے ملے فرقہ پر شہادت وار کرنا جسے بڑی بحث و تدقیق کے بعد آپ کی تصدیق کی تھی اور پہر اس فرقہ کا انکو جواب دینا
۲۶۰	غلاموں کو بدولت غلامی کے بسا اوقات اس قدر نعمت مل جاتی ہے جو بلا غلامی نہ مل سکتی تھی۔ اور اہل اسلام کے غلاموں کے ساتھ سلوک	۲۴۶	ایک محض نا سچہ فرقہ کا بیان جسے دلائل کا کچھ خیال نہ کیا اور ہر ایک مذہب کرتار اور اس فرقہ کا معذور نہ ہونا جیسا کہ وہ شخص معذور نہیں سمجھا جائیگا جو شرعی احکام سے غفلت کرے
۲۶۲	غلاموں کے ساتھ بعض لوگوں کے سنگدلی سے پیش آنے کی وجہ سے شریعت پر اعتراض اور اس کا جواب اور اس طریق کا نا درالوجود ہونا اور نیز یہ کہ غیر مالک میں غلاموں پر زیادہ سطحی کی جاتی ہے چنکا اسلامی مالک میں نشان بھی نہیں	۲۴۸	اس پست خیال فرقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا نصیحت کرتے رہنا اور انکے لئے دلائل قائم کیا کرنا اور پہر انکے لڑایت پر آنے سے مایوس ہو جانا اور ان کی ایذا رسائی سے تنگ آئے کے بعد جہاد کا مشروع کیا جانا اور اسکا ثبوت کہ شریعت محمدیہ کا جہاد سرسرا نصاب اور آسانوں پر مبنی ہے جو شرائع سابقہ میں نہ تھیں
۲۶۳	عہد عتیق و عہد جدید کی انصوص سے خلاصی کا ثبوت	۲۴۹	طحاکی عادت سے کہ گنہگاروں اور کفار کو بغیر رض رکھنا اور انکو دنیا اور آخرت میں مختلف سزائیں دینا ہے تو پہر جہاد کے مشروع ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں
۲۶۵	شریعت کا اہل نہ کے ساتھ معاملہ اور ان رعایتوں کا بیان جو انکے ساتھ کی جاتی ہیں	۲۵۳	بعضوں کا کہنا کہ اسلام تلوار سے قائم ہوا ہے اسکا
۲۶۶	جو لوگ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے انکا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور انکی قسمیں اور علامات		
۲۶۷	دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالبقار کی جانب انتقال فرمانا اور اسکی حکمت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۸	بعض ناواقفوں کا جو نام کے علماء میں یہ کہنا کہ صرف قرآن کو لینا ہمارے لئے بہتر ہے اور احادیث کے ساتھ شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے اس شبہ کا رد	۲۶۸	خاصہ اس بات کے بیان میں کہ اسلام کا اخذ قرآن وحدیث اور اجماع است اور اجتہاد ہے اور اجتہاد مطلق کی شرطیں
۲۶۸	اس شبہ کا رد	۲۷۱	دین اسلام کا فروغ کے اعتبار سے مختلف مذاہب کا ہونا اور سوائے چار مذہب کے اور مذاہب کا باقی نہ رہنا اور یہ کہ آپس میں مسلمان ان چاروں مذہب والوں کو حق پر سمجھتے ہیں
۲۸۳	اس بات پر تنبیہ کہ ناظرین رسالہ ہذا کو اگر کوئی امر بادی میں قلعہ معلوم ہوتا ہو تو اسکی تخیل میں محنت نہ کریں بلکہ سیاق و سباق اور نیز اس امر کو دیکھ لیں کہ یہ رسالہ کیوں لکھا گیا ہے اور کون کتاب کا اپنے عقائد کی تصحیح	۲۸۳	علماء احنفیہ کا چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سدود ہونے کا قائل ہو جانا اور اس قول کے صحیح اور جلیں حکمت ہونے کا ثبوت
۲۸۶	ترجمہ خاتمہ کتاب تصنیف علامہ	۲۸۳	علامہ ابن السراج کے کلام کو چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سدود ہو جانے کی تائید میں نقل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اقرون نشئہ کی فضیلت ثابت ہونا
۱۹۵	خاتمہ از مترجم	۲۸۵	تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد الخاتم خاں صاحب مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور
	تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی		

التماسِ تبصیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

ابھل کا زمانہ ہی عجیب زمانہ ہے کہنے کو تو کوئی شے ہے جہیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں تقنین کے کبھی خوابِ خیال میں بھی نہ گذری ہونگی وہ ابھل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جوشاخ لیجیے اسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نہا سنے گا صنعت میں وہ ایجادیں ہوئیں کہ جیسے عقلِ دگم پہنچاتی ہے صناعاتِ چین کی صنایعِ ہندو کی زمانہ میں ضربِ المثل تھیں اب گردِ نظر آتی ہیں علمِ الافلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدما کے خزانہ میں موجود تھا خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر نظرِ عمیق دیکھا جائے تو جہدِ اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اسی قدر اخلاقی اور مذہبی پہلو اخطا کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنسِ فک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اسکی نظیر شکل سے ملے گی جسکا ادب ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کر لے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں اسکو بھی جانے دیجئے شرانچاری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی جرائم کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو امِ انجائٹ کا لقب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جہدِ زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اسی قدر اسیں اخلاقی جرمِ بیا زیادہ شایع ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنھوں نے تہذیبِ اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے۔ بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹھولیں گے تو جنکو عہدِ عتیق و عہدِ جدید کے موافق عیسائی کہا جاسکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ انکے خیالات میں شامل پائیٹگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذہب میں سے بہتر ہے تو ٹھہری نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہوگا یا وہ مذہب جس میں اسی کو قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا غلبہ اثر

جنتنا کہ دیگر مذہب پر پڑا اس قدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور حقد کہ نظام معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اسکی صرف یہ وجہ ہوتی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کا کتاب اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا انہیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوئے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اس قدر روایت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا میں پھنس کر عجب محضہ میں گرفتار ہو گئے بعضوں نے تو یہ کہہ کر اپنا جی بچھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں نے اپنے پیچھے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اس قدر حصے زیادہ وقت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ سلم الثبوت مسائل جو مانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آج تک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے انکا انکار کر دیا اور اسکا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر انہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا اور نہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ انکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو یہ ہرگز اُپسرا پاں لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اسکا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افندی ابھیر طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے تھے قریب قریب ان سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدا مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تہاوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مد نظر تھی اپنے اس عاجز کو اس کے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ سمجھان اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے "الامر فوق الادب" خدا پر بھروسہ کر کے اس پر آمادہ ہو گیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بطریق فصیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل و بشارات کا اس کتاب میں تھا اسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحمہ الہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور انکی رائے کے اعلیٰ کتاب براہین رحیمہ سے بعض حوشتی مفیدہ بھی چڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کمال دستگاہ حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب براہین رحیمہ بھی اپنی آپ نظر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دقت اٹھائی ہوگی وہ اندازہ کر سکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہوگی خصوصاً جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور با محاورہ رہے اور مصنف کا اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پاسے عاجز نے اپنے مقدور بھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے انسان مرکب من الخطا والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً مجھ ایسے کم استعداد طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے لیے کوشش کی ہے مسامحت سے قطع نظر کہ اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصلی مقصود کا لحاظ رکھیں گے

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت اسکی بابت کوئی انیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انتشار و انتشار آئندہ اچکا
کی نظر رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تسلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا متجی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو میں
اولہ اسے آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے ہمیں بہتری فلسفہ جدیدہ کی کچھ پختہ نظر سے
گزرے گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاشش اس کتاب کا ترجمہ کوئی ہی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت
ہوتا مجھ میں تو اس قدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کر سکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہو سکے ورنہ
میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گورنمنٹ سچائیوں میں سے کوئی صاحب اس کتاب
پر مکرہمت باندہیں گے اور موجودہ اور آئندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی
ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحق علی عفی عنہ

مدرسہ جامعہ علوم کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی و نقلی حسین بن محمد البحر الطیبی مؤلف رسالہ حمید یہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونوں چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے ایسے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ نشر و پراکشتنا ناظرین معاف فرمادیں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدا سے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف و مشہور ہے۔ نہ کہی اُس نے کوئی جھلسازی کی نہ کہی ناخوشی جیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑا نہیں تو پھر جھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اٹھانی جنہیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے پس کھڑے ہو کر اُس شخص نے باور پذیر سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُس نے کہا کہ اے لوگو! اُس لو کہ میں تمہارے پاس بٹھائے بادشاہ کی طرف سے سفیر بنکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمہیں پہنچا دوں اور اُسکے اُن قوانین کی جنہیں اُس نے تمہارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے جوئی تشریح کر دوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عمل درآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُس نے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمہارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور اُنھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمہیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں اُنھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گزر گیا آج تمہارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُس نے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کر دو جو تھے اپنے آبا و اجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اُس نے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور بیچ بوجھ تو وہ ہیں ہی بری رسمیں اور قبیح عاداتیں جس نے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور انہیں تمہارا سرافراز ضرر ہے اور انہیں سے بہتری رسمیں تو ایسی ہیں جس نے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اسکی ضعیف رعیت پر ظلم پس بادشاہ کا حکم سمجھ کر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تمہیں بتا دوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور بے عالی کے دعویدار۔ ذرا ٹھہرا تو نے تو اپنے دس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جس پر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم ہے وجہ تالیف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی اگر نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں لطیف دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی سختی کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ ایسی تحقیقات ناگاہی تھی۔ اور اسوجہ سے اطمینان بخش بھی نہیں سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وہ تسمیہ تو خود رسالہ حمید یہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ سلطان معظم سلطان عبدالحمید خاں ملازالت ایام دولتہ الباہرہ و سلطنتہ القا ہرہ کہم مبارک کی طرف منسوب ہے ۱۲۰۵ ہجری

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اس سے نفرت کرتی ہیں عقلمند قبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات تحقق ہو جائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہمپر کثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اسکا حکم کرتا ہے اور اسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اسوقت تو سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجائش نہ رہیگی اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر مجبور ہو جانا ہمیں ضروری ہو جائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہمپر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اسکی ہمپر زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جس میں ہمارے سرسرا ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی بران کوئی دلیل بھی ہے؟ جو ہمیں تیرے سامنے پسند ہو جائے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کر دے تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اسے عقلمند ہے اور عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرے؟ اور دیکھو بادشاہ کے خط کا بادشاہ کی مھر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے اس میں وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یعنی میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اس میں ظاہر ہیں جو کچھ میرے نظر سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمہارے پاس اسے سفیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان فرمان کی تمہارے لیے تشریح کر دے جنہیں میں نے تمہارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اس کے حکموں کی تعمیل کرو اور اس کے مہنیاں سے بچتے رہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلیا ہے اور ہمارا شبہ مٹ جائے پس اسوقت اس نے وہ فرمان نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا اور ہر ادب سے اور اعلیٰ اس میں غور کر کے لیے جمع ہو گئے اور سب کے سب نے اس میں غور کیا اسکو بڑا اس کے معنائی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اس کے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف ہی فرمان نکلا کہ شخص میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو ہمیں ظاہر ہیں تمہارے پاس میرا سفیر بنا کر آتا ہے اور جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اس کے حکموں کو مانو اور اسکی مہنیاں سے بچو اور جو قوانین میں نے تمہارے لیے جاری کیے ہیں اس سے سیکھو اور اس طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں کام میرے سپرد کیے ہیں ان میں اول سے آخر تک سب کے سب مکملے اور چونکہ وہ سب لوگ قوت اور رک اور طرق استدلال کی شناخت میں متفاوت تھے اسلئے کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا عالم شخص واحد کے پاس نہیں مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کھاتے چھپاتے تھے اور سفیر دھوکا نہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اسلئے ہونہ ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے اسلئے تو جو کچھ اس میں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مھر پر سے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جو ہمیں انہوں نے اس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ کی مھر ہے اس کی طرح کھاتے

یہاں بادشاہ کی مھر ہے
یہاں بادشاہ کی مھر ہے
یہاں بادشاہ کی مھر ہے

یہاں بادشاہ کی مھر ہے
یہاں بادشاہ کی مھر ہے
یہاں بادشاہ کی مھر ہے

نہیں ہو سکتا پس ہنر بھی اس شخص کی بلاچون و چرا تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشا پر داری اسکے شاہی طرز تحریر اور سلطانی خطایات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجز محض ہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہنر نے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے ہنر بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے الداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر شیا، بادشاہ کے پاس سے لا کر حاضر کر دے تو اُس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انہوں نے مانگا تھا اُس نے لا کر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر ان نادر شیا کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ رکھے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر دلائل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اُسے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر وہ شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی ہیں اب ہم کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اُسے ملا ہے اُسیں غور کرنے ہیں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے کو الگ کریں گے۔ پس یہ کہ جب انہوں نے ان قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اُسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سلسلہ موافق پایا اور جب ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کہ ہم کہلا اُسیں نظر آئیں پس جب انہوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق بن گئے اور انہوں نے بھی کامل طور پر اسکی بیرونی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہل و عیال میں ہم غور کریں اور ان قوانین کو جس جگہ بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کر جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہنر نے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے ہنر بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے الداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر شیا، بادشاہ کے پاس سے لا کر حاضر کر دے تو اُس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انہوں نے مانگا تھا اُس نے لا کر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر ان نادر شیا کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ رکھے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر دلائل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اُسے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر وہ شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی ہیں اب ہم کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اُسے ملا ہے اُسیں غور کرنے ہیں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے کو الگ کریں گے۔ پس یہ کہ جب انہوں نے ان قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اُسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سلسلہ موافق پایا اور جب ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کہ ہم کہلا اُسیں نظر آئیں پس جب انہوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق بن گئے اور انہوں نے بھی کامل طور پر اسکی بیرونی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہل و عیال میں ہم غور کریں اور ان قوانین کو جس جگہ بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کر جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو اسکی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اسکے لئے ہوسے قوانین کو بھی ہم انھیں قوانین کی طرح
جسکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا مکھنل اور لوگوں سے مشقت کی غراہیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصاً جب کہ ہم یہ بات کہہ
لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اسکے مقاصد کا مال کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر
نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا
ہے پس جب یہ کہہ کر انھوں نے اسکے احکام میں نظر کی تو انھیں ان احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے
موافق سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح اسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کاسبابی اور رفع فساد کا پورا مکھنل دیکھا اور اسکے تمام
اوامر و نواہی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو تا بلکہ اسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں
کہ جسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اس میں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کریں اور حقیقت
میں اس شکر کا نفع آخر کار انھیں کو ملنے والا ہے پس اسوقت تو ان لوگوں نے اس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا
اور اسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

اور انھیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن جن باتوں کا یہ دعوے کرتا ہے اور جو قوانین
یہ شائع کر رہا ہے اور آیندہ شاہی رعایا کے لیے جو کچھ جاری کرے یہاں یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی
اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اسے اطلاع نہ ہو کیونکہ یہ بات تو کیا عام اور کیا خاص سب میں شائع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو
دور دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعویٰ صحیح ہوگا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال دیکھ گا
اور کسی ایسے کو نہ بھیجے گا جو اسکی بیانی ظاہر کرے اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب
کو سخت سزا دے اور اگر جھوٹا ہوگا اور بادشاہ پر اسکے خط کا اسکی مھر کا جمل باندھا ہوگا اور اسکی رعیت کو اپنی خواہشوں کا
کھیل بنا رکھا ہوگا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پاتے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجے گا جو اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع
اسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب کو بڑی عبرت ناک سزا دے۔ ایسے کہ ایسا جمل اور ایسی افترا پر داڑی ہمارے
دانا اور عاقل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے ممکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ مٹا
کرے یا تنہا اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچ کر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اسکی خبر
معلوم ہو جائے اور اتنا زمانہ گزر گیا کہ کسی طرح اتنے زمانہ تک بادشاہ سے اس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور باوجود اسکے
بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اس شخص کی تکذیب کرتا اور اسکو اسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیتا اور انکو سزا دیتا اور لوگوں کو
اسکے شائع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ وزیر و زرا کے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتاً فوقتاً اسکی حالت میں ترقی
ہوتی رہی جب ان لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو انھوں نے بھی اس شخص کی تصدیق کر لی اور اسکے پورے چورے
پیر و پنا گئے۔

اور انھیں سے ایک فرقہ کی سمجھ بیا یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن انھوں نے اس شخص کی اور اسکے ساتھیوں کی حالت
میں غور کرنا شروع کیا اور ان دلیلوں کو سمجھنے لگے جنکی وجہ سے یہ سارے فرقے اس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

ساتھ ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ انھیں اس شخص کی باتیں پسند آتی ہیں اور انھیں اس شخص کی باتیں پسند آتی ہیں

ساتھ ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ انھیں اس شخص کی باتیں پسند آتی ہیں اور انھیں اس شخص کی باتیں پسند آتی ہیں

پس وہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آباہی نہیں اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو انہیں بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی ہونہو یہی بات ہے کہ اس شخص کی رستی کو 'میں انھیں خاطر خواہ معلوم ہو گئی ہیں جنہیں یہ بھروسہ کر بیٹھے ہیں ورنہ انھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑتے اور ایسی جرأت کر کے ناحق خطرہ میں پڑے اور انکی عقلیں انھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی رستی پر ان سب کا اتفاق کر لینا اسکی سچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہتا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کر لینا اتفاقی بات ہے عقل میں کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھ دار قابل نہیں ہو سکتا ایسے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی رست باز ی پورے طور سے ثابت ہو گئی اور ہم نے اسکی تصدیق کر لی اور بلاترود اسکی سفارت کا اقرار کر کے اسکے مطیع بن گئے اور انہیں سے ایک فرقہ اپنے دنیاوی کاروبار میں بچنا ہوا تھا اور ملا توں میں ایسا مستغرق تھا کہ انھیں اسکی خبر ہی نہ تھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے اور اسکو پورے غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مد نظر رکھ کر انکے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے اور چونکہ اسکے لوگ دل و جان سے مطیع ہوتے ہیں اسلئے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کر سکتا ہے اور انکی قوتوں کو یکجائی طور پر کام میں لاسکتا ہے پس اسوجہ سے اسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار میں چل رہے ہیں اور سارے قانون اور قاعدے انکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ انکا ہاتھ گمان تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون جگیا ہے جسکے خلاف ہونے نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور خطرات کی اطلاع نہ ہو لیکن جب انھوں نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اسے جھٹلاتے تھے پھر اس سے گفتگو کر کے اسکے پیرو بن گئے تب تو یہ لوگ چونکے اور انکے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر فی الواقع لوگوں کا کوئی بادشاہ ہو جو انہیں حاکم ہے اور اسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اسکا کہا نہیں اور پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہیں اور اسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا انجام ہوگا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی خبر پہنچا دینگا اور پھر وہ شاہ ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا ایسے ہماری بہتری ہی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور ان لوگوں کی حالت میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بن گئے کیا عجب کہ ہمیں حقیقت حال کا پتہ چلا دے پھر اگر وہ سچا ہوگا تو ان لینے ورنہ اسکی کلمہ کلام تکذیب کرینگے یہ کہہ کر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور و فکر کے بعد انھوں نے نتیجہ نکالا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اسکے خط یا مہر یا اسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اسکے قانون سے ہم آگاہ ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں ہی ہیں معلوم ہیں تو کیا ہم اس سے بھی گزر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر جتنا کر لیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کر کے اسکی پیروی اختیار کر لی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی رستی پر اتنے دانشمندان کا اتفاق کر لینا اور بلاترود تمام دلیلوں کا یقین کر لینا اور اپنی آباہی رستوں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور نہ یہ کلامی یا اور کسی غرض سے

نواں فرقہ ہو گیا
میں مستغرق ہو گئی
وجہ سے بادشاہ
اور اسکے قوتوں
کی خبر نہ تھی تھا
سابقہ اور قوتوں
کے اختیاری طور
تقدیر کر رہے
نتیجہ میں اسکی
سفارت کی تصدیق
کرنا

ٹھہریں آسکتی ہیں اور چچا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور استنباط لوگوں کی شہادت ہی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے
 لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ
 اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پاس کئے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے
 تصرف کر سکے اسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص
 ضرور ہے جس میں ایسا باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور ہونہو اسی نے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس
 بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر غما کر کے ہم نے تو یقین کر لیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جس نے اس شخص کو ہمارے
 پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اسکے پورے پورے پیرو ہو چکے۔ اب اور سینے ان سب فرقوں میں چند شک اور اپنی آبائی رسموں پر جا
 دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے اس شخص کے دعوے کو مان لیا
 تو اس سے دیکر بنا پڑے گا اور یہ ہم پر حکومت کرے گا یہ سوچ کر لڑا ہم تکذیب ہی کرتے تو ہے اگرچہ ان کے دل اسکی تصدیق کے مضمون
 سے پرستھے اور انکی خواہشوں نے انکی عقلوں سے بازی حبشیائی اور انکو شاہی اتمام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہ
 ایسے بہتر سے حق میں گئے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے باغض اور غیرت کے مارے حق سے انھیں بند کر کے ناحق باتوں
 کی حمایت کرنے لگے تھے پھر آخر کار انہیں نشان ہونا پڑا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہونا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے غما
 کے مارے ان دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی مہل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی
 کبھی دھوکے بازیوں سے کام کالنا چاہا اور وہ اپنی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے
 اسی کو سمجھنے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل انکی خاطر سے مان بھی لیا دے تو عقل سلیم اور اناطہ و طبعیت اسے کیوں مانے لگی
 کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہو گئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دھوکا
 دیکر اپنی رہنمائی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بتیسی دلیلیں اسکے اختیار سے ہاتھ نہیں نہ اُس نے انھیں
 قائم کیا نہ اُس نے کسی جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور فکر کیسے خود ہی معلوم ہو گئیں انہیں علامتوں کو دیکھتے جو پہلے سفیر بیان کر
 تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے ہی کیونکر پیدا کر لیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک اترتیں خوبی تو یہ ہے
 کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہو جاتی ہیں تو انکا کچھ اور ہی اثر ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہو
 اجتماع قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور محمولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کشمیر کی شہادت سے جتنا
 ہوتا ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی وجہ سے بہت سی دلیلیں قائم ہو جائیں تو انھیں ذرا بھی مشہ نہیں رہتا اور ایک دلیلوں
 سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کر لی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں
 کیسے آئے لگیں کہ سلطان مہر کی نقل بھی اُنارنا سے آسان ہو گیا شاہی طرز تحریر بھی اُسے یکے لیا کے قوانین بھی شاہی قوانین
 کے موافق ہو گئے اور اسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی
 ہوئی علامتیں بھی اسیں سب آپ سے آپ جمع ہو گئیں اور اسکا حال گودمانہ بھر میں شلیح ہو گیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی
 مدت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اسکو سزا دینے اور اسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا رہے ہی تو یہ ہے کہ ان

فہم
 کی چھائی چارہ دینا
 حقا بہرہ مند ہونا
 انسانی اور سب سے
 کہ انکو شہادت حاصل

وہی تباہی ناولوں کا وہی قائل ہو گا جو اپنی بڑائی مارنے پر تیار بیٹھا ہو۔ اور ان سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی عقلاً
 کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو یا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں
 ایک ایسا بھیکوگر وہ بھی تھا جسے اس شخص کے صدق و کذب کے بارے میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات انھوں نے
 یہ کہ وہ اپنی بانی رسوں پرانہ ہوں کی طرح جسے رہنے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو ان رسوں کو چھوڑیں گے اور جب ان سے کوئی
 یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اس کی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تھے انتقام نہ لے فرا اس سے تو ڈرو تو
 اٹھتا یہ جالانہ جواب ہوتا تھا کہ اچھی وہ تو جھوٹا ہے ہم اس کی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر مکی بے عقلی اور نافرمانی نہیں تھی
 تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے پر بھی کیا بادشاہ ظالم قرار دیا جاسکتا ہے؟ تم جو چاہو کہو ہم تو قہر کہہ سکتے
 ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بیچارے تو اس سفیر کے ماننے میں معذور ہیں کیا کریں انکو
 اس کی رستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارے میں بے شعور ہوتے
 اور اسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور ان کی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کارروائیوں
 نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی
 کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اس شخص کے صدق اور کذب درپٹ
 کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اعتراض ثابت
 کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی ان قوتوں کو اس شخص کے بارے میں بتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور
 نہیں ٹھہر سکتے بلکہ انھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاپی کی اور اسی وجہ سے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور انھوں نے
 اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اسے ضرور انتقام لوں گا پھر اس سفیر کے اتنے آدمی طبع
 ہو گئے تب بھی وہ ہمیشہ بری فکریں نگار ہا اور سچی طبع گزرتار ہا کہ کسی طرح ان ضدی متکبر وہی تباہی بانیں بننے والے اور جلد بازوں کو
 فروں کا بھی اطمینان کر دیا جائے اور فیض خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں انکے سامنے پیش کرتا رہا انکی بھلائی کی باتیں انھیں
 سمجھا کر متنبہ کرتا رہا اور وہ تھے کہ انکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہاں تک نہایت بھینچی کہ وہ سفیر کو سمجھاتے سمجھاتے تنگ
 گیا اور اسکو اپنے اصلاح پذیر ہونے سے مایوسی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اسکی اور اسکے
 ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندھ چکے اور انکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے
 وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور اسے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کا اگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اسکو مارنے
 کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور تپیں بڑی گر گرمی
 سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں پہنچا ہوتا رہا کہ کبھی میدان انکے ہاتھ رہا اور کبھی انکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے فتح و
 اسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہ ہو یہ ہر گاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اسے سولے قتل کے انکی ایذا رسانی
 سہہ و درنیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اسے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتوہ ہے کہ مفسد اور مودی قتل کیے جائیں تاکہ ملک
 کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اس لیے کہ بیا عرضہ کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اسے نصیحت

ایک تعصب و توجہ سے اندھا بنا دیا ہوا آدمی اس شخص کی نافرمانی کا انتقام کا حکم بھی تھا

مال شرم و شہما

سوال ۱۱
درجہ ۱۲

سوال ۱۱
درجہ ۱۲

گرفتار کر کے غلام بنالیا کہ بچہ نہ اٹھا سکے اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی بھی طرح سنرا پائیں اور نصیبوں کو اپنا میطیع بنالیا تاکہ اسی طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گزرتے نہ مچائیں اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آئے پائے اُسنے کہل کھلا کندھ سے منع کروا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کھالی کا بہت تھوڑا حصہ دیتے ہیں تاکہ اُس سے کچھ مدد ملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روک تھام نہک اُسنے اُسکی ہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکلا قلعوں اور پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے وہ اُسنے اس امید پر کہ کہیں اب بھی اُسکی نصیحتیں کرنے لگیں اور اس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پا کر اسپر چڑھائی نہ کر پھیں لڑتا رہا اور ڈرنا مارا کہ سمجھ لو کہ اگر تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آجود ہوگا اور پڑھائی کرے گا تو اُس سے ہرگز نہیں بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہ سکا اور اُن سے بعض خوف یا لالچ کے مارے محض اوپر کے دل سے نصیحت کرنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اُسے اُنھیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کر لیا اور وہی بیٹاؤ اُنکے ساتھ بھی برتاؤ نہ کیا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں داخل کر لو اُسکے تفتیش کرنے سے بہتر ہے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اِس اپنے ساتھیوں پر اطمینان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر میطیع بنے ہوئے تھے اور انکا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پا کر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود اُنکو خوب سزا دے لیگا اور اُنکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ بھی طرح چکھا دے گا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں جڑے ہوئے اور گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت اُسے کھٹکا لگتا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گودل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طرح سے جو وہ شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا انھیں اُسکے میطیع بن گئے اور ان طرح انھیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے معاملات اور قوانین کو سستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ پہلی باتیں بتلاتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے تو اُنکے جی کو یہ سب باتیں اُنکے اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اُسکی نصیحتیں کرنے لگے اور اس طرح اُسکی خیر خواہ اور مددگار بن گئے۔ پھر جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزار و عقل اپنے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کرے گی اور اُسکے سفیر ہونے کا بلا تردد یقین کر لے گی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب بلبلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہو سکتیں تو آپ نے اپنے کو محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر سنا تو اتنے سے معلوم ہوئی تو اترو ایک اصطلاحی لفظ ہے اُسکے معنی سمجھ لیجئے یعنی آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ ان سب کا جھوٹ متفق ہو جانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کہ یا لندن موجود نہ ہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلے آتے پس اسی طرح اُنکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے احوال کے بھی بیشمار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُسے اور وہ اُسے حتمی کہ خبریں اُن لوگوں سے خبر دیتے چلے آئے جنہوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہر حال ہر کوئی یہی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ اُن لوگوں میں چاہیں

سوال ۱۱
درجہ ۱۲
علیہ والہ وسلم کے درجہ رسالت اور ان حالات پر مبنی ہونا چاہیے کہ اسے سنا پیش آئے

سوال ۱۱
درجہ ۱۲

برس کے ہو گئے تھے اور برابر رہتباری اور امانت داری کے ساتھ شہرہ آفاق رہے یہاں تک کہ امانت داری کی وجہ سے لوگ آپ کو محمد بن کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھنے پڑھنے کو لوگ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ ان سے کچھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ امتوں کی شریعت پر مطلع ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان سے سلطنت نازل ہو گئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ اسی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے اس حالت سے کھڑے ہو کر اپنے یہ دعوے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود "اسہ" نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں انکو خدا کی ایسی شریعت پہنچا دوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ سے قیامت تک کے لیے بخوبی مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پیٹلے سولوں کی شریعت کے بہتر ہے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لحاظ کر کے وہ قواعد آتے گئے تھے اب وہ مانا نہیں رہا اور ہکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ جبری زموں اور عاداتوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سیکھی تھیں یا شیطان نے انکی خوبی انکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش کیجائے یا لگ اور پتھروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو۔ اسکو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ بریں انکو اپنے پیدا کر نیوالے کی نعمتوں کے شکر کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع انھیں کوٹنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جن میں سرسٹھ انکا نفع اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے اوسنے اور اعلیٰ لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعوے سنا تو آپ کی بات ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے بھائی بندوں نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکلیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان درازی کی اور آپ سے سختی کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا کہ انکے لیے دلیل بر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے انکو اطمینان دلانے کے لیے سعی یسع فرماتے تھے اور اپنے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کی وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو آیت قرآن شریف کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اسکی نسبت آپ کا یہ دعوے تھا کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اوس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں او سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں اور قرآن میں ان قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں قرآن شریف کے چھوٹے سے چھوٹے ٹھٹھے کو جسے آپ صورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے ماہر اور فصاحت و بلاغت میں بچانہ روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لاسکتے جو قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کالمین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت
 جتنے قبضہ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ انہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ
 کامل حاصل تھی اور تمام لوگ انکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ حال کرنا ممکن نہ تھا
 تاہم کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ قرآن کی ہیئت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حصے میں جس کے بعد تمام لوگ حضرت محمد
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہو کر انھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے
 گروہ آپ کے پیرو بن کر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنہیں خدا نے نہ جانا جن کو تو
 معاملہ آپ کے ساتھ پڑا۔ چونکہ ہکوانکے حالات کی حیثیت تک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہو سکا یا عقل نے تجویز کیا تخیل و بنا
 مقصود تھی ایسے ہونے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی
 کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے انہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت بلیط
 نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے اور
 جنکو انھوں نے اپنا مائید ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور
 اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہاں تک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی
 طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے ہر حال یہ سب کچھ تھا
 لیکن اسوقت اُنسے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کی
 اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوئے کیا اور عام طور سے خصوصاً اُنکے حلیوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب
 ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر
 اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی جبری رسوں کی قباحت دکھا دکھا کر انھیں بیوقوف بنا یا اُنکے ہل خداؤں کی خوب بچو کی اُنکی
 پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے انھیں غیرت و لانی کہ سیطرہ قرآن کے مثل لانے کی سعی
 کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زباندانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب
 جانچ و پرتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہاں تک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ
 فرو گذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر انھوں نے یہ رائے قایم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سب سے
 عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں تک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی
 تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود انہیں لوگوں نے اُسکی ہزلیات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر
 ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز ملاحظہ کیا جائے گا جو اس سے بدرجہا بڑھ چکی
 ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور سمجھیں گے گی
 پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ وہ فصاحت
 و بلاغت میں فرد ہے اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں جانتے

گو کہ کاتبی و قلمی
 طریقہ لال سے
 سے جو کچھ معلوم
 کے بار میں مختلف
 منقسم ہو جاتا ۱۲

ف
 فصاحت و بلاغت عرب
 قرآن کے معارضہ سے
 رہتا اور اُنکی حقانیت
 تسلیم کر لیتا ۱۲

اور ان لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اس بات کی پہلی دلیل ہے کہ قرآن خدا کے پاس سے آیا ہے پھر ان سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے لیے گردن جھکا دی اور انہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھتا تھا اور کلام کے جڑے اور بچھے مضمون کی اسے خوب شناخت تھی اور اس کے عجیب و غریب اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب ان لوگوں نے قرآن میں انصاف کی نظر سے تامل شروع کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اس میں اسے درجہ کی خصوصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں ہرگز نہیں پائی جاسکتیں گو اسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا نایاب داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاست پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہ ہو اور اس نے اس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اس کے مضامین میں کہیں مخالفت اور منافقت نہ ہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اسکا طرز زبانا اور انوکھا ہو یا اہل بیتہ جب اسکا قائل خدا کو مانا جاوے جو ان سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کرنے پر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اس کے اس خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن آئندہ کے واقعات کی من و عن خبر دیتا ہے جیسا کہ اس میں پیغمبر دی گئی کہ کسی نہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی مکہ میں با من و امان جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں کے حالات اور متقدمین کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے گو یا کوئی اس موقع پر موجود تھا اور انکھوں دیکھی باتیں سنا رہا ہے اور وہ لوگوں کے دل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے چنانچہ اہل حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں شرح طور پر موجود ہے اور وہ اتنے شمار مضامین پر مشتمل ہے کہ اسکی نسبت یہ کرنا بھی بجا نہیں کہ اس نے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتاً اسکا ذکر کیا یا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اسکی طرف اشارہ کر دیا ہے اس کے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ انداز ہو جائیگا لیجئے ٹھہرے اس میں گذشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبریں ہیں طرح طرح کے احکام ہیں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت بیان کی ہے بری خصلتوں اور کینگی سے بچانا چاہا ہے انتظام ملی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایات کرنے اور دشمنوں کو دفع کرنے اور اسے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اسکی وحدانیت اور حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور بہتان کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اس کے ساکنین کا حال کہہ سنایا ہے جہنم اور اسکی ہولوں سے مطلع کر دیا ہے اس میں عالم ملوات اور اس کے سوا کچھ عالم علوی میں انکا قدرت اور عجائبات مثل ستاروں یا بارش یا بادل رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اسکا تذکرہ ہے ہی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ وہ میدان پہاڑ دریا چشموں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پہل پھول درخت چرند پرند تاریکی اور روشنی میں انکا شمار ہو اس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اس میں سبھی کچھ ہے اور پھر اسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہہ کر ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اس میں عربی قصیدوں کا خاکہ آتا رہنے کی کوشش کی ہے نہ اس کے بلیغ خطبوں کا طرز

ف
ایک فرقہ کا قرآن کے
غیبات پر مشتمل ہونے
اور مختلف آپ و
اخلاق پر حاوی
ہونے سے ملکی
حقانیت پر مدلل

ف
مضامین قرآن
کی مختصر فہرست
۱۳

اختیار کیا ہے اور ہر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ ہو گئی ہے۔ اور یہاں کلام ہے اور کانوں کو تو اس کے ساتھ کچھ ایسی اہم تعلیم
ہوتی ہے کہ جوں جوں سننے قند کر کا مزہ آتا ہے اور اسے کوئی کیوں نہ پڑے لیکن اسکی قدر قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجائے
اور ہاں خدا اگر سجدے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہو گئی ہوں گی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا
اتفاق جمع ہونا ہرگز نہیں آتا پس جب ان لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں
لیکن ایسا کلام بنانا انکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادیہ محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی باہر فلسفی بڑا بزرگ
وال اور امور مملکت میں اعلیٰ درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ پٹری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے پڑھے لکھے شخص کا ایسے دانا
اس بات کی کہانی کہی دے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہنسنے آپ کی رسالت کی
تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بن گئے۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ
وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کر کے سمجھتا کہ اتنی فصاحت
آدمی کے لئے نہیں جمع ہو سکتی اس لئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن ان لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوے کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اسکی چھوٹی سے چھوٹی
سورت پیش کر کے کہلے فرما نہ یہ ظاہر کر دیا کہ اسکی مثل کوئی نہیں لاسکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے
کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کر کے انکے ہر سر بازار لٹے پٹے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت
میں انکا نہ بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اسکے مقابلہ سے انھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے آبائی مذہب اور
قدیم رسوم کو چھوڑ بیٹھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے اسی راہ اختیار کر لی کہ اگر انھیں آپ کی رستا
کافین کا مل نہوتا تو انھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گزار نظر آتا اور نیز انھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کمرے کی
اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ انھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا
کے پاس سے نہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر ایسا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اس بنا پر انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور
اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہو گئے اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحا و بلاغا کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے
مسلم انبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے انکی ہمت پست ہو گئی اور اسکے مقابلہ سے انھیں جان چڑھتا ہے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کر کے انکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام وہ لوگ
میں پکار پکار کر غیرت دلاتے ہے کہ کسی طرح ایسا کلام لے آؤ اُن سے یہ تو ہنوس کا ضد کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہو گئے
اور یہ گوارا کر لیا کہ انکی خورنری کیجائے انکا مال لوٹ لیا جائے انکے مال بچے قید کر دیے جائیں انکے گھر بار اُجاڑے جائیں
اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو یہی کہ اگر انکی رحمت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل
بھی بنا سکتے تو نہانہ لاتے اور اس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھائے اپنے کو مصیبت میں پہنچاتے یہ تو بڑی آسان بات
تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیتے کہ لیجئے صاحب
ہنسنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور آپ کی ذلیل ہل کر دی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

تیسرا فرقہ جسے فصحا و بلاغا
اور مضمون خاص نزدیکی نہ
کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق
کی اور نیز اسکو اپنے ذہن
کا بہتر سے نصی ملنا باوجود
مصیبت میں پڑے لیکن
قرآن کا مثل نہ لاسکے

بنالائے اور یہ بات پہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا تو کیا اُسکے قریب بھی اگر کوئی کام کہی لائے ہوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنی طرفداروں کے ہوئے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچی لوگ اُسے ضرور نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی بھوکی آپ پر اتہام باندھا آپ کے ساتھ سفاهت اور دوستی سے پیش آئے آپ کے متبع شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی طبری مصیبت میں کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرہ عظیم میں ڈالنے کچھ نا سمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پہر بہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان ستارے کو چھوڑ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کر کے کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا پس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان مال اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پسند کر گیا ہاں جب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیشک ایسا ہی کرے گا بقول شخصے وقت ضرورت جو ناند گرینڈ دستہ لکیر و شیر شیر تیز دیں یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے تو اپنے کو وقت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے پس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور اُنکی ہمت دہری نے جس سے وہ بخشت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھ کر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کابلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے اُن پر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں ہنگامہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہ سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسے اپنے کو عاجز یا قرآن کے معارضہ سے ٹوٹنا کشتی کی اور نصیب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہو کر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہونہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور ان تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچھ کہتا ہوں اسے بھی سن لیں یہ اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جا خطہ جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے اسی طرز پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا جو کہ اُنکا کلام بھی کو گلتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہ دفع ہو جاتے ہیں تو اس موقع پر اسکا ذکر نا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ میں بھیجا جبکہ عرب کی شاعری اور خطبہ کوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے پس آپ نے نہ صرف لاکھ لاکھ اُنکے اونٹے اور اعلیٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور بلیس قائم کر کے اپنا دعوے ثابت کر دیا اور سارے شبہ سے دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع چھوڑا اب اُنکا اعراض کرنا محض ہوا تو ہوس یا نافی طرفداری کی وجہ سے رہ گیا اور پھر آپس لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے عالم اور فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُسے رات دن ہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک سہو نہ یا چند آیتوں ہی کی مثل سے کہیں نہیں آتے اور آپ جبہ کسی اس طرح نہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُسے بیان

قرآن کی صفات پر عاجز کرنا تھا

نہیں کہجاتی تھی یہ جیکہ کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں ہر اگر آپ نے ایسا کلام نہ پایا اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپ نے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ پس بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے بہت بڑی اگر کوئی بہت کرتا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اس کی طرف داری کرنے والے بہت سے کھڑے ہو جاتے اور ضرور شور مچ جاتا کہ لیجئے عزیز

کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بگیا پس اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی ان کی عاجز ہونے کی دلیل ٹھہرا کیونکہ جب انہیں سے بہت سے آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں ذرا بھی وقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا شکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ کہہ دیتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں تو قصہ پاک ہوتا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعوے پل ہوتا تھا اور سارا بنا بنا یا کھیل بگڑتا تھا آپ کی جہیت نشر کرنے کے لیے اس سے سر بیچ الاخر کو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اس کی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر مارے مارے ہر پر قریش تو قریش وہ تو بڑے فہیم و دین تھے اُن نے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر و شوار نہ تھا اگر اُن کے اختیار میں ہوتا تو یہ کونسی بڑی بات تھی آخر بڑے عجیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ اُن کا ہر طرح کا نظم و کلام شور ہی نہ تھا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہر بات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے اُن کا عجز بیان کر کے ان و طعن کرنے پر بھی انہیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سنا کرتے اور پھر اُن کا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کڑے تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو اُن کو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات صحابہ کے تئیں تیس برس تک انہیں ایسے ظاہر اور کثیر المنفعت امر کی خبر نہ ہوئی اور غلطی میں پڑے رہے یہی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان بوجھ کر اس سے پہلو ہتی کرتے اور قرآن کے مثل بنانے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنا لاتے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور اُن میں سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اس کا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرستے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعضے عجز کوچہ سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ان کی بڑی توجہ غلامطبیعات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ اُن قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ اُدھر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اپنی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنی اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جاری ہے اُس کے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سچے ہوں گے کیونکہ جب ہماری طلب کے موافق کوئی امر خارق تھا تو اُن سے ظاہر ہو گا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر خدا کے اس قول کے قایم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انہیں سمجھ نہیں سچا سمجھو آپ اسے اس طرح سمجھیں کہ اگر کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضریں سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ انھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم جو بات جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجئے کہ بادشاہ یہ سننے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس جگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درخواست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج فرسا دیر کے لیے کسی

چوتھا فرقہ جنے
مذہب طلب کیجے
اور ہر خارق
عادت آپ کی
رسالت پر نشان
کیا ۱۳

دوسرے شخص کو پناہ دے یا چھ سات قدم چل کر پھر اپنی جگہ بیٹھ جائے اور بادشاہ نے یہ بھی کر دیا اب اس صورت میں کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ان لوگوں کے کلام کو سنتے ہی بادشاہ کا ایسے افعال کر دکھانا ہرگز اتفاقی نہیں ہے بلکہ اس کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میں تم سب کو اس شخص کی اطاعت کا حکم کرتا ہوں اور جو کوئی اس بات کے اتفاقی ہونے کا قائل ہوگا تو لوگ ضرور اسے جہنم خیال کرینگے پس وہ لوگ یہ منصوبہ باندھ کر کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طلب کے موافق خلاف عادت باتیں ظاہر نہ کریں گے تو یہ کئی کذب کی دلیل ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ خدا نے انہیں جھوٹا کر دیا پس وہ ایسی باتیں آپسے طلب کرنے لگے جو اس عالم میں عادت ستم کے خلاف تھیں پس بعضوں نے آپ سے چاہا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ آپ نے اُنکے کہنے کے موافق اُسے بھی کر دکھایا اور فقط حاضرین ہی نے نہیں بلکہ ان سب لوگوں نے بھی جو کہیں دور سے آ رہے تھے اور ہلکا افق وہاں کے لوگوں کے موافق تھا اپنی کھلی آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا اور اگر اس بات کی خبر دی کہ تم لوگوں کی طرح ہنسنے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ایسا ہی سمجھیے جس طرح زلزلہ کے وقت اکثر بڑے بڑے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور وہ خطہ کا خطرہ نہ دہلا ہوتا ہے یا جس طرح بعض حال کے سائنس جہاننے والوں کا خیال ہے کہ زمین اور اسی طرح اور ستارے آفتاب سے جدا ہو رہے ہیں اور پھر ایک نہ ایک دن آفتاب سے جا ملیں گے اور یہ سب کچھ عقل کے نزدیک خواہ اُس کے لیے کوئی نظریہ سبب ٹھہرائے یا نہ ٹھہرائے ممکن اور خدا کی قدرت میں داخل ہے اگرچہ ہوتا نہیں ہے اور عادت کے خلاف ہے اور طرح طرح کے کام کرنے کے لیے جو طول زمانہ کو زیادتی قوت کے عوض بننے کے لیے لازم قرار دیا ہے وہ صرف قوت ناقصہ یعنی مخلوقات کی قوت کے لیے شرط ہے خدا کی کمال قوت کے واسطے شرط نہیں اور خدا نے اپنے عجیب و غریب کاموں میں یہ زمانہ اور سبب اس لیے مقرر کیے ہیں کہ ذرا عقلمندوں کی آزمائش کرے اور بہکنے والے بہک جائیں اور دوسروں کی امر و اُچی تک رسائی ہو جاوے اور بعضوں نے یہ طلب کیا کہ آپ کی طرف درخت دوڑنے لگے آپسے باین کرے اور آپ کی رسالت کی شہادت دے آپ نے اُسے بھی کر دیا اور بعضوں نے سو سمار کے ہونے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دے تو ہم جانیں آپ نے اُنکی یہ درخواست بھی پوری کر دی ان چیزوں کا بول مٹھنا محال نہ سمجھیے کیونکہ اگر حیات اور اک اور آلات لطف وغیرہ کو ہونے کے لیے شرط عادیوں سے شمار کیا جائے یعنی بغیر انکے بھی ہونا ممکن ہے تب تو ظاہر ہے کہ خدا نے کلام پیدا کر دیا ہو اور اُسے صادر ہو گیا ہو اور اگر ان چیزوں کو بالفرض لازمی شرط بھی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض کا گمان ہے تب بھی کچھ شکل نہیں اس لیے کہ خدا ان شرط کو بھی پیدا کر سکتا ہے اور اُنکی قدرت سے باہر نہیں ہیں اور بعضوں نے یہ دیکھا کہ جب آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اُنہوں نے آپ سے پانی کی درخواست کی تو آپ نے تھوڑے سے پانی میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلیا یوں سے کثیر پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہوا یہاں تک کہ جماعت کثیر اس سے سیراب ہو گئی اور ان سب کے لیے پانی کافی ہو گیا۔ اور یہ بات بھی کچھ متعجب نہیں اس طرح ہو سکتی ہے کہ خدا نے پانی کی ایک مقدار پیدا کر دی ہو جو اس تھوڑے پانی سے مل گئی ہو اور لوگوں کو نظر آتا ہو کہ انگلیوں کے بیچ سے پانی نکل رہا ہے اس لیے کہ خدا نے وہیں اتنا پانی پیدا کر دیا اور پیدا کرنا لاخود ہے وہی سب کچھ پیدا کرنا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات ہے اور علاوہ اس کے جب ہو کہ پانی سے منقلب کر دینا

عہد چنانچہ انہوں نے نو گرفت میں سے بعد انسان کی آواز نکلتی ہے حالانکہ اولاد نہ بان وغیرہ نہیں ہیں ۱۷ ختم

سورۃ فرقان

ف
ان کی رسالت
وقت کا شہاد
دہنا ۱۲
من
سورۃ سجاد
لہذا وہ پنا
۱۲

انکی انگلیوں
کی گمانوں
سے پانی کا
جوش مانا
۱۲

علم کیا دینے کی شریعتی جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیا اور کیا وہ بھی
 کا پیدا کر دیا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہرکو معتبر ذریعہ
 سے خبر پھرنی ہے اگرچہ انہیں اسی خبر میں بھی ہیں کہ تہا تہا تو ان کو نہیں سمجھیں لیکن انہیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ یہ سب بل ملا کر تو ان کے
 مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادت کا صادر
 ہونا جہاں لامتناہی ہے اور ایسے تو ان کو تو ان معنوی کہنے میں جسکے معتبر ہونے پر تحقیق، عقلا کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی
 کر سکتا ہے جسکو وہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقت ثابت کرنے کی غرض سے بدیہی کر
 بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادت اور ان قوانین کے خلاف
 کر دکھایا جنکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں ہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ وہ نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے
 آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرا دی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے اسکو
 خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف انہیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے افہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے نکلا
 ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سجدہ داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اسکا کچھ
 تو ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ بھی اسکا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے
 کہ خدا کے پاس سے ہونے کی ایسی فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقدیر کی کتابوں میں
 جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں مان لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ ہمیں
 اس خیال سے کہ یہ ان کے ان علوم کے مخالف ہیں جنکو انھوں نے اپنے اسکو لوں میں حاصل کیا ہے اور انکی عقلیں انھیں قبول
 نہیں کرتیں وہو کے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ انکی شان کے لحاظ سے حق او
 اور انکی حرم و حیطہ کے مناسب تو یہ امر ہے کہ ان خوارق کو انھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنہیں معجزات ادبیہ کے
 ادراک کا سلیقہ نہیں اور خود اسی اختیار کریں جنہیں انکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو انکی عقلوں
 میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کر کے دونوں کو موافق کر لیں
 جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز انکے یہاں منقول ہو اور نظام نشینی دلیل کے خلاف ہو
 تو اس میں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو انکی حالت اس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپہر آفتاب کو دیکھ رہا ہے
 اور گمان کرے کہ اسوقت رات موجود ہے اس لیے کہ اسکو یہ خیال بند گیا ہے کہ کسی جھلکے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے
 پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو یعنی آفتاب جو صاف نظر آ رہا ہے چھوڑ دے اور اس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں نہ
 بھی نہیں بے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے سبب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اسکو موجود سمجھنے میں مبتلا ہوتا
 غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور
 کرے اور اس آفتاب و رخشاں کو جو دن کے وجود کی پہلی دلیل ہے مہل نہ جانے دے اس لیے کہ خدا جسے چاہتا ہے
 اسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور انہیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا

اور انکی شریعت انکے زمانہ کے مناسب اور ہماری اصلاح کی پوری پوری ذمہ داری تھی وہ خود بھی کہتے تھے اور انکی باتوں سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے کچھ زمانہ کے بعد تمام لوگوں کی طرف ایک رسول بھیج دیا اسکی شریعت بھی اُسکے زمانہ کے مناسب اور مضامین اصلاح پر کافی طور سے حاوی ہوگی اور اُس رسول میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی جنہیں سے بہت سی علامتیں اب تک بھی اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو اُن رسولوں کی جانب منسوب ہیں پس اُوں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں خور کریں اگر انکی شریعت اُن رسولوں کے کہنے کے موافق ہوگی اور انہیں انکی تبتلانی ہوئی علامتیں بھی چھو ہوں گی تو ہم یقیناً سمجھ لیگے کہ یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر یہ بات نہ سچلی تو انکے دعوے کو الگ کرینگے اور انکی بات بھی سنیں گے اسکے بعد جب اُن لوگوں نے آپ کے سارے احوال میں خور کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت جیسا کہ چاہیئے اُسی طرح لوگوں کی اصلاح کی کفیل ہے جیسا کہ آپ کو اسکے بعد والے فرقہ کے بیان میں معلوم ہوگا اور اُن لوگوں نے یہیں اُن رسولوں کی تبتلانی ہوئی علامتیں بالکل صاف طور پر دیکھیں جکے پائے جانے میں اس شخص کو تو دوسری شک نہیں رہ سکتا جو اپنے تعصب کو چھوڑ دے اور وہی تباہی ناوہلوں کے درپے نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ حق بات واضح ہو جائے اور انجام دے اسے نجات دے اور اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اس مقصد میں اپنی قوم کی ملامت اور لعن و طعن کی ذرا بھی پروا نہ رکھتا ہو اور یہ علامتیں اُن کتابوں میں آج تک برابر ملتی چلی آ رہی ہیں اب لیجئے انکی تفصیل سنئے اول تو یہ کہ اشعیا علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کنا یہ کیا تھا آپ پر منطبق ہو گیا اشعیا کا قول یہ ہے (۱) بیشک رب فاران کے پہاڑوں سے خام ہوا اور ہزاروں پاک لوگ اسکے ہمراہ ہیں اور اُسکی آنکھ میں آتشی طر نہ ہے اور یہ کنا یہ ایسا ہی ہے جس طرح اشعیا کے کلام میں سینار طور سینین سے رب کی آواز گونے علیہ السلام سے کنا یہ ہے اور رب کا سا عیس میں روشن ہونا جیسے علیہ السلام سے کنا یہ ہے اب آپ کے اوپر اشعیا کے قول کا انطباق دیکھیے کیسا صاف ہے کیونکہ فاران کے پہاڑ سے مراد مکہ ہے جیسا کہ سفر مکہ میں حالات اسماعیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ وہ فاران میں رہے تھے (۲) اور ہمارا اشعیا کا یہ قول کہ ہزاروں پاک لوگ اسکے ساتھ ہیں آپ کے ساتھ والوں سے کنا یہ ہے جو تمام عیسوں سے پاک تھے جیسا کہ لوگوں نے انھیں مشاہدہ کیا ہے (۳) اور اشعیا کا یہ قول کہ اُسکی آنکھ میں آتشی طر نہ ہے آپ کی شریعت میں جہاد کے مشروع ہونے سے کنا یہ ہے اور آپ پر جو کچھ تنبیہ میں ہے وہ بھی صادق آتا ہے یعنی (۴) رب اسکو انکے دینے نبی اسرائیل ابھاریں میں سے بنی بنا کر اٹھا کر گیارہواں مظاہرے کہ نبی اسرائیل کے بھائی عیسا یاں پر نہ کرنا چاہئے کہ نبی اسرائیل کے بھائی نبی اسرائیل کے شل ہی عیس اور بنی اسرائیل نے خود کو عیس ہی کہتے ہیں پس اس بنی کی تفصیل بنی اسرائیل میں پہلا ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ تجھ عیس دوسری آیات سے ہوئی ہے بنو عیس اس عوم سے جو بنو نصیبت اور تافانی بغض حب کے خارج ہوئے اور سند بنو نصیبت کے پولس کا قول ہے رہیں کا نواس خط در ۱۳ جیسا کہ کہا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیس سے عداوت اور نیز سوج سے کہ عیس نے اپنے حصہ شہ کو جو بوجہ بڑائی کے انکو حال تھا یعقوب کے ہاتھ پہنچا والا سند اسکی کتاب پیدائش باب دس تب یعقوب نے کہا آج ہی اپنے پہلوئے ہو سکا حق میرے ہاتھ پہنچ کر عیس عیس نے کہا دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پہلو ہونا میری کس کام آجھا دس تب یعقوب نے کہا آج ہی میرا پاس تم کہا اُس نے اس نے تم کھائی اور اُس نے اپنے پہلوئے ہو سکا حق یعقوب کے ہاتھ پہنچا اور نیز اسلئے کہ یعقوب علیہ السلام نے عیس علیہ السلام کا بھتیجی بھی اسحق علیہ السلام سے لیا اور سند اسکی وہ قصہ ہے جو کتاب پیدائش باب میں اپنے ارس سے بیکرہ در ۴۰ میں مذکور ہے خلاصہ سکا یہ ہے کہ اسحق علیہ السلام اپنے بیٹے عیس علیہ السلام کو کہا کہ تو میرے نکاح کر لے گا کہ میں تجھے بکرت بخون

بنی اسرائیل ہی ہیں وہ اور یہ کہ آپ مونس علیہ السلام کے شاہیں یعنی شریعت اور مشرعیت احکام اور ہما کے اعتبار سے انکی طرح ہیں (۶۷) اور یہ کہ خدا کا کلام انکے منہ میں رکھا گیا ہے، اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں انکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنی دہم آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف کو سکھائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۶۸) اور یہ کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی جوئی باتیں یاد دلائی گئے، اور وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰

کے یعقوب کی مان رہتے تھے یہ خبر پا کر اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ ان کو عیسیٰ کا عیسیٰ بدلو کر اسکی علیہ السلام کے پاس کھائے لیکن بھیجا چون کہ نابینا تھے پہچان نہ سکے اور عیسیٰ سمجھ کر یعقوب علیہ السلام کو ساری برکت بخشی جب عیسیٰ علیہ السلام آئے اور انھوں نے بھی برکت مان کی تو بجائے برکت دینے کے انہیں یعقوب علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا اور برکت نہیں دی جس کی وجہ سے وہ یعقوب کے دشمن ہو گئے اور آمادہ قتل ہوئے رہتے یہ بات معلوم کر کے یعقوب کو اپنے بھائی لایں کے پاس حاران جلتے کی حکم کیا پس حضرت عیسیٰ تو اپنے حق کے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ بچنے اور نیز یعقوب علیہ السلام کے سختی علیہ السلام سے حق عیسیٰ نے لینے کے باعث اس عموم سے خارج ہوئے۔ رہی ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کی اولاد وہ ابراہیم علیہ السلام کے خارج کر دینے کی وجہ سے پہلے ہی سے خارج ہے سند اس کی کتاب پیدایش باب ۲۵ ورس ۵ اور ابراہیم اپنا پھر نجات کو دیا، لیکن جن کو کوٹھوکو جوارا تم سے ابراہیم نے کچھ انعام دیکر سچے جی تو انکو اپنی نجات کی پامانی سے پورے تیرے پھر پھر پھر کی حیات کے برسوں کے دن جن میں وہ جیتا رہا ایک سو پچتر برس تھے تب ابراہیم جان بحق ہوا اور اچھی عمر و رازی میں بوڑھا اور آج وہ ہو کے مرا تو اپنے کو گون میں جالما اور اس کے بیٹے اخفاق اور اسمعیل نے کفیلہ کے مفارہ میں حتیٰ صغرا کو ٹیٹھی غصروں کے کھیت میں جو خمر کے آگے سے کاٹا ۱۲۱ برہمین رحیم رحیم ہمار

اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی ذکوۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۶۶) شعیانیں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس نماز کے مشابہہ شریع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۶۷) آپ اس نماز کو علیہ السلام پر ہی بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب کرینگے جسے گزرا اور بیا بانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنیٰ نہیں (۶۸) اور یہ کہ ایمان یعنی وہ مقامات میں قیدار سکونت پذیر تھی آپ کے ذکر سے گونج اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل علیہ السلام سے جانتا ہے اور وہ مقامات ہی عرب کے شہر ہیں جنکو ہر کوچ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۶۹) اور

بنی اسرائیل ہی ہیں (۱۵) اور یہ کہ آپ مولیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی شریعت اور مشرعیت احکام اور جہاد کے اعتبار سے انکی طرح ہیں (۱۶) اور یہ کہ خدا کا کلام انکے منہ میں رکھا گیا ہے، اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اسکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنی (۱۷) آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقائین اور معارف کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۱۸) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائینگے اور وہ باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۱۹) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کے جیسے شہادت دینگے یعنی انکی نبوت درسات اور لوگوں کے افراء سے انکی برات کے شاہد بنینگے (۲۰) اور یہ کہ آپ جیسا کہ عیسیٰ نے تشریف نہ لیا ایسے تشریف فرما ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۲۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سرزنش کرینگے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مظلوم کار اور گناہ کرنے والے کو سرزنش کرتے ہیں اور جو کچھ مزامیر میں ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۲۲) اور یہ کہ آپ غمخوار ہوں گے چنانچہ آپ اعلیٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۲۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے نکلے گی جوگی، اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۲۴) اور یہ کہ آپ تلوار لٹکائے ہوں گے، چنانچہ آپ اعداء و ابن کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۲۵) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ آپ قوت دلیل انتظام ملی اور قوت جسمانی ہر اعتبار سے قوی تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی جسمی قوت سے بڑی بڑی پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۱۷) حق کے پیرو (۱۶) طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۱۸) اور بہت تیز ہوں گے چنانچہ یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۱۹) اور یہ کہ تیر اندازی آپ کا طریق ہو گا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیر اندازی سے تیار رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی لشکر میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیر اندازی کیسیں اور اگر کوئی سیکہ کر بھول جائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۲۰) زمین کا بہت بڑا حصہ آپ کے تحت تصرف میں ہو گا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھے (۲۱) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۲۲) اور گناہ سے بیزار ہو جیتے ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کچھ طور پر ثابت ہیں جیسا کہ آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۲۳) اور یہ کہ شہزادیاں آپ کی خدمت کر بگی ہیں یہ بھی ہو گیا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کر کے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم نہیں علاوہ بریں صفیہ بنت خطاب ہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ ہی تھیں (۲۴) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپ کے پاس دیئے گئے، چنانچہ حبشہ کا بادشاہ بنحاشی اور نفوس شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس دیئے تھے (۲۵) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی نذر کوۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۲۶) شعبان میں جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس نماز کے مشابہ شریع سابقین کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اس نماز کو علیٰ اہم بڑی بڑی دور کے رہتے والوں پر بھی واجب کرینگے جسے جزائر اور سیلابوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنیٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ ایمان یعنی وہ مقامات جس میں قیدار سکونت پذیر تھی آپ کے ذکر سے گونج اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جسکی ہر پر کوچ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اور

اگرچہ انکو جنگی اولاد میں آپ ہیں بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اسلیئے کہ آپ باجرہ کی نسل سے ہیں اور انکی اولاد جنی سمیلین کو بنی اسرائیل
 حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کھا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیزک زادے ہیں اور خدا نے انھیں میں سے آپ کو بنی بنا دیا اور
 جو کچھ مشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر نبوی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرزوں پر ہوگی اور
 آپ لوہے کی چھڑی سے انکی گھمبائی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی اپنی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قومیں آپ کے
 سامنے گردن جھکا تھیں اور لوہے کی چھڑی ہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ بچکی کرنے والوں کو ڈسٹے ڈپٹے تھے (۳۷)
 اور جب ہم آپ کے لئے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا نبی کی راہیں بتلاتا ہے اسلیئے اسکو وہی صبح کا ستارہ
 سمجھنا چاہیئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور فرما میر میں یہ جو ہے کہ جلدیہ آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپ کا
 صادق ہے کیونکہ جلدیہ کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین بن قریانیوں کی خدمت میں حاضر ہوئے
 (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرتی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بیچاروں کو قوی لوگوں سے چڑا دینے والے ہوئے
 کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظالم کیسے
 ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و بادر نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چڑا دینگے چنانچہ سب
 جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہوں گے جیسا
 کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو انہی نہایت محبت تھی یہاں تک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے
 رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنا دے رکھ اور مرتے دم ہی مجھے مسکین ہی رکھو اور قیامت میں
 بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے
 ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجت مندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور
 دولت مندوں کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلا کر انکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض
 خطیبوں میں یہاں تک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سہا کا سونا جوین کے اطراف میں
 کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اسکا خرچ آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے
 روز و تبرکت کی دعا کی جائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نماز میں میں مرتبے سے
 بھی کچھ زیادہ یہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا بنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اسے بنی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازیں
 اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علی محمد وعلی آل محمد یعنی لے خدا محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے کنبے والوں پر برکت نازل کر دے (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر شاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپ نے
 نبوت کا دھولے کیا ہے اس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سب کی طرح روئے زمین پر پڑھتے چلے جاتے ہیں مصلیٰ
 اشعیاء میں آپ کی نسبت واقع ہے وہی نبوی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ موبد اور پسندیدہ ہوں گے اور سکا پتہ اس طرح گستا
 ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُسکے اظہار میں نہ گمراہیگی
 نہ انکے دینکے اور اشعیاء میں جو آپ کی نسبت جہانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں نبوی ظاہر ہیں (۵۰) یعنی کبوتر کے سفینہ کے براب

آپ کے شانہ پر شاہی مہر ہوگی اور آپ اسکو ہرنیوت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نے کام سے پکارے جائیں گے چنانچہ آپ کا اسم مبارک محمد تھا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا بھی نہ ہوا تھا اس کے علاوہ آپ کا نام احمد بھی تھا اس کے ساتھ ہی آپ سے پہلے کوئی موصوف نہیں ہوا تھا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اس لیے کہ آپ دعوے سے کہتے تھے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں کہہ دیا کرتا ہوں جو کچھ میں تم لوگوں کو تعلیم کرنا ہوں وہ خدا کے پاس سے وحی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ کے باب ہوں گے اور یہ بات بھی کچھ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت اور تربیت کے لحاظ سے گویا باپ ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ ان قائم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیت کی لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا بالکل سدود کر دیا رہا آپ کا دشمنوں سے لڑنا وہ محض اس غرض سے تھا کہ وہ دین جسکی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے حکم ہو جاوے اور عالم میں ان قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنی فساد یوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہیگا چنانچہ یہ کہانی آپ کو انھوں نے نظر آنا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچھ ان قائم ہو جائیگا چنانچہ حیوں حیوں آپ کے مطیعین بڑھتے گئے لوگوں کی حالتیں درست ہوئی گئیں اور جاہلیت کے فتنے ٹٹے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شہر سوار ہوں گے اس لیے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ بڑے شہر سوار مشہور ہیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام دما ز گوش پر سوار ہوئے تھے (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد ثبوت ٹوٹ جائیگا اور زمین پر یحییٰ بنک دے جائیگا جیسا کہ آپ نے مسوقت کیا جبکہ کہ فخر ہوا اور آپ کہیں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گراتے جاتے تھے اور بت نمکرت ہو رہے تھے اور جو کچھ یوحنا کے خواب کے بیان میں ہے وہی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہوں گے چنانچہ آپ اس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تھے (۶۰) اور یہ کہ آپ کا حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو اپنے الیاسی پابا تھے کہ آپ نے اپنی امت پر یہ بات فرض کر دی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی پر کیوں نہ حکم کرنا ہو لیکن کسی طرح اس کے ہاتھ سے عدل نہ جاسے پاوے علیہذا القیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تھا کیونکہ عہد کرنے کے بعد بد عہدی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرنے تھے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے جو طاعی لڑنے اور مدد پر تیار تھے عاجز ہو اور نہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشت عبادت میں بیٹھا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپ لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تھا اور آپ کی امت نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور جہجہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ واعید ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے منہ سے ایک تیغ رواں نکلے گی تاکہ آپ لوگوں کو اس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا بلکہ سچ سچ اس سے انھیں تیار ہی دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے ان بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑ کر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپ نے کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے بھر دیا اور انھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان رونے زمین سے اپنے خدوم و شتم کے اتفاق کر کے آپ سے جنگ کرینگے پس شاہان خیر اور عرب کی دیگر قوموں کا منفق ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا ایسی کافی ہمتا

ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو قرآن میں صادق آتا ہے (۶۵) کہ مکتے پاس دو دھاری تلوار ہوگی اور بڑے بڑے جاہل و ستم
ان مقام میں گئے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں گھسیٹینگے پس بلا شک یہ دونوں باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷)
اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خواجگاہوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ انکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یا خدا سے انباجی خوش کیا
کرتے ہیں یہاں تک کہ سو جاتے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کرینگے پس اسکی مصداق انکی نماز ہے کہ اس سے پہلے
بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو انکی نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی اسکے علاوہ ایک کن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل
ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الفطر کی تکبیر ات تو مشہور ہی ہیں بہر حال انکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر
ہوتی ہے اور ان پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو تفسیر میں ہے (۶۹) کہ خدا نبی اسرائیل کو اسے غیرت دلائیگا اور ایک جاہل
فرقہ سے ان کو غیرت دلا کر غضبناک کر دیا ہے کہ قوم عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سولہ نبی تھے
کے اُسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اسوقت کے یہود کا حسد مسلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے
جنہیں بے مانگے مراد ملیگی ایسے کہ انھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کہ پر وہ مضمون
جو انبیاء میں ہے صادق آتا ہے (۷۱) کہ وہ باجہ ہوگا کیونکہ بعد اسمعیل علیہ السلام کے اس میں کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وہ
وحشی دینے خاناں برباد عورت کے بیٹے ہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ باجرہ علیہا السلام کی اولاد ہیں جو بنو زہرہ مطلقہ کے ہورہی
تھیں اور دوسرا قرینہ اسکا یہ ہے کہ اسمعیل کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی آدمی ہوں گے جیسا کہ سفر کنون میں مذکور ہے اور انکو
والی عورت کے بیٹوں سے سارا علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس کہ جو باجہ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اس خطاب کرینکا
رازا ظاہر ہو گیا کہ تو خدا کی ہاکی اور وحدانیت بیان کر دیا اور شکر کا اظہار کر دیا کہ یہ نہ کہ خاناں برباد ہوا ہوگی اولاد سے جو بنو زہرہ مطلقہ کے
ہو رہی تھیں بہت سی سارا کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر دار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
طفیل سے کہ جو جو مت حاصل ہوئی ہے وہ عبادت گاہ بنیں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجانے کی
وجہ سے جو کہ کی توقیر ہو رہی ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ مثل ضامیہ کی بتلائی ہوئی علامتوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کر چکا اور بلا استثناء تمام
عہدہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل جو اس موقع پر انجیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی
رحم الہی صاحب نے ایک دوسری نشارت کے ذیل میں براہین رحیم میں اسکی تفسیر کر دی ہے ہم انکی عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ایک اور
نشارت بھی معلوم ہو جائے گی صحیفہ سعید علیہ السلام باب ۲۸۔ وکس ۱۱۰۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور چینی زبان سے اس گروہ کے ساتھ آتے
کر گیا اور پیدائش کے ۱۰ ہویں باب کے وکس ۱۲ میں نسبت اسمعیل علیہ السلام کی مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اسکے بر خلاف
ہوں گے اور وہ وحشی نعوذ باللہ من الخریف یعنی اسماعیل علیہ السلام عربی اللسان تھے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہے انجیل
سیحی اور نہ زبان سیح علیہ السلام انتھے مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ وکس ۱۲ میں وحشی تحریف ہے لیکن خبر ہمارا اصل مطلب اب بھی ثابت
ہو چکا کہ یہ وحشی اسمعیل علیہ السلام کا وصف نہیں اور وکس ۱۱۰ میں وحشی اسکے سے ہونٹوں اور چینی زبان الخ سے مراد اسمعیل کی زبان ہوگی
اور انکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر اسمعیل علیہ السلام اور چینی زبان میں جو کہ با آبی نازل ہوئی قرآن شریف ہے نہ کہ
کیونکہ وہ عبری تھی ۱۲ انتھے جس

علامتیں آپ کے حالات پر منطبق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں تشریح سے بھی کچھ زیادہ اور پر مشترک عدد ہی کثرت کے اظہار میں
 بہت کچھ بڑھا ہوا بہا تک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے نہ تو ان میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب
 کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا
 کہ میں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی گئی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا
 ہے کہ بعض علامتیں پائی ہی نہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آئے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہونا کا اطلاق ہو سکے
 کیونکہ ان کے حالات اور ان علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو کٹ
 کرتے تھے لیکن سلاطین ان کے مطیع نہیں ہوی اور نہ انھوں نے لوہے کی چٹری سے لوگوں کو راہ راست پر چلا یا اور نہ وہ
 دشمنوں سے بڑے لڑائی لڑے بلکہ اسی طرح اور علامتوں کا حال سمجھیں اور پھر ان سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور
 گوناگون ہونے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہو جائے کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے
 اتفاقی طور پر جمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہہ دی تو بات
 ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں اور سب بات کا کوئی عقلی یا عرفی
 مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں
 تو اب ہی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابی آئے نہیں امیدہ ہیں گے تو یہ بات نا عاقبت
 اندیشی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سرسری سوچ ہے اور یہ کہہ کر ایسے شخص کی اطاعت
 سے جیسے کہ ساری علامتیں محقق ہو چکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی
 گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے پہلا غور تو کیجئے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اس سے یہ کہے کہ اس
 شخص کو بدینا جو تھوڑے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے تیرے مالک نے خط
 دیا ہے اور اسکو اس شخص کی چند علامتیں بھی بتلا دے جبکہ دو آدمیوں میں بھی جمع ہو جانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال
 کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر ٹھیں اپنے مالک کی
 بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر یہی اسے خط نہ دے اور اس ندینے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلا یا ہوا
 شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اس بات میں ذرا ہی شبہ ہو کہ اس نوکر نے اپنے مالک کے
 کہنے پر عمل نہیں کیا اور نہ اس کا مستحق ٹھہرا اور محقق بات کو چھوڑ کر ایک امر مہموم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوئے اسکے دوسرے ایسی ہی
 کوئی دوسرے شخص کے اور کیا ہو سکتی ہے پس ہلوگ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں منطبق ہونیکے بعد ہی اگر آپ کا اتباع
 نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گزر ہی گیا ہو اور کوئی دوسرا
 عہد مترجم کتاب ہے کہ علامہ علامت مذکورہ کے کتب سابقہ میں اسے بخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ ہی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی
 رحمہ آہی صاحب نے اپنی کتاب تاریخ حیدر کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۱۱ سے لیکر ۱۵ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل و براہین
 زمانہ بخت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی ثابت کر دیا ہے جو عرف و ادب میں اسکو بیان نقل نہیں کر سکتا شائقین نہیں دیکھ لیں ۱۲

آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہو کہ بھی اسی کو کر کی طرح راہِ راست سے منحرف ہو نہیو الا ٹھہرنے میں تامل نہ کرے گی پس اگر بعد اس بات کہ
یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ٹھہر چکے اور ان میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں
اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو خیالیئے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک
ذرا بھی مخفی نہیں یہ کہہ سکتے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر
نجات پا جائیں گے؟ یا ہم یہ کہہ سکیں گے؟ کہ ہم نے تو ان کی تصدیق سوجہ سے نہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار تھا کہ اُن کے بعد کوئی دوسرا
شخص آئیگا اور پھر اگر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تھے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم ان کی تصدیق جھوٹ کر کسی دوسرے کے انتظار
میں بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہم نے ایسا ہی کیا محقق امر کو جھوٹ دیا اور امر موہوم کا انتظار
کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھہر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں بیشک بات
یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو صحیح جانیں اور اگر اسطور پر جیسے کہ حق پہ ہند لال کر نیکی لیے
کبھی محال ہی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اُن کے رسول نے علامتیں
بتلائی تھیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم چونکہ ہی جائیں تو بیشک ہو کہ ہرگز نہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اس وقت اپنے سے
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور
سارے آئندہ واقعات کی ہی تجھے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس سچے رسول سے پہلے سبکی علامتوں سے
تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا داعی نبوت بھی ہو گا کہ جس میں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائیں
تو کیا تیری حکمت کا ظہور ہر مانی اور حجت کا یہ مقتضی نہ تھا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ
کر دیتا اور زیادہ نہ بھی ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے
کا پتہ لگ جاتا اور اسے بھی جانے دیجئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تھیں اُنسا اور کہہ دیتے کہ یہ
جھوٹا داعی نبوت بھی ہو گا جس میں سب علامتیں موجود ہوں گی اُس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان لوگوں
سے ہو کہ کچھ بھی نہیں بتلا یا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضی ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہو کہ معاف رکھ دیا اور اپنے
مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہو کہ غلاب نہ دیکھا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہاں
تو جو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے ایسے کہ وہ ہو کہ میں ڈالنا اسکی حکمت کے نقصان کا
باعث ہے اور اسکی حکمت میں سارے نقصانات محال میں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ہی محال ہے
اور کسی طرح نہیں ہو سکتا پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم ایسی حالت
میں ضرور وہ ہو کہ میں پڑتے اور ایسی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ممکن ہی نہیں میں یقینی طور پر معلوم
ہو گیا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جس میں ذرا ہی شک و شبہ نہیں پس ہمیں ان کو
پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہر
صیرح عقلوں نے صاف ہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علاقہ میں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانہ کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوئی نہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے پورے سے بڑی خوشی حال ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں انکی دلیل اور ہی قوی ہو جاتی۔

کتب سابقہ
کی وہ علاقہ
جو رسول اللہ
کی زمانہ کے
بعد ظاہر
ہوئی ۱۱

بیان اسکا یہ ہے کہ آپ پر وہ مضمون ہی صادق آتا ہے جو فرمایا (زبور) میں ہے (۵۷) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت تصرف میں ہو جائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ ہند۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے ممالک پر ان کا تسلط ہو گیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اسلئے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیں کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دیا گیا اور پھر صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہی انہیں ہی ملاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

(۵۸) اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آباء کے عوض میں زمین میں سرور انہیں گئے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے ستیرے بن حجاز اور غیرہ میں سرور گذرے ہیں اور انکے بیٹے انکے قائم مقام بنے ہیں (۵۹) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دور میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ منقضي ہونے کی آپ کی امت کے در بیان اذان میں تائیدیں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۶۰) اور یہ کہ مختلف فرقے آپ کی شاکر گئے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس۔ ہند۔ و غسان افغان۔ قزاق۔ اور بربر پڑواں وغیرہ کے فرقے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف و ثنا کرتے ہی ہیں (۶۱) اور یہ کہ آپ کی بابرکت تھیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد معانی میں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر بابرکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ نبوت نصر کی خواب کی تعبیر و خیال نے بتلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۶۲) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملے گی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصاً بلاد فارس پر جسکے بارہ ہیں یہ خواب نہایت توڑے بنی مانڈ میں تسلط ہو گیا (۶۳) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہو گیا ہو اور پھر اسے ٹھیکری ہو ہے۔ تانبے۔ چاندی اور سونے کو پس ڈالا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور شیت و نابود ہو گئیں کسی کا نشان ہی باقی نہیں رہا (۶۴) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو بہار ہو گیا ہو اور اسے بہت کچھ زمین گیر ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم ہی قبل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو سنی میں ہے (۶۵) اور یہ کہ اسد کا لکونی حکم اس رائی کے دانہ کے مشابہ ہو گا کہ جسے کسی آدمی نے لیکر کسیت میں بولایا ہو اور پھر وہ بڑا بکر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہو گا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اسلئے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے کا یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیوع نصیب ہوا۔ اور وہ بہت کچھ بڑھ گئی اور اسکے عروج کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصاً اس حالت کے بعد تو کچھ پوچنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی۔ اس سے احکام

مستطاب کے اور اسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی امت کو دیدی جائے گی جو اسکے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام - عدل - اور آداب کے اعتبار سے کوئی شریعت اُسکے ہم پل نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اُسکا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون قرآن میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بھر سے لیکر دوسرے بھر تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی امت بھر سند سے لیکر بھر پنجہ کے اُس سر سے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ نہر سے لیکر زمین دینے خشکے کے سر سے تک مالک بن جائیں گے پس آپ کی امت نہر از دن سے لیکر جو داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی شہرہ و ترقی بلاد عرب کی انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سر ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بھر اوقیانوس جنوبی مشرق ہوتا ہے اور جو مضمون اشعیا میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی امت پر صادق آتا ہے (۸۷) کہ اُن لوگوں کی دینے مسلمانوں کی تلوار تیر و کمان

عہ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی تحقیق کے موافق ہے کہ مصنف حمید یہ سے اس مقام (نشرات ۷، ۸، ۹، ۱۰) پر شائع واقع ہوا ہے ایسے ہم جنس کی کتاب براہین رحیمہ سے نقل کرتے ہیں (صفحہ ۱۵۱) ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمسہ صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) باب ترجمہ عربی سلسلہ - اخیر قافی العربیہ دینی قیدار پہلے باب کی دوسری فصل میں اُن درسوں کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنگا ذکر پاک اس نشارت کے پچھلے درس میں ہے ان شہر سوار کے وطن کا بیان اُن درسوں میں ہے یعنی عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت ہی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے یعنی سینا ذبیحہ اعلیٰ علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ تیرھویں درس کا بیان ہوا ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمسہ درس (۱۳۲) پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ گے تیار کی سرزمین کے باشندہ دروٹی لیکے ہانگے والے کے لئے کوٹھو - درس (۱۴) کیونکہ کھٹے تلواروں کے سننے سے نگی تلوار سے ادا کچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے ہانگے میں درس (۱۶) خداوند نے مجھے یوں فرمایا نہر ایک برس ہاں مزدور کی ٹھیک ایک برس میں قیدار کی شمش جاتی رہی کی درس (۱۷) اور تیرا گزار دن کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خدا نے اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے - انتھتے - چودھویں درس میں ذکر ہجرت سید ازل صلعم طیبہ یعنی مدینہ منورہ کی جانب ہے ادا آپ کو اس سفر میں شدت کی پیش آئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دودھ چروا کر دیا کہ کسی بنا کر کا تمام حیات بخش اس دجان کو پلائی ہے اور موافق ارشاد ہی درس کے ”اے نبی کی سرزمین کے باشندہ دروٹی لیکے ہانگے والے کے لئے کوٹھو اور پیاسے کا استقبال کرنے آؤ تھیں دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آمد کی خبر گرم تھی تیار یعنی طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور کہ سفر کے رستہ پر منتظر طوع و رغبتی حال احمدی کے ہر دن چڑھتے تک بیٹھے رہتے لہذا درس (۱۵) کیونکہ دسے تلواروں کے سامنے سے لائیں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہ یہی بنا جو بیان فرمایا بیٹھے کہ تمام قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا کہ ایک تلوار بن گئی ہیں اسی سبب سے جمع کو صیغہ ۱۲ کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع ”ہانگے ہیں“ شہریت صدیق رضی اللہ عنہ اور ہادی کا بھی ہے - درس (۱۶) خدا نے انہیں اس ارادہ بد کی سزا کا بیان ہے یعنی ہجرت سے برس روز کے بعد قریش جو قیدار کی اولاد میں ہیں اس ارادہ بد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور ہلاک جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذن قتال ہوا اور انہیں چھینے ہجرت رسولی تعظیمن صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ بدر ہوا اور اس میں کے ہالے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوئے اور قید ہوئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

اور سخت لڑائی کے سامنے دشمن ہواگ کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عجب کے مورث اعلیٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کھانوں کی نقد اوگھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی امت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد ہیں نہ علاقہ قومیت اور آپ پر یہی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھیری آنکھیں اور ہرے کان کل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحراؤں میں چٹے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائیں گی اور بجائے رگستانوں کے باغ کھلیں ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشمے ہیں گے اور یہ اس طرح صادق ہے کہ خلفائے نے راہ حجاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدس کہلائے گی یہ طرح کہ اسکے مذہب کے موجد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں انہیں گزرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اُنہیں کوئی ناپاک نہ چلے گا کشتیاں مشرکین کو مسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور انہیں چلنے والا سوچے کہی کہ تہ نہ ہونے کا کہ انہیں بہت سے نشانات ہوئے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج انہیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ انہیں ہر کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کر نیوالے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کر نیوالے ہیں جنکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صہیون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور انہیں میں سے صہیون بھی ہے اور اس طرح کی دوسری اس وقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب اُن حاجیوں کو لیا جاتا جو بلاد قدسین کی جانب واپس ہوتے وقت میز رب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حیرتوں کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے اور اُن کا گانا یہی اپنی مولا کی اس بات پر یاد کرنا ہے کہ اُنہیں انکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبی کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ بہتیرے کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں کہنتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اسکے ساتھ ہی اُنکے عزیز واقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہر بے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کہلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت دل کھول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی شقیں سفر حج میں اُٹھانی ہوتی ہیں اتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حال کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی انہیں یہی تمنا ہوتی ہے ہر حال میں گناہی ہی نہیں بہرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے ہیں کافی ہے آپ کا

فرض تو ادا ہو چکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ وہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بہر جائے اور کیلایا سیاحت ہے جس سے تشنہ کو سیرانی حاصل ہو جائے اور پھر جی تقاضا نہ کرے۔
اب تہنہ سن لیا کہ اسہنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ انہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرطبینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور انکے معذرت بڑھ چائے ہیں۔ بختیشت آدمی تلف ہو جاتے ہیں یا ڈاکو گمشادیوں سے ٹھکر مار ڈالتے ہیں پھر ہی تمام اطراف عالم سے درجیہ کہ کا شفر بخارا بخارا رزم۔ افغانستان بلخستان۔ ہند۔ چادی۔ دغستان۔ کرتج۔ قوقاز۔ فارس۔ رومی۔ اصفول۔ ملاو کوکس عراق۔ مغرب یمن۔ سوڈان۔ اندرون فی افریقہ مصر اور شام وغیرہ کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

وہ کو گری کی شدت پہنچتے ہیں راتوں کو سوناہرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اپنے اہل و عیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالتا ہی ان کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور تہیہ سے پیادہ یاادیہ بیانی اور دشت نوری کر کے حج کو جاتے ہیں اور ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور انکو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ پہلے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت ادن کا یہ قول سہہ کہ انکے سروں کے اوپر حجت و سرور پایا جائے گا جو حجاجوں کی اس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو انکو اپنی نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکہ کی زیارت سے حال ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور انکا یہ قول ہی (۹۹) ان کا غم دور ہو جائے گا ظاہر ہے یعنی اس مبارک زیارت کے حاصل ہونے سے پہلے جو ان کے دل میں غم و الم ہو گا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ان کا یہ قول ہی صادق آتا ہے (۱۰۰) کہ انکی بے سرو سامانی جاتی رہے گی یعنی وہ بے سرو سامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج انہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ فوری سوغاتیں ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے احوال پر منطبق ہو گئیں اور اہل نظر کے لیے انکا انطباق سپیدہ صبح کی طرح ظاہر ہو باہر ہو گیا جس میں تردد کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک ہی باقی رہتے تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے ہمتا ہی واضح طور پر استدلال کر نیکا موقع ملتا۔ تا بیان اسکا یہ ہے کہ انہیں کتابوں میں یہضمون ہی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ نہنا فتوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جہوں بولنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہو گا کہ جسے عمل کرنے والوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنے والوں کی کلائیاں ٹوٹ جائیں گی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جیب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ تا بود ہو جائینگے اور وہوئیں کی طرح فنا ہو کر رہ جائیں گے۔ اب دیکھئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود دیگر صدیاں گزر چکی ہیں لیکن کس ن آپ کا ذکر مٹ گیا آپ کی امت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں ہلاک لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر غرب تک کہاں تک اور کیا ساری قریب قریب ہر شہر میں ناز اور کچھ علاوہ تیری سبائے تیرا ثون ہر ایک کا ذکر کیا کرتے ہیں اور کوئی مبراوان کا دیشی لگی ہے کہ نام پکا راجا جو لایا تھا ہے ہی کہ تو انکو حکام کے ساتھ لکھا تھا

فمن انکم ایلی الشرف
وہست کے حق نظام
کے ساتھ رہنے سے
آپ کے صدق پر ایک
عمرہ اور نیا استدلال

اور پھر پوچھیں نہیں اس کے ساتھ ہی آپ کے اسم مبارک کی بڑی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ آپ کے لیے بہلائی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ آپ کی تعریف و بان پر اور محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر خدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں حالانکہ منصب و مقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین امراء و سی غرت و ائمہ اور فقہاء خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں استثناء عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خال پاک کو اپنے دلی دواسجھتے ہیں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحاء کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن و خوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں انکی نذر گزرائی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھنے کے ہمیشہ سی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اس کے مدد کرنے والے بکثرت پائے گئے ہیں تمام فرقے اسی کے خوشہ چین رہے ہیں اسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب و عجم کو راستہ سوا ہے آپ کے متبعین کی طرف نظر اٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین ان سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کچھ آپ نے سنت و فرض کے لیے مقرر کر دیا ہے سب اسکی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کس قدر اختلاف کی جھلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرتے وقت اسطرح پیدا ہو گئی کہ آپ کی شریعت کی بعض احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھ و نہ خدا خواستہ اصول میں اون میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں حشر و نشر کو مانتے ہیں جنت و دوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ امتنا زمانہ گزر گیا لیکن اُنکے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے مملو پائے جاتے ہیں جس جب یہ حال ہے تو نہرا کہ مسلمان کہ ہر سے ہلکے ہوئے کیوں نہ ان کی کلائیاں ٹوٹیں اور وہ دہوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ کسی انکو جس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا جو خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اس سے مستثنیٰ ہو جاتے۔

اب رہی یہ بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اسکی تقریر یوں بھیجیے کہ اگر وہ لوگ اس زمانہ تک رہتے تو اسطرح کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین اگر ان خطا کار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جنکا کہ فرامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں انکو پیش آتیں خدا انکے ذکر کو نسبت و نابود اور انکو ہلاک کر دینا وہ دھوئیں کی طرح فنا ہو جاتی اور انکی کلائیاں ٹوٹ جاتیں وہ لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی ربانی رب نے جو خبر دی تھی اس کے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ان باتوں میں سے انکے سادہ کچھ بھی نہیں کیا پس اب دینیک یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ لوگ دینے مسلمان ان خطا کاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اس کے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع بچے اور خدا کے دوست ہونگے اب اسوقت اگر ہم اسکی تکذیب کریں گے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکو توڑیں گے تو بلاشبک خدا سے لڑائی کر نیوالے ٹھہریں گے جس طرح کہ یہو کے معلم مالائیل نے حواریں کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال میں مذکور ہے کہ اگر وہ دینے حواریں کی رائے اور انکا عمل خدا کی جانب سے ہو گا تو اس کے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہو گے تاکہ تم خدا سے لڑائی کر نیوالے نہ ٹھہرو۔

اور جب اس فرقہ کا استدلال اس طرح مرتب ہو گیا تو تم انکو ضرور خیال کرو گے کہ وہ بڑے کامل یا ان واسطے ہیں جنہوں نے اپنے دلکے شیعہ ٹھائیے اور یہ کہنے لگے کہ خدا بے قائل شیطاں اور خواہش نفسانی کا بڑا کر ہے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے در نہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی باندی کے پیچھے لپک کر فقیر بنے رہتے۔ بہلاق ہی کوئی شرمائے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کوئی اختیار کر سکتی تھی جو شے اگرچہ سر و دست ہی مجاہدے لیکن بالکل بقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے ممکن ہو سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح دیکھا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کہی پسند نہ کرے گا۔ اور ہمارا تو لچا و ماوے خدا ہی کے پاس ہے پر ہم کیونکر انکی طرف متوجہ ہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے در نہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھلائے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوت کر سکے۔

جسٹاف فرڈینانڈ
آداب کا خلاصہ

رسالہ کی دوسم
کی ویسٹن آئی ہیں
عقلی اور حسی

اور امین سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے خلا سفر تھے شرعی سابقہ سے بخوبی واقف تھے انکے اسرارہ فوائد کی خشک میں ان کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بڑے کاموں میں چھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں کچھ عقل و درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسند یہ طریقہ عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہو کر تھی میں سری قسم معجزہ یا خارق عادت امور میں جنکا واس سے اور اک ہوتا ہے اسکے طلب کرنے پر وہی قسم کے لوگ ہو کر تھے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے بغیر پر ہی کمزور ہوتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لائینی باتوں کی فرمائش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک بن جائیں جس میں کجوروں اور انگوڑ کے درخت لگے ہوں جا بجا ہمیں بہرہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بن جائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپ کے چڑھنے کو ہی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اسے پڑھ سکیں اور ان معاونوں کا ہونا رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھے یہ پہل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کرتا ہے اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا یہ ضرور ہے کہ اسنے مجھے منصب سالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اسنے مجھے حکم دیا ہے نہیں پھینچا دوں سو وہ میں کر چکا اب نہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پروہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کی جاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سجدہ داروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہو کر تھے

جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے پہنچاتا ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ سکتے ہیں مثلاً آپ کا شریف نسب ہونا خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا سقیم ہونا اب میں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی مشہدیت میں غور کریں پس اگر آپ کی مشہدیت میں یہ سب باتیں پائی جائیں گی کہ وہ ہر گوارے سے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور جسے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اس کی تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آئے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جن سے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔

(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے وجہ کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جن کا نفع آخر کو ہر لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھائی ہوئی عبادتوں میں اس راز کی ضرورت عاید کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بیبردار ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ اپنی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو شاہدہ اور یقینی دلائل کے باطل خلاف ہیں۔ اور یہی عبادتوں سے منع کرتی ہوگی اور رسالت کو جائز نہ کرتی ہوگی کہ آدمی مجائے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کی ایسی رذیل اور صاف میں آلودہ ہو جائے جو ہنسنا بیت میوب اور مذہب خیال کیے جاتے ہیں اور یہی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑی اور انتظام درہم و برہم ہو جائے اور ہر گوارے عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب شیریں اگر یہ سب کچھ ہوگا تو لینک

آپ یقینی اندر کے سچے ہوتے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور انکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات ہی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس ہر وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لینگے اور اگر کریں گے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کر دینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ برآوے ہو جائینگے یہ کہہ کر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمائش کی

بعد انھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں اور انکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت ہی نہیں لازم آتی اور اسکا یہ ہی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ عقائد پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اسلئے درجہ کی تدبیروں کو اختیار کریں جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور انکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُن نے

حکم کیا ہے وہ ہی ایسی ہیں جن سے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ ہمیں اور یہی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جس سے لوگوں کو تدارد واقعی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہو کر بری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور یہی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری ان کا ثمرہ ٹھیکہ ہوگی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

اس فقرہ کے
استدلال کا
اجالی بیان ۱۱

شریعت کے
عقائد حضور
شکل میں ہے
استدلال ۱۲

اور کیا سمجھو اور اس بات کا یقین اور عقائد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے
چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اسکا ارادہ
نہایت ہی تام ہے۔ اسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اس کے سوا تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں اسکا ان ساری چیزوں میں سے کسی
کی ہی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ
رہے گا۔ نہ اسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے مقصد و
اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اس کے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو اسکی
دست سے باہر ہو اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر سکیا لایا ہے اور نہ تدریک کرنے والا اس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے
اس کے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دو چیز
ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بجا تصرف کرنا یا نام ہے اور اس کے بجائے تمام کائنات کا علل الاطلاق حقیقی مالک ہے اس دنیا کے
علاوہ اس نے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جن میں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسائش میں رکھنا اور دوسرے میں
نافرانوں کو سزا دینا پس اس نے جس طرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اسی طرح بعد فنا ہو جانے کے ان سب کو پھر زندہ کر دیا
تاکہ مطیع کو جزا دی اور نافرمان کو سزا دی ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دو تہذیب و تمدن کا حال۔ وہ سبوں پر ظلم و جبر کرنا اور ان کے
ساتھ کفر کرنا اور انہیں اس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بچارہ مظلوم یا مہربان ہو اور ان دونوں میں کوئی فرق باقی
نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا
اس سے پاک ہے کہ اس کے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اس سے
صاف ہوگا اس اختیار سے کہ خدا سے صاف ہو اسے ضرور متعین ہوگا اس نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ
خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدہ کی تعلیم کریں کیونکہ انکی عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام
صفات کمالیہ کے ساتھ منصف ہے جیسا کہ اسکی آلوہیت کا مقتضایہ ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفات ہیں کہ جب تک
وہ رسولوں کے ذریعہ سے اسکی اطلاع نہ ملے محض انسانی عقل اسکو سمجھ نہیں سکتی اسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے
کہ لوگوں کو انکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور ان کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ مقتضایہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آدمیوں
کے دو قسم کے اخلاق دینے تو ہیں یا خواہشیں پیدا کیے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جس سے ان کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے
اخلاق ان کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ ان کے ذریعہ سے اس عالم کے آباد کر سکیں اور ترقی کریں
جہاں کہ انھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا
جاتا تو ہر خواہش کرنا والے کو اسی حد تک پہنچ کر رک جانا پڑتا اور اس کے قدم بڑھانے سے بالکل ہی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار
میں فرق آتا اسی لحاظ سے مطلق دینے قوتوں یا خواہشوں کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ انکو اس قابل بنایا کہ
اپنے مقصد و اختیار کے موافق ان قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جاسکے اس لیے ان اخلاقی سلیک کی نسبت یہ اندیشہ پیدا

رسولوں کے
بھیجے ہیں کیا
حکمت ہے

ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہ ہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس اب مصلحت ایسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دی جائے اور اسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اسے باقاعدہ کام لیا اور ان کے بیوقوف جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر آگئیں جسے اس کا ضرر دفع ہو جائے اور نفع ہی حاصل ہوتا رہے اور اس طرح سے اخلاق سنیہ ہی اخلاق حسنہ بن جائیں اس کام کے لیے رسول دو مؤثر ذریعوں سے کام لیتے ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور انکو ڈرانا اور اسکے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کر نیکی کی دلائل بھی قائم کرتے ہیں جس سے ان دو فطری قوتوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اس طرح بھیجے کہ لالچ ایک بُرا صفت ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کب معاش کرنے باغ لگانے اور سکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف ہرگز نہ اٹھاتے اور اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو طوح طرح کے جھگڑے اور جڑائیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کری اور یہ سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کی اس قوت کو زندگی کی ضرورت کے حال کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اس طرح سے اسکی ترقی کی رقار میں فرق ہی نہ آنے پائے گا اور ہر ایک کی ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہیں حکام اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں، اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نہایت کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی، امانت داری، ہمنشا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور ان کے ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آئیں والی ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اس سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر دہی تباہی باتیں انہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو ان سے نفرت اور انکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُسے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہو گئی ہے اور خدا نے اُس پر معصیت کا اطلاق کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جسے نہ اُن کا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ اُنکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر معصیت کا اطلاق کرنا اور اُس کے جانب گئے باز پرس ہونا محض اُن کے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ یہی یہ بات کہ اُسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں کہ خدا ایکتا ہے اور وہی ایکلا علی الاطلاق کمال کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو اُن نے اپنے متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہو کرتے ہیں پر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ رہیں پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بھیجی اور توں سے خطا کرنا جھوٹ بولنا و غابازی کرنا کفر کرنا بت پرستی یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

رسولوں کی
کیا شان تھی
ہے ۱۲

کی تعریف کون اُنکے نام تعظیم و تکریم سے لیں اُنکے ساتھ توقیر سے پیش آئیں اُنکا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اُسپر عمل کریں
 ہاں وہ احکام اس سے مستثنیٰ ہیں جو انہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے
 لحاظ سے خدا تعالیٰ خیر و حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جسے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔
 اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سکھانے کا ہی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات - اخلاق - اور آداب
 میں نافع ہو اسکا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتمم باشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے پچھنے جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے اُنکی تصدیق جائز کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں اُنکی بجا آوری بلا چون و چرا
 کرنا۔ اسی طرح اُسکا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کرے کہ اپنے
 تمام اُن چیزوں سے احتراز کرے جو اُسکے دین میں مضرت ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے
 عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اُسکی آنکھوں کے
 سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئی صبر کیا کرے یعنی دشمن اور الہم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز
 خدا کی پسندیدہ ہو اُسپر رضی رہے جیسا کیا کرے اور جیسا ارتکاب افعال شنیعہ کے خوف سے جی ترک جانے کا نام ہے۔ علم سے
 پیش آئی یعنی جو شخص غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنی خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا
 ہے مگر حد و دوج مضرت عام ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت و کرم میں کوتاہی
 نہ کرے۔ شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو بغیر کیا کرے یعنی دین و آخرت کو کھت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم
 رہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبراؤ دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو
 نفع پہنچانے کی سعی غربت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی خواہش نفسانی کے بچان کے وقت اپنا جی
 قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے
 پیش آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفتی کا برتاؤ کرے اور وہ امیر جمیل تک پہنچا منوالی چیز کی عمدہ
 سے پیروی کرنے کا نام ہے جس میرت کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اُس سے محبت کرے محبت
 کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کرتا رہے خدا سے ڈرتا رہے اُسکی ذات سے اُمید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور
 اُسکے حوالہ کر دے اُلفت کا برتاؤ رکھے اور وہ مصطلح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کر نیک نام ہے وفادار بنے صلہ
 رحم یعنی اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اُسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ انابت
 بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دینی اور دنیوی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت
 روی اختیار کرے۔ کوشش پیرا تا وہ رہے ہماری بہر کم ہمارا ہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو خدا کے
 ساتھ اہل حال کرے دل میں اُسکی محبت اور شوق پیدا کرے یا سانی اپنا شمار رکھے دین کو ضروری سمجھے یعنی اعمال جمیلہ
 کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ استقامت اور رہتی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنی اسی چیز پر اختیار کرے جس سے نیک نام
 دل کا نرم رہے یعنی دوسرے کی تکلیف پر غصے اعموم اسکا جی دیکھے۔ پاک کمائی حاصل کرے یعنی بغیر کسی قسم کی ذلت و شائبہ

شریعت کن چار
 حصہ کا حکم کرتی ہے
 اور کن اخلاق
 سے منع کرتی ہے
 زبان کی کیا تقریر
 ہیں اور کون سے
 اعمال قبیح ہیں اُن
 سب کا بیان ۱۱

اور بدوں کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اپنے موقع پر خرچ کیا کرے۔ غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ ہستی اور
 بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے
 اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے طاعت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمید ہیں
 شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے وہیں آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کر کے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے
 اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے، اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت
 نہیں دیتی عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے اور مرد
 نہ ہی کی مخالفت نہ کی جائے خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ رہا کو چھوڑ دے یعنی لوگوں کے دکھلانے کی
 غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لیے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے
 کہ آدمی عمل کر کے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسے اسے عمل کر نیکی توفیق عنایت
 کی حمد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت نائل ہو جانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہو کر کے کسی
 عداوت پر اقامہ نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لیے ہو اسکا مضائقہ نہیں تو دوسرے باز رہے اور وہ ایسی شے پر جو اس کے
 قابو کی نہ ہو بجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدگمانی اور بدگمانی جبکی شریعت میں کوئی سند نہیں
 نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تلگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اڑانے پر آمادہ
 ہو جائے نازیبا امور کے لیے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے کچھ
 سنگدلی اور کوششی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بیجیائی کے پاس نہ پیشگاہے استقلال نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ
 انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے
 اس کے غصہ اور عذاب سے بچو نہ ہو۔ امور دنیاویں سے اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرے دین کے معاملہ
 میں ٹھیسلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچا نہ رہے ناحق کسی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے
 جان بوجہ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور
 حرص نہ کرے فہم وہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے یہ موقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جو
 میں نہ آجائے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل
 سخت نہ کرے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کر سکے۔ زبان کی بہتری آفتیں ہیں جسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلیزی نہ
 کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کرے جسکا ظاہر سونا اسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی
 نہ کرے لوگوں کی اوتزدلیل کے درپے نہ ہو یمن طعن اور گالی گلوچ کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے یہودہ چیزوں کو سہلے
 کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے سب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنی دوسرے کی بات
 میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ فحواہ اعترض نہ کرے۔ محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لیے گفتگو نہ
 کرے۔ بجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ مذید پن نہ کرے ہاں جو جھوکوں مرنے لگے وہ معذرت ہے۔ منہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہیے۔ بیوقوف سفارش نہ کرے نیکی سے منع اور جرائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور دشمنی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لیے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے رو نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کائے ہر شخص جسکے ماتحت ہو اسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت نیچے کسی تیسرے کے سامنے وہ شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اُسے بوجہ پیرانی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کریگا ارادہ کرتا ہو سکوا گناہ کا راستہ نہ بنائے ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت دی ہو یا جس سے شرارتہ کثرا ہو لایعنی باتوں کے مکمل سے علیحدہ رہے غلام کو اسکے مالک سے اور عورت کو اسکے شوہر سے ہکا کر گشتہ خاطر نہ کرے چھوٹی شہادت نہ دے سچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے بھولی یا ر سا عورتوں کو تہمت نہ لگائے مردوں کو گالیاں نہ دے بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چپائے۔ جان بوجہ خدا و رسول چھوٹ نہ باندھے مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ فتنہ سے محفوظ رہیں۔ بیچاری کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشاںک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو انداز پنچے خیرات کر کے احسان نہ جتائے مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹھہرے۔ مریض پر جو کچھ فرض ہو اُسے نہ چپائے بلکہ صاف اقرار کر دے کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زباں درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ نہ کرے غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اسکی غلیبہ بت میں ایسی بات کہنا ہے جو اسے بُری معلوم ہو اور یہ زباں کی ایسی ہفت ہے کہ لوگ اسیں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہتیرے قبیح اعمال وافعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے منع کرتی ہے دعا بازی اور نکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالفت ہے اور وہ لوگوں میں گڑبجھاؤینے کا نام ہے خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی خونریزی خودکشی حرام کاری اور طواغوت کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہو ناجائز تبلاقی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گہشتی ہے خصہ صا زنا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی نسب کے بارے میں لوگ دبو کا کہاتے ہیں مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جسکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچہ اسوجہ سے کہ گناہ یورے طور سے کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہوتا جدا ضلیع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اسیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہ انک کوئی بیان کرے شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرانی عورت کو کوئی چھوئے یا تنہائی میں اُسکے پاس ٹیڑھے کیونکہ اس سے ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علیٰ ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے اسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی آیام میں اُسے مقاربت نہ کی جائے اسلئے کہ اسیں سرسرا گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کر سکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا ہی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اسکے حکم کے موافق جو کچھ پر قدرت رکھتا ہو اور اسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے تکلف نہیں رہ سکتا کیونکہ اسیں نسل کی افزائش کے اعتبار سے خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنی وہ اسکا ولی ہو تو تکلیف کرے اسے ہرگز نہ کہ مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز افشاء نہ کرے بن سوز کر کوئی عورت نہ بیکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بیغیرتی نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائی مرد اور عورتوں میں متوسطانہ بنے کوئی نشہ نہ پئے کیونکہ اسیں عقل اپنی فضل نعمت جو خدا نے انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اسکے نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی تمہارے باندی نہ کرے کیونکہ اس سے مال ناحق خطر ہیں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی قصیں نہ کہایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے حساب وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالاکرے بجا مرقعہ نہ پال نہ اڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو قسم کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے دائن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا ملکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکارا ہو تو ہیر ہاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکاء ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کر کر اسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اسکے ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر ایسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اس سے لوگوں کو نہ روکے کسی خاص زمانہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ سیطیح عام رہتوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کینچے اور نہ انکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانا اور انکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ ہی نہ کھائے کہ جس سے صحت میں فرق آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چوڑے۔ آپس میں جگھاؤ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو ضیاع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے جادو کے سیکھنے سکھانے اور اسکے عمل پر کچھ لینے سے باز رہی۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز محکومت نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھے ضرر و خیانت ہوگی۔ سیطیح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لاپرواہ کو معزول کرے اس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذمی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے جہاں مستغنیوں کو رسائی مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و ستم سے نہ پیش آئیں کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ سیطیح اس عورت میں شریک

نہ ہوں جس میں اسکی خصوصیت مد نظر رہی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دعا بازی کے ذریعے
ہو رشوت دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو کچھ گناہ نہیں
کی جیسے دینے میں دلائی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے۔ فضیلت کے نیکے بے کسکو
عیوب کی جستجو اور پردہ درسی کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے۔ یہاں تک کہ دراز سے بھی نہ جھکے
ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنا ناپسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سرسہی پر آ پڑے تو اسوقت کم مہمتی نہ کرے اور بالآخر
اور نہ ہی عن المنکر کو نہ چوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی
قسم کا مظہر ظلم روا رکھے۔ فنون حرب سیکھ کر نہ بہلا دے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا
ظلم کی وجہ سے کارِ منہی کے ادا کرنے میں قاصر رہے گا۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ
نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جو کچھ نہ کرے بلشتیں میں قہقہہ کرنا اور الابلے انصافی نہ کرے۔ اسطرح
اشیا و مشرک کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے کسی بارہ اخوت کے پیچھے
یا دریا یا نہر کے کنارہ قضا کے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظامِ عالم
ہماں و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچا نیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو منع کر
دلائل کے جو فرقان و حدیث سے معلوم ہوسے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بہر جائیں اور پڑھی ختم نہ ہوں۔

شریعت محمدی کی
عبادتوں کی جو
شان ہے اور جو
ان کی عظمتوں پر
پر ظاہر ہو چکا
ہے اعلیٰ بیانات

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں خود کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں
نے دیکھا کہ میں ایسے اعمال بائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سرِ عظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بیشمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر
ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انہیں اسرارِ رحمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت
کے بڑے سے بڑے مرتبے تک سانی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق و مہر کی
تزکیہ کر کے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ شغلِ دنیا
جو اسکے دل کو گیر سے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور خیطانی مہم
کو الگ کرتا ہے وہ اسبات کا وہ بیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گو باہر وقت اسکے قریب ہی رہتا
ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادت میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپس میں محبت
بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو اسنے دردناک
حالات معلوم ہو سکیں تاکہ اذراہ شفقت و احسان اسنے کام نکال دے جایا کریں مثل سابقہ اور اسنے کتبہ والوں کے حالات
یا دیا کریں جنھوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسنے حکموں کو مانا ہے اسنے منیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے
لوگوں کو انکی اقتدار کرنے کی غرضت پیدا ہو اور یہی انہیں کی ہی روش اختیار کریں۔ پھر انکی اور اسنے مطیعین کی تعریف کرتے
رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہِ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔
اسطرح ہر ان عبادات میں جا بجا طرح طرح کے ثمرات مفیدہ اور تداویر نافعہ موجود ہیں جنہیں شخص نہیں سمجھ سکتا اسکا سمجھنا کچھ اہل علم

کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں نہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے بیجا نہیں اور اس خیر خواہ رسول نے نہیں اس کی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اس کی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو مگو چاہیے کہ ناز کی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدا سے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور ناز ادا کر کے اس کے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو۔ پھر وہ ناز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر روحی علم اخلاق یعنی کامیابی اور شکرگاری کی طرف دوڑ کر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آؤ میں کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھ کر ہے اور فلاح خواہ وہ نبوی ہو یا اخروی اسی طابقت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اس کی جزا کے سننے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کمال شے ہے اس کی طرف نازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور بات پر انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصد اصلی نہ ٹھہرائیں بلکہ اس کی شائق نظریں اسی کی جناب کی طرف رہیں اسی کا تقرب نہ نظر ہو اور انکا مقصد اصلی اور مدعا اے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت وہ دونیں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اس پر دومرتبہ تنبیہ کرتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موزن کی کیفیت تھی اب پیچھے ہٹنے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ بھی موزن کے اقوال کو دہرا تے جاتے ہیں گویا کہ وہ اس کی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ انکو ناز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اس کے الفاظ کو نہیں دہراتے کیونکہ بلاتوالے کے الفاظ جواب میں ہی کہتا تو مسخرہ پن کی بات ہوتا ہے ایلے وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نازیوں و ظل ہو کر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوائے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طریق پر ممکن نہیں ہم تو اسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور ان کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض نادان قضا یہ سمجھا کر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ناز کیلئے مزید تاکید کے لیے انیس الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے غلبہ و فتنہ نشین ہو جائیں اور وہ شخص ہی جس نے اپنے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سننے ہی آگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی حضور ہی کے وقت یہ سارے مضامین پر اسے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ قد قاست الصلوۃ کا اور بڑا دانا ہے یعنی اب نماز قائم ہو گئی۔

شرعیہ نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرب کیے ہیں وہ یہی سن لیجئے چنانچہ ہے یہ مقرر کیا ہے کہ ناز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس ظاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ ناز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست و نجس نہ ہو اسکا بدن چمکی ناپاکی سے ہی پاک ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا اس وقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نازی کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اسکا نام نہ داخل ہونا گویا اپنے موٹے کے سامنے اور اسکی بارگاہ عالی میں اس کے احسان کا اُمیدوار بن کر شکر

ناز کے لیے
طہارت کے
شرط و نیک
حالت کا

یہ حاضر ہوتا ہے جس طرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ چاڑھے جو اسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جبکہ نشا خواہیگی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے انکامرتجب ہو اور جملہ اخلاق و سمیہ سے اسکا دل ہی پاک ہو یہاں تک کہ سارے میل کھیل کو توبہ اور پشیمانی کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و ستھرا بن گیا ہو علاوہ بریں بدن کو پالنے سے دھوئے کی وجہ سے جن خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھوئے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اسکی ساری کسلندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اسکے سارے بدن میں کھول دیے جس میں وہ جگڑی ہوئی تھی خصوصاً اس حالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔

شرعیہ کے ان اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبرے ہے جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

اب اسنے ساری بدن کا دھونا مسوت و جب کیا ہے جب مٹی نکلے چاہے حکماً ہی کیوں نہ ہو اور حکماً مٹی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے مٹی نکلنے کا پتہ نہ لگے یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اسلئے شریعت نے بھی اس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو طوط قرار دیا اور ایسوجہ سے انکا نام حدث ابر کیا گیا پس گویا سارے بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سارے گناہوں سے توبہ کر کے پاک ہونا چاہیے جبکہ تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری حکمت ایسی یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جنسے بچہ قبلہ سے چنانچہ مٹی حل ٹھہرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک نخت ہوتا ہے اور کبھی بد نخت بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزائے خصوصاً اُفت جبکہ ان دونوں کی نیت ہی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ یہ سطح نسل میں خدا کے مطیع موجدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھونے سے اس بات پر ناگاہی حاصل کرنا چاہیے کہ ایسے ہر

عضل و صراو
اعضا و وضو کو
خاص تر ہے
دھونے اور مسح
کرینگی کہتیں اور
تہم کا بیان

ابھی تو بہ کرنا مناسب ہے جس گناہ کی بہیت کا احتمال ہی ہو۔ اور وہ گناہ زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے
 جن میں میرا بدن مشرک ہے مجھے اس بات کی تشخیص ہو گئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب
 بنوں گا۔ پہلے میں اپنا سارا بدن دھوئے ڈالتا ہوں اور میں اس کو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس بہیت سے
 تیرے سامنے کرنا چاہیے اور یہ بات گناہ سے اتنا درجہ کی عظمت کی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اتہام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ
 حقیقت یہ کہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب میں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقتاً
 خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون ہے یا قصائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی بخون حیض یا نفاس
 کے کوئی اور نئے خارج ہو اور خواہ کچھ اٹکا فروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتقاد
 کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے حکم
 خاص اعضاء کو طہارت قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغرے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں اور وہ بعض اعضاء کے دھونے اور
 بعض کے مسح کرنے کا نام ہے اُس کا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور ان
 اعضاء کی تخصیص اور اس ترتیب میں جو ان کی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب سختہ کی رعایت مد نظر ہے بیان اُس کا یہ
 ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کر نیکی کے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ایسے اُنکے
 دھونے سے اُنکی طہارت باطنی کے اتہام پر تینہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُنکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ
 کی جائے۔ اعضاء کے دھونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے یہیں پچاٹا ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا
 ہو اسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اُس کے بعد اُس سے کم سیطرہ آخر تک بھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دھونیکا
 حکم ہے جس میں منہ ناک اور آنکھیں پانی جاتی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے منہ سے دھونا شروع کیا جاتا ہے۔ ایسے کہ تمام اعضاء میں سے
 زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے فیعت چنلری کیجاتی ہے فحش کا جاتا ہے
 اسکے علاوہ ہی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلے ہی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دھونے سے جب یاد آجاتا ہے کہ
 طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُس نے
 پچکا کتا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اس طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کر کے اُن چیزوں سے خلو اُس نے بلا اجازت
 شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جن کا دیکھنا حرام تھا اور اُس نے انہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد
 کہنی تک دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے۔ ایسے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست درازی کر کے
 ہاتھ بٹہا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جابہی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُنکی طہارت باطنی کا بھی خیال
 پیدا ہو گا اور اپنی دست درازیوں سے توبہ کرے گا۔ اسکے بعد سر کے مسح کرنا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا
 ایسے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے علی
 ہوئی ہیں اسوجہ سے سر کے لئے متوسط درجہ کا حکم یعنی مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اس طرح چونکہ کان میں باادوات
 عہ یعنی کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جو بات گٹھ تک دھو جاتے ہیں وہ ہل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کر لیے جاتے ہیں ۱۲ منہ پر

با قصد کوئی بات اُڑتی ہے اسکے لیے ہی مسیح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسیح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائے گی کانوں
 نے جو کچھ پہچاننا ہو گا اور سر سے باعث محاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہو گا اُس سے ہی اپنے کو پاک کر لے گا گر
 کے مسیح کی سنت ہی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے۔ اسلئے کہ جب آپس دیکھ چکتی ہیں یا ان سے
 کچھ باتیں ہو جاتی ہیں یا تہہ بڑھ چکے ہیں کانوں میں آواز آتی ہے سو تپیروں کی ماری آتی ہے اور آدمی اُسے چلتا ہے پس
 مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھہرتا ہے اسلئے سب سے پیچھے اُسکے دھونیکا حکم ہوا اور اُنکے دھونے سے ہی پیروں کے
 لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے پہچان قدم اٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین
 تین مرتبہ دھونے میں ایک عجیب و قریب تختہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن
 یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اس بات کا پختہ قصد کر لے کہ آمیزہ اُسکا مرتب
 نہ ہو گا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تہنید ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکا ہے
 اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے **اللهم اجلنی من التوبین و اجلنی من المتطهرین**
 اسلئے اختیار مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے آمین اسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے
 کہ خدا سے وہ یہ ہمتا کرے کہ اُسے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُس پر احسان کیا ہے اُسے قبول ہی کر لے۔ اور جب ناری
 کو پانی کا میسر آنا مشکل ہو یا وجہ مرض کے اُسکے احوال پر قدرت نہ ہو تو اسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا
 ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبل سے ہو نہایت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مس کرنا
 نام ہے اور یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جتنکے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اس میں گویا تہہ
 کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُس پر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے
 توفیق نہ ہو تو اس سے تو گویا گذرانہ ہو کہ اپنے گناہ و گنہگاروں اور احمال کرنے لگے کیا عجیب کہ اسی بہانہ خدا اسکے گناہ و خجندے
 چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ گناہ و عجز و ہمسار پیدا کرے وہ اسی اطاعت سے تو چاہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے
 بریں جب اس مسیح کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر توبہ کے تمام ارکان
 کا حاصل کرنا ہی آسان ہو جائے اور وہ حقیقتہً توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعضا وضو میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی
 صرف ہوتا تھا اور کچھ شقت کا بھی اندیشہ تھا اسوجہ سے اگر چہ جی موزے پہن لیے جائیں تو بغیر اُسانی خاص شرطوں کے
 ساتھ اُن پر پانی سے مس کرنا ہی جائز رکھا گیا اور اس طرح اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ ہی فوت نہیں ہونے پایا
 شریعت نے یہی مقرر کیا ہے کہ نازنگے ہو کر نہ پڑی جائے بلکہ نازی بدن ڈھانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت
 پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے کہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمہ سے اگر پورے
 طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب ناز پڑے لگے یا یوں کہیے کہ اپنے موزے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے
 تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبا کر رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹا رہے اور اُنکی یہ حالت
 ہو جائے کہ گویا اُنہیں پر وہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چہرہ
 ہی ناریں
 شرط ہونا
 عورت کو
 نہایت مزہ
 کئے زیادہ
 بدن چھپا
 حکم موزا

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو اوپر ہر دہر جی نہ بکنے پائنگا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اس پر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی اسلئے اسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی۔ ٹانگ۔ دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت کو تھپی ہو تو چونکہ کام کان کرنے میں ان اعضا کے علاوہ اور اعضا ہی اکثر کھلتے ہیں اور انکے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج منقولہ تھلائیے اس کے علاوہ ہی کسی قدر اور بدن کھلا کر کھینے کی اجازت دی گئی۔

شریعت نے یہ ہی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ ایسے کہ انسان کے لیے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور ان جہتوں کے نام یہ ہیں کہ پیچھے و پہنچے بائیں۔ اور نیچے پس اگر اُسے اختیار دیا جائے کہ جہر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف بک سو ہو جائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اسکا جی پریشان ہو جاتا اور کچھ کرتے دہرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہتا کہ کہ ہر شے کروں کہ ہر شے کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لائق ترکوئی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے۔ پس خدا نے بنظر لطیف انسانی عقل و فطرت کا محاط کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اُسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھ جائے کیونکہ خدا نے اس قطعہ زمین کو مشرف و کرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و کرم بنا دے۔ ایسے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ لیکن اس زمین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اُسکی جی کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُسے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے امید ہے کہ اُسکی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں مشرک و کفر و غیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باری تعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں ایسے کہ جو شخص خدا پاتا ہے میں رکھے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا نہ تھا جبکہ نادانی پر مبنی ہے۔

پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکریم سے شروع ہوتی ہے اور اس سے مقصود بندہ کا اُکبر کہنا ہے اور اس وقت نمازی اگر مرد ہو نا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتی ہے اُکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے سطح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے ہمیں یہی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر کرنا چاہیے کہ اس کا ہونے کے لئے سنا وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اس کی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے حوصلے کے سوا خواہ دنیاوی تعلقات ہوں یا اخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اس کے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں

قفس
 از کجایم
 شرم و هوس
 شوخ و کزیت
 یا قفسه ای
 ۱۲

کے ہٹا بیٹے ہی وہی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کر کے اسے سناٹے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ غازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اسکی آنکھوں کے روبرو حاضریں اور یہ کہ ہر خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ ان سے ہاتھ ہٹاتا ہے اور یہ کہ ہٹا ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اسی کو اختیار کرتا ہوں اور میں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑ دیتا ہوں میں تو کسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا پختہ قصد کر چکا ہوں کہ خدا کے خلاف بھالے گاؤں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ ہٹانے میں بہت کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورت کے لیے محض شانوں ہی تک ہاتھ ہٹانا کافی سمجھ جانے میں اسے پردہ کی ہی رعایت ہو جاتی ہے بہرہ بندہ تکبیر کمر غلام کی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اسکی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے وہ دو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہٹے پاتا ہے نہ اوپر نہ ادھر ہر جگہ ہے۔

اسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دعا پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برات بیان کرتا ہے۔ پھر اسکی تعریف کرتا ہے اسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اسکی وحدانیت کا مقرر ہوتا ہے اسکیوں سمجھے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے کے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جسے اسکی عظمت ظاہر ہو اسبطح خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اسکی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا دعاؤندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالاتا ہے اور یہ دعا گداز کر نیے پہلے بمنزرا القاب ذکر کرنے کے ہے پھر چونکہ انسان شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اسے یہی فکر رہتی ہے کہ شیطان اسکی دیلیں و سوسہ ڈاکر خدا سے عرض و معروض کرے جس میں جی نہ لگنے دے اور اسے پریشان کر دے اسیلے شیطان کی عداوت سے بچنے کے لیے اعداؤں سے مراد شیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنی میں اس مرد و شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اسکی دل کو سہارا ہو جاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت پہنچتا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اسکی پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ پہلے تو وہ خدا سے توسل حاصل کر نیے کے لیے نہایت ہی شریف و سبیل کو ذکر کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اسکا نہایت ہی با عظمت اہم مبارک ہے کہ اسکی سوا کوئی اسکی ساتھ موصوف نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جسکے اعتبار سے اسکو اسبات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کی جاتی ہے۔ اسیلے اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ جن ورجیم پیٹنے بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اسکی دعا مقبول ہونے کے لیے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اسکے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتداء سے پیدائش سے ہر عہد اور وہ دعا یہ ہے سبحانک اللہم وبحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جلالک و لا اله الا انت ترجمہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت ہے ترجمہ ہے یہ اللہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ ترجمہ

ف
سبحانک اللہم
اور اعداؤں سے
بچنے کے لیے
نماز میں
کی حکمت ۱۲

ف
بسم اللہ الرحمن
سورۃ فاتحہ
کے اشارت
کی تعریف اور
آمین کے معنی
۱۲

اُس پر ہوتا رہا خیال کر کے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسان کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُس کو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ دیکھ کر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُمتِ نعت کی بقدری کرتے ہیں اور اُسکا کمال حقہ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اُسکا بھی انہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر انہیں اُنکے لئے لکھتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ منجھو کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری کو جمع رحمت کے سوا ان لوگوں کا کوئی کار ساز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال کر کے کہ بعض لوگ ایسے ہی پائے جاتے ہیں کہ جب ان پر احسان ہوتا ہے تو زیادہ اڑنے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ دل نہ بڑتا جائے اور ان کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسے اُنکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و خیر کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جس طرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہیے اس طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا بھی زیادہ رہے۔ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُنکی خدمت کا تہا بہت شکر ادا کرنا شروع کرتے وقت ضروری اور نکاحی ادا کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے ایسے اپنے اُن موجود بہائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو میں کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ انہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اُسکی عبادت ہی خدا کی دگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی شریک ہیں۔ ایسے وہ اپنی عبادت میں کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کر کے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُس وقت وہ کچھ کر سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کرے اُسکے دل میں اُسکی غیبت پیدا کر دے اور سارے موانع دور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اس لیے وہ اُس سے مطہر و مدد کا طلب گار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُس سے مطلوب نہیں۔

پھر تعبیر کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کیے جائیں اور انہیں کچھ دی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہِ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہِ راست کو پالیا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض عمل میں کج روی کو دخل دیکر خدا کے مور و غضب بن گئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح سے حق سے ہٹ گئے پس نازی کو راہِ راست کی درخواست کے بعد یہ غیبت بھی یہ پڑا ہوئی کہ یہ جی

عہ یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۱ مترجم عہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ ایک نغہ دایا کہ تعین ۱۲ مترجم عہ یہ ابدال اصطلاح متفقہ کرنے کی حکمت ہے ۱۳ مترجم عہ یہ صراط الدین نعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۴ مترجم عہ یہ غیر بغضب علیہم سے مراد ہیں ۱۵ مترجم عہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں

انہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اس فریضے پر
 ہی ان کے انوار و نیرات سے خوشبینی کر کے بہرہ یاب ہو جائیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہو ناچار
 کہ جو اسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گو یا نازی یوں
 کہتا ہے کہ رے رب میں اپنے موجود بہائیوں سمیت تجھے اسی فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جس پر تو نے عقیدے اور عمل
 کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر انکی نیک صحبت کی برکت سے
 کامیاب ہو جائیں اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جس پر اسوجہ سے کہ انہوں نے بڑے عمل کے تو غضبناک ہوا اور غلط
 عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بہک گئے اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اسی
 آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر انہیں کی طرح ہکو بھی نقصان اٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم
 کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اس موقع پر لفظ تین کہتا ہے یعنی اے رب اب ہماری دعا کو قبول کر لے کیونکہ تو نے تو اپنے بندوں
 کی زبانی مجھے وعدہ کر کے نہیں میدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کرنا والے کی بہت جلد سن لیا کرتا ہے
 پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طلب سے کسی شخص علاج کرنا ہے تو اس کے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اسکو استعمال کرتا ہے
 اور اس کے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسی طرح یہاں بھی بھیجے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب
 ہونا گو یا کہ اپنے نیچا اعمال اور برے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگنا ہے پس گو یا خدا کی جانب سے اس کے
 جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور میں سے جو کچھ پڑھو اس سے تمکو
 شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام اسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق و شرک و ریا کبر حسد کینہ وغیرہ سارے مضر کو صحت
 حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ انہیں کافی طور پر زائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھو گے تو
 تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اسوجہ سے نازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو ہر
 مرض بیان کرنے کے ہی اپنے طلب کی تلافی ہوئی دو اسے طور پر قرآن میں سے توڑا بہت اس کے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے۔ اب
 اس دوا کو استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل
 کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت
 میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے ہی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اس کے سامنے جھک جاتا
 ہے اور اسی کو رگوں سے کہتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اپنے با عظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جس کے سب محتاج
 میں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اسے اپنی ہیئت سے ہی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار
 ہی کر لیا اسکی عظمت و جلال کی تعظیم ہی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنے کے لیے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جسے کہ دوا
 شافی عنایت کر کے اس پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور
 اسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں کی مستیابی ہے اور انکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو
 اسکی تعریف کرتا ہے وہ اسے ہی سن لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیے وہ سبح اللہ ملن حمدہ کہتا کرتا

ف
 فاتحہ کے ساتھ
 ضم سورہ کی
 حکمت ۱۱

ف
 رگوں و رگوں
 عوالت و عوالت
 رگوں و رگوں
 انکی حکمت ۱۱

عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اسوجہ سے نکاحی اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ
خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں اُسکے لیے ہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وہ علیٰ عباد اللہ الصالحین کو اور بڑا دیتا ہے ہر
گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ نعم حقیقی خداوند تعالیٰ ہی اور اس پہلانی ایک جتنکے فریضے سے رسائی ہوئی ہے
وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے اعتبار سے بجا ہو سکی
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اٹھا کر کسی بختیاری کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قبول و فعل جملہ اعتبار سے موجود ہو
اور ہمیں یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ محبوبیت کے لحاظ سے وہی بیکتا خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار
سے ہی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت
کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور اُس شماران لالہ الامیر و ائمہ اہل بیت محمد و عبدہ و رسولہ اُنہا ہے۔
اب ہم سکا اس بات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے
بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گروہ والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے
عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کر کے کہ اُسکو خواہ و نبوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف
احتیاج ہے ایسے اپنی حاجتوں کے لیے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اس بات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے
باہر گروہی عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش و غیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری
کر دیا ہے کیونکہ اُس نے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہو کر تھے ہیں اور وہ اشیاء و ذریعہ
اپنے سبب ہی کے حامل ہو کر کرتی ہیں۔ ایسے ہی اس درگاہ سے وہ اس طرح صلحہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اسی طرف رہنے
دیتا ہے اور قطعہ طہرہ اوہرہ ہر ہیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ پیش
ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کہی جدا نہ ہوتا اور اس کی محرابی کا صدر نہ اٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوتا
اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اُسکی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش
آنا ہیں۔ اب وہ اپنے سلمان بہائیوں اور فرشتوں کی طرف بھی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا۔ اُسلام علیکم ورحمۃ اللہ

من

کبھی متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔
پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مرکز زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا ہی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس
مستعمل ہوتے ہیں مرنے ہی کی شکل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اٹھا کر کیا ادا
اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر بلائے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اُسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس مفید سے
اُسکی تانی کر دی کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا ہوا اور اُٹھنے کے وقت اسکا سار اسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور ریشاش ہوئی
علاوہ اسکے خدا نے اُسکو سونے کی حالت میں تمام مزدی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کھانا بخیر ہضم کر کے اُسکو دیا
عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل چکر میں آ جاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ ہی نہ لگا کہ فعل انہضام
نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُسکو کیا کیا فائدے ہوئے اور کون کون سی مضر چیزیں منع ہوئیں اُسکی غایت درجہ کی کوشش تھی

ناز و نکلانہ
انکے خاص
خاص اوقات
میں ادا کی
جائے گی
حکمت ۱۲

کہ اسے کسانا ٹھکرانہ میں پہنچایا تھا اور اس طرح سے اسے کمانے کی لات چال کر لی تھی اسکے بعد مضمون وغیرہ کا خیال ہی اس کے
 دل میں نہ گذر رہا تھا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بھی بہتر ہے فائدے چال ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار
 نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اس لیے اس کے ذمہ یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ
 ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے ہر جب آواز ادا کر جائے اور
 خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن
 کر دیتا ہے اس کے جو اس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنگے ذریعہ سے وہ نافع اور ضرر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے
 ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اس کو غذا مل جیتی ہے کوئی کسان تک بیان کرے اسکے علاوہ بھی بے انتہا احسانات خدا کی جانب
 سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُسوقت ہی اس کے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے ہر جب دیکھتا ہے
 کہ دن چلنے لگا اور خورشتم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اسے اپنے
 کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت ہی اُسپر اس خدمت کی سجاوڑی واجب ہو جاتی ہے
 اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آتی ہے جس میں کہ اسے راحت نصیب ہوگی اور یہ
 بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بغیر و غبی ختم ہو گیا تو اُسپر اس وقت
 ہی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہو جائے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ
 نماز مغرب ادا کرتا ہے ہر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونیکا وقت آتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح
 سے لیکر اب تک اُسپر ہوئی ہیں ان کا شکر ادا کر سکے اور جو کچھ عبادت اس نے کی ہی اس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ
 ہی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اس کی
 بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ اسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں رہتا
 ہی نرم بچھونے پر اسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اتنا ہی ادا کرے
 پورے طور سے شکر ادا کر کے سبکہ دہش ہو جائے ساری عمر صرف کرنے پر ہی لگن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات
 و دن بلکہ ہر لمحہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اس کی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی رہا جائیگا
 پھر دیکھئے کہ خدا نے اسے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری پٹرائی ہیں تو اس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہوں نہیں رکھتیں پس وہ
 دن کو اور رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کر کے چودہ رکعتیں کر دی گئی ہیں چہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا
 وقت ہے اور آٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں مسافر ٹھہر کر تاکتا ہے ان پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ کچھ اور نمازیں ہی
 مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ اسلام نے اسے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
 کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اس کے ذریعہ سے وہ پورا کر دیا جائے اور اسی نمازوں کو سنت
 کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کر کے اسی نیتیں رکھیں سنت علاوہ اس کے اور مقرر کی ہیں تاکہ اس کی نمازوں کی
 اور زیادہ تکمیل کر دی جائے۔ یہ تو چھوٹا اگر اسی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور نعمتیں نظر میں آئیں گی مثلاً

اُسے لوگوں کے نفس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور حکمرانوں کے نفوس جو کہ زمین سے اپنے دامنوں کے چومنے کی ہی ناک پڑھاتے تھے اور اس سے ہی انہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور ان لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کہاتے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پرہیزگار سپہ سالاروں کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے اور اس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کر دیتا تو دن تو دن سالہا سال تک ہی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی کہ انکا کوئی خدا ہی ہے جسے انہیں حساب دینا ہو گا اور وہ انکی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بن جاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث ہوتے ہیں علاوہ بریں نازکے وقت از سر نو توبہ کرنی ہی نصیب ہوتی ہے اسی موقع سے اس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نماز بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملائے گا کیونکہ ذکر و تعب ہے اور بے مشغلی کی باتوں سے کیسے باز رہتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں نازکی نسبت واقع ہوا ہے۔

اب یسوعی جماعت سے ناز پڑنے اور تمام اعمال نمازیں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا سختہ سبتے اور وہ ہے کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت انکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اپنی فوجی رعایت نہ کر سکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بن جائیں اور اس محنت کو فاریوں کے سپہ سالار ستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے پیچھے ناز پڑ رہے ہیں اور ساری حرکات و سکنات میں اسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے ناز پڑنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی ہے اور اس طرح سے آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لیے اس امر کی اور عبادتوں میں ہی رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کے مسجد میں پانچوں وقت ناز پڑنے جایا کریں اسی طرح اہل شہر کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی ناز پڑنے کے لیے جامع میں جمع ہو جایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید اضحیٰ کی ناز اُسکے لیے شہر تو شہر اس کے قرب و جوار تک کے لوگ ہی سال میں دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ انہیں سے خدا جن جگہ معتقد ہے وہ تمام عمریں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے اہل شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لیے ان دینی محبوبوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ انکا پیشوا لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے جسے اُنکے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں انکو نصیحت کے مضامین سنائے ناز یا اور سے زہر و تویخ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیے لائے ہیں اُسکی انہیں یاد دلانے

فہم
جماعت سے
ناز پڑنے
اور یہ
ابو جعفر
عبادوں
میں جو کچھ
حکمت ۱۱

فہم
تسلیم کی
حکمت ۱۲

اور ان لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوشِ اُلسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اس وقت کیسے چپ چاپ کہشوں کے بل سر جھکا لے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ انہیں سے کسی بات کی تجسس کے لیے کوئی تاکیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنے کے لیے ٹوکرتا ہے وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُنکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے و اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا تو سب کو چاہیے کہ اُسکی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اُٹلے و اُسنے کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کر دے۔

چونکہ نمازیں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لیے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے جسے ترک کر نیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا ہی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس موقع سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پردائی کرتے ہیں چونکہ کابلی نے انہیں گمراہ کیا ہے باشیطان کا اُن کے دل پر روبرو تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی غیبت نظر نہیں آتی اصل مغرور کو جو بڑے پرست کو لے بیٹھے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اُسکے ترک کرنے کی وہی تباہی چہیں نکالا کرتے ہیں اور بے مغول عزت کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کابلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اسے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا تمہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں ہے تمہیں خبر ہی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب رہو اچھا تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیبِ حال کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اُسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی ہی پروا نہیں ہے جو بحجۃ نماز باہم اپنے بہائیوں سے مخالفت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت طرہی ہے آپس میں ہمدردی قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ ہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کس طرح خیال نہیں کر سکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا کابلی نادانی سے اس کے ہی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اس وقت میں تمکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل اُن بیماروں کی سی ہے جنکو کہ کوئی خیر خواہ طبیب کوئی علاج دے تا کہ اُسکے استعمال کا حکم کرنا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اُسکے استعمال سے بے پروا ہو کر رہے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا آپ کو تو اسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی حائل تصور کر سکتا ہے کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہی اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں ہاں صاف ہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کی وجہ

نماز کے بارے میں
نور ہو لوگ
اُسی سے
چاہتے ہیں
اُسکے فائدے
نور ہو رہے
اُنکی تہذیب
مگر وہ کبھی
ضرورت نہ
مستقل نہ ہو

سے انکی عقل جاتی رہی ہے اور ہریان بک ہے ہیں۔

نازک کر کے اسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تم نمازیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں جسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کونسا گناہ بڑھ کا لکھ سوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاپلی کی وجہ سے تم نے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی ہی کاپلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو پہلا سوچو تو یہی کہ دن رات میں چومیں گھنٹے ہوتے ہیں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو نام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کی جاتی حالانکہ انہیں کچھ بہت زمانہ ہی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور میں تو کیا یہی عقل مندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر ہی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کر کے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاپلی کے مارے مٹتی دیر ہی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

پہلا تیلہ و تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری ان عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کر نہیں بند نہیں ہو تو تم سے پہلائی کی کون امید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بن جاؤ تو تمہارے انصاف کی کس قدر ضرورت ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم تمہارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حاققت پر کسے اطمینان ہو سکتا ہے اور یہ وقت کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے ہمایوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے ہی شرم نہیں آتی جتنکا کہ یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹنڈنگ حاصل ہو کر قتی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھنے میں انکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر کوئی عقل مندی نہیں بڑے صاحب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اسوقت انکی ساری عقل مندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے انکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری بھج میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ انکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتری قہیں میں ایک قسم یہی ہے۔

ان لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب انکے ساتھ کچھ شیئر والے نماز پڑھنے لگتے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گہرا تے ہیں جیسے لاحول سے شیطان ہانگتا ہو اس عقل مندی پر ہی

فرومانگی کی باتیں شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا ہی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہے گی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل اسنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اسے اطلاع نہیں اسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کبھی نے گھبر رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلوٹا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی بیٹی بڑھاتا ہے اس بے مازی شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے مسلمان بہائی اگر کسی وجہ سے اسکی اس ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ بے مازی کمزور دین والا یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اناتید و اتالیقہ راجو پڑنا چاہیے پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بہر میں یکم تیرہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں اُتھ سے نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے بھل کے عجب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں پھر جو نبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امید دلائی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اس لیے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت برآوری بخوبی ہو جائی کرے اور حاجت دہن بڑے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کر نہیں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجت مند کی کار برآوری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور بڑے داد و بخش کے ساتھ جہاں کہ اسطرح درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے ہفت پیاہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کتنا تک محبت ہے کہ محض اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب ہے کہ وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے اب اس موقع سے ایذا دار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے جہاں جہاں کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کہ یہ صورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو جاتے ہیں پہلا تیلایے کہ جب صاحب قدرت کے ہاتھ سے کچھ بھلے ہی گاہ نہیں تو کیونکر کسی سچا رے کی کار برآوری ہو سکتی ہے یا خود وہ دو تہ مذموم نخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس جدا نہیں ہونے دیا۔ اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال بہر میں ایک ماہ کے روزے ہی فرض کیے ہیں اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ دن بھر کمانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اس میں بشیار فائدہ پائے جاتے ہیں ثری بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مذہب بن جائیگا اور اسے عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اسے

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کر کے اسے عطا کیا کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں ۱۲

روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور اسے فائدہ اور یہ کہ روزہ مسلمانوں کو اسے متعلیٰ ہونے کی حکمت کو ثابت دیتی ہے ۱۱

معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا تو اسے ان چیزوں کے ارتکاب کو نہیں جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہو جائے گی اور گویا کہ نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کمانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہی نہ تھا عقل پر میرے لکچرہ زور نہ چل سکا تو اس وقت میرا قابو کیونکر چلے گا کہ جب میں بلا اس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ بتاتا ہی قبیح امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرانے پر کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور کرمی کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرانے کے لیے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہوگا جبکہ اس میں طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں بیچہ جدا ضلوع ہو جاتا ہے اور جب کوئی قسم کا استحقاق نہیں ہو سکتی ٹیسٹے جاتے ہیں۔

پھر اگر ہم مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ اور مسلمان ہیں وہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے بل جمل کر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے غور و نوش کی چیزیں جی ہوتی ہیں اٹکا دل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے انکی مشتاق نظریں ان نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر انہیں سے کسی کا ہزار سی لچاٹے کہ کمانے کا اندیشہ کہ اسے یا پانچاٹھویں لے لیکن آفتاب کے غروب ہوئے پہلے کسی خصوصاً پرہیزگار کی ہرگز عورت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اس وقت ہو کہ ضرور اسکا قابل ہونا پڑے گا کہ مسلمان کو اپنے موملے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس توقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بدستختی یا خواہش نفسانی کے بندے میں نہیں کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقل رکھ سکے بلکہ اسے اپنا نام کم ہمت، نیکم پرور، کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا بندہ رکھنا چاہیے اس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس قدر ذکاوت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اسکا کہیں پیہ ہی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ ہی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت بیچارے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سیکے گا اور اسکا دل اسپر کٹھے گا اور خیر خیرات کرنے پر مائل ہو جائے گا۔ کیونکہ دو بلند خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گدے پر ہی اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا یا ہر چوب کوئی بھوکا فقیر اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اگر سنگی کی تکلیف کی شکایت کرے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے پہلا اُس سے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسہ رہنے کی قدر و عاقبت اُسے معلوم ہو جائے گی تو بیٹیوں اور محتاجوں کی بول بھلہ دیکھ کر گرجا۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدی نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اپنی عبادتیں جو کوئی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کرنا نام ہے اور ابیں جو جوار اور محبتیں باقی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلا بھی اس پر حاوی ہوئیے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی کہیے کہ ہر سال ان مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے جمع ہوتا ہے جسکی وجہ سے انہیں باہم تعارف ہو جاتا ہے

روزہ کے نہ
رکھنے والی
تہذیب دار روزہ
کے فوائد

حج کے فرض
ہونا چاہیے
ان کے

اہلقت بڑھتی ہے۔ تبادلوں خیالات کا موقع ملتا ہے۔ ہر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس۔ ہند۔ افغانستان۔ ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ملک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک مقصد یعنی اپنے بڑے رحیم و کریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال انکو وہاں کرنا پڑتے ہیں انکی بہتیری سختوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور با عظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابوالبشر آدم اور انکی زوجہ حوا علیہما السلام کا دم کہ جنت سے انکو زمین پر اتار دینے کے بعد انکے دل میں خدا نے یہ بات ڈال دی کہ اس سے الٹا کریں یہاں تک کہ خدا نے انکی توبہ قبول کر لی یہی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور انکے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدنا ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آئیے اس بات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تھے اور جب انکی آزمائش کی گئی تو کیسے ثابت قدم بن گئے خدا کی خوشنودی سے سر مو تھاد نہ تھیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے انکو سخت آزمایا اور پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا اور اس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نہ کی اور اپنا آمادہ ہو گیا۔ اور اس طرح اس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کے لیے مستعد ہو گیا اور جب شیطان نے وادی میں دوسو سو ڈالنا چاہا تو اسے دفع کر دیا اور اپنا سامنے لیکر ناکام رہ گیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیج کر باپ بیٹے دونوں پر احسان کیا اور انکے غم کو دور کر کے انکو خوشخبری سنائی۔ یہی طرح ان کا ملین کے اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو ان پر ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کر کے انکی پیروی کی جانی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے تقیہ افعال عبادتیں عمدہ خصوصیتیں کسی تھیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے انکی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور انکے پسندیدہ خصال اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ انکی اس بات پر تعریف کی جائے اسکے لئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کسی کسی نیک باتیں سکھا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اسکی طرف رجوع ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے۔ تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ ان فواید مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ ہی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اس میں خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کر کے انسانی عقل و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور ان امور کی رعایت کی گئی ہے جسکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور خشک کہ اسوقت بڑا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا اذیاد پہنچا بیو اسے کے فریادی انکو حاضر ہوتے ہیں یا جب ان کی درگاہ میں ان کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

جو کہ اعمال حج جنہر خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں ایسے حاجیوں کے جی کو

اسات کا بیان کہ اعمال حج کے متفرق ترین اہل انی خجرات اور عبادت کی رتک و دینے و پادوی اذیاد ان کے ساتھ نہ کر سکتے ہیں بہت کچھ رعایت و نظر رکھی گئی ہے اور ان طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں

اچھے اور کرنے کے وقت اس بات کا پورا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا کی ضرورت و درگیا اچھی فرما دینی جائیگی اور وہ ان کی مراد پوری کر کے ان سے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اس کا بیان یہ ہے کہ لوگ اس بات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب بھی کوئی دشمن ان پر چڑھ آتا ہے اور وہ اس کے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے انہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بادشاہ کے حضور میں اس کے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پر گندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لیے ہوئے گنگے بدن برہنہ یا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو چیزیں ملتی جاتی ہیں جیسے شکرے کے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاف ہو خدمت و شرم کے علاوہ حیوانات و نباتات کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچ کر ان کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور ان کے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اس کے سامنے موڈ ب کھڑے ہو کر استغاثہ دار کریں ان کی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور ان کے اور ان کے بزرگوں کے اعلیٰ و ادنیٰ پر جو بادشاہ کے احسانات و رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں ان کی یاد دلائیں اس کے بعد جب بادشاہ انہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ ان کی درخواست قبول کرنے اور ان کی مصیبت دور کر دینا ان سے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور ان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ ان کے ہمیشہ کے ٹھکانے اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے ان کے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی ان قدیمی احسانات و رعایتوں کو انہیں یاد دلاتا ہے جو کہ ان کے آباء و اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کہ وہ اس کی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر ان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اس وقت ان لوگوں کو بھی انہیں خدمتوں کے بجالاتے کا وہ حکم کرتا ہے جسکی بجا آوری ان کے آباء و اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے پائے ان کی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور انہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کر کے انہیں اپنا ہماں بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے ان کی پرانگی دور کر دیتا ہے ان کی خلعت بخشتا ہے اور وہ اس کے باب عالی پر اس امید سے استیادہ ہو جاتے ہیں کہ اس نے ان کی فریاد رسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرے چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ ان کو مدد دیتا ہے ان کی تکلیف دفع کرتا ہے جب ان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں ان کے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و جناب سے جا ملیں اب شخصت ہو چکا وقت آ پہنچا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر

و
 کبریا نام
 اور جو
 کبریا نام
 کبریا نام
 کبریا نام
 کبریا نام

جو کہ اپنے منصب کے موافق اسکی شہادت و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اس کے لئے کہ
 باتوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل درونک مفارقت چھٹکا
 کرتے ہیں پس اس قدر فاصلے نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کر کے ایک قطعہ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کو وہ دنیا کی
 بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے انکال کا ذکر کے اسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اسکا نام
 بیت اسد یعنی اپنا گھر کہہ دیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اسے گرو غیر کی مطلق
 حاجت نہیں۔ اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست رست نام رکھ دیا اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ ہمارے اپنے
 باتوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ ان میں راست چپ کا امتیاز قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر
 انکی نسبت دست کا ہلال کیا جائے تو قطعاً دست رست ہی کا ہونا چاہیے۔ پہرچہ نہ پیروان اسلام کی نسبت ہی یہ بات ضرور
 ہو کر قی ہے کہ گناہوں کا لشکر انپر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا انہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے انہیں خدا کے
 احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے جو لوگ ان میں سے صاحب مفقہ دریں انپر یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اسی مکان پر
 فریاد یوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں انکے بال پر گندہ نظر آتے ہوں سر کھلا جو جسم خاک آلود ہو نہ بدن پر کرنی
 سلا ہو اکپڑا ہونہ خوشبو مکتی ہو سارے عیش و آرام کے سامان بر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد
 بنے ہوئے اپنی مرادوں کے بر آئے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ
 خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حسی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کاٹیں نہ کوئی درخت
 قطع کریں اور نہ کسی چہرہ و بدن کے تشکار کی جرات کریں آخر کو جب اس منظم و کرم مکان پر پہنچ جائیں تو جو طرح کہ فریاد ہی
 بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اس کے گرد پھریں اور اس کے پردے پر کڑ کر بنا طلب کریں پھر اس بابرکت تہر
 کو جبکہ نام بصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ انہیں کسی قسم کے نفع
 رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔ وہ چنانچہ
 عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جبکہ حامل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو
 پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے
 نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کہی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات طرب کر فیض محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے
 کہ شریعت محمدی کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے اس کے بعد وہ مختلف اعمال کی
 بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اس موقع پر ادا کر نیسے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں
 جیسے کہ آدم اور ابراہیم علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مردہ کے امین سعی کرنا عرش میں بیٹنا اس کے بعد مردہ نعش میں دفن کرنا پھر سے میں اترنا شیطان کی ناکامی
 یا کر نے کی غرض سے اس مقام کی طرف کنکریاں پھینکا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو آئے وہو کا دینا چاہا
 تھا اور پھر ناکام رہا۔ اس طرح اور اعمال کو سمجھ لیجئے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اسے مقصود ان نیک بندوں کی یاد دہانی

خداوندی توفیق بخش کے ہوئے
مگر ان کو جو کہ اس بات کو کیا
دانی ہو کہ ان کے ہر کام کو اپنے
خداوندی توفیق بخش کے ہوئے

کرتے ہیں یہاں تک کہ گوشت بہا بہا پڑتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکنا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحش و طیر ہی خوب میسر ہو جاتے ہیں اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل بوجھ تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے انہیں دے رکھا ہے ایسے عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کر کے اور خدا کی مہمانی سے فارغ ہو کر وہی عظیم مکان کا طواف کرتے ہیں گویا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کے گناہوں اور غلطیوں کے حملہ آوروں کے مقابل میں ان کی مدد کرے انکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے انہیں مالالال کر دے علاوہ اسکے اپنے وظیفہ کے وہیں جاسنے کی اجازت مانگنے کے قائم مقام ہی یہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد انہیں وہی کی اجازت مل جاتی ہے اور اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہو گیا اور اب وہ ضرور ان کے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آئیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابل میں انہیں ضرور مدد و یگانچا بھیجے انکے رسول علیہ السلام نے انکی خوشخبری انہیں سنائی دی ہے پر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جاتے ہیں انکے لئے آمادہ ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ میں ہماری مراد و گلی ہماری ساری کلفتیں دور ہو گئیں۔ اب وہ اس بہت معظّم سے رخصت ہو گئی طرف مائل ہوتے ہیں اور طوافِ خجستہ ادا کرتے ہیں ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں ان کو نصیب ہوئیں اور جب اس سے جدا ہوتے ہیں تو انکا یہ حال ہوتا ہے کہ انکوں سے انسو جاری ہیں دل ہے کہ صدر مرفاق سے بچھین ہوا جاتے ہیں کہ اپنے موئے کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اس سے کانی کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں کو دھتے چلے آتے ہیں اور اس جگہائی کا انہیں یہاں تک غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے ہونے نہیں سہلے انکے دل ابدی مسرت و شادمانی سے پُر ہوتے ہیں رچنا چڑھیں امر کا مزہ میرزا بوریس ذکر آتا ہے ایسے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں محبت یا ہم انکی نعمتوں سے مالالال ہو گئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم محنت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے بھی اکتا جائیں اور ان کے مطالعہ کے لیے وقت بھی شکل سے لی سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اسے یوں سمجھیے کہ بطور شتہ نمونہ از حواریہ سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہِ رہت دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب انہیں قحطی تو وہ ان لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں ان سے مخالفت کرتے ہیں اور انکی انیارسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں ہوتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا انکے مقابل میں سر پٹا ناچوڑیں اور اس مقابلے کا نام اس نے جہاد کہا ہے اور اس میں سر اسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں جو صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ ٹھیکے چنانچہ شریعت نے سخت مخالفت کر دی کہ کوئی لڑکے جھوٹے پیر فرقت کو قتل نہ کرے اور نہ اس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت و تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی انہیں سے لڑائی میں شریک

اور اسے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر انکو اسکی اجازت نہ دی جاتی اور پھر ان میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہو جاتی کرتی ہے تو اسوقت یہ بات کہ بعد نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلتے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کی جاتی بیعت بینا پر علاوہ اسکے جب عورت بائخ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالکس قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلئے انکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق نہیں پھر اسے طلاق دینا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دیکھتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصالتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوائے اسکے چونکہ عورت کا غریب و غیر مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائے گا اسوقت تک اسکو چھوڑ کر کسی اپنا نقصان گوارا نہ کرے گا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف عمل ہی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا سارا خرج بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے ایسے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل محاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ شقیں آپس میں درپیش ہوں گی وہ بخوبی برداشت کر سکتا ہاں عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی دیکھ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر ہی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ یہی لیے فتنہ اور سبب صراحتی کے اندلوں کی خطر سے جو کہ شرعاً و عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور انکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں مکمل ہوئے اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں پس جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچا یا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے ہی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے نہیں ہر کس و تاس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچا یا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید کرنے کی مثل ہے انہیں بڑی تنگی کی جاتی ہے جس سے کہ ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدا ہونے ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مایوف ہو جاتی ہے گو یا کہ وہ اسکی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے اس اور محبت کرنے لگتی ہے اسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادت کو جسے کہ جو عورتیں آپس ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلائے پرانہ ہو جاتی ہے انکو بے شرم مہیا کہ قرار دیتی ہے اسکو انکا

عورتوں کو پردہ میں
رہنے کی حکمت اور
یہ کہ پردہ انکی حق
پر غلبہ نہیں بلکہ
انکی عادتوں کی
انکی حفاظت کا
ذریعہ ہے ۱۲

ہلکا پن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اسے خوشی سے قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امید وار بن جاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہو تا کہ اسے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں تہہ ہی نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچا یا جاتا ہے اور یہ لچا لچا کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی ہی ہوتی ہیں جن میں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی ان کی عادتیں اچھی نہیں ہو کر تیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا شکل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے خاندان کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کر نیکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اس کے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کر لیا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اس وقت شیطان کو اس کے دل میں عورت کی نسبت دوسرے دلوں کی گنجائش نہ رہی گی بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔

باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اس کا خاوند یا اور عزیزہ قریب اس کو نہیں بلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے پیمان کا باعث نہ ہو جنہیں کہ اس کی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کے لیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا آپس کا فائدہ ہے بلکہ یوں کہیں کہ اس کا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو مراکھاری کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کر نیکی لیے جمع ہو کر ہیں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش نفسانی میں ہی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جس کی وجہ سے باہر لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہو نیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف ان شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پہرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی مینوسٹری کو مراکھاری کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اسے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہاں تک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی غذا پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر ان بدکاروں سے جنگی شہوتیں کہ عورتوں کو گھٹا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہوتا اور آبرو دالے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ ان کو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ پر ہمارے کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کہیں ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفیس اور شرم سے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

منہ
عورت کی پردہ
اور اس کے
مردوں سے
جول کرنے کی
غریباں

درعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو بہر
امہنیں ایسے قابلِ لامت فسل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اسب یہ امر عجوبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہونا کتنا انتہا
ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان ہی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں ہونے سے نقصان ہے تو بے پردگی
اُس سے بڑھ کر نقصان منور ہے اور ظاہر ہے کہ جس میں کم ضرر ہو اسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہو اگر تاہم چہ جائیکہ
بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں جسکو ہر عاقل مان
لے گا۔

پہر اس فرقہ نے جبکہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور ضرر و فخرت کو ایہ شرت تفرض وغیرہ کے حکما
میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم میں بالکل حکمت کے موافق ہے اسی شخص کو اس شخص کی سب سے جبکہ حاجت زیادہ
ہو اگر کسی سے بچے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قربت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع چس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ امید
ہو سکتی ہے پس انہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کیے گئے ہیں
جس میں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور سزا عت نہ ہونے پائے۔

پہر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور ان تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال اور واد عقل
کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس ان سب کو انھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور اس وامن کا ذمہ دار پایا
بیان اسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کر چکا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پہر وہ قتل سے ضرر و با
رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ قصاص
لینے میں زندگی حال ہوتی ہے۔

عقے ذوالقیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اسکا خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پہر اسے چوری کرنے کی
جرات نہ ہوگی جسکا نتیجہ ہوگا کہ دوشندوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کہنا نہ رہیگا سب ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض
کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو ہانچو اشتہریاں دینا پڑیں اور
جب کوئی چوتھائی دینا رہی چارے تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں نہیں منتہ
ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارناں ہے اور اسکی مفیدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھاؤ
چونکہ حرام کاری باوجود بہتیری خرابیوں کے اس بچہ کے قتل کا سبب ہو کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ
اسکا سبب بے پتہ ہوتا ہے اسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تاکہ اسکی مدد کرے اور نہ کوئی اسکا پرورش کرنے والا
ہوتا ہے جسکی وجہ سے اکثر مر جا یا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرام کاری کو نپوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوہ سے متع ہو چکا ہے
یہ سزا قرار دی ہے کہ تہروں سے اسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اسی طرح اسکا ہر
عضو انکی سزا کا نہرہ ہی چکے لے۔ اور اگر وہ حرام کارایا نہ ہو تو اسوقت کسی قدر اسکو معذور رکھ کر صرف سو کوڑوں ہی پر اسکا کیا
گیا ہے جو کہ اسے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بجا شہوت لانی کی لذت اٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنیٰ

قوانین معاملات
سب احادیث و خبروں کا
شریعت محمدیہ میں
نہایت حد کے
موافق ہونا چاہیے
تاکہ عاقلانہ ثابت
ہو کہ اسکا ہر حکم

ف
حدود و قصاص
و تعزیرات

ف
حدود و قصاص
و تعزیرات

ف
حدود و قصاص
و تعزیرات

ف
حدود و قصاص
و تعزیرات

ہیں جن پر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو یا اس نے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ
کہ اس سے پیدا ہو سکتا تھا اور اس نے حرام کاری سے اسے ضائع کر دیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ عمر جسے
انسان میں جہانی ساخت اور بہتہ بہتہ نشوونما پانے کے لحاظ سے فطرتاً قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض طبائک کا قول ہے کہ
لیکن چونکہ زندگی بسر کرنا مختلف حوادث پیش آتے ہیں انکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتا
ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کہیں انسان کی اہل آہنیت ہے جو اسکے لیے مقرر تھی اور وہ مر جاتا ہے اور کبھی یہی مدت
اسکی اہل ہو کر رہتی ہے تو وہ اس عمر کو بچکر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جبکہ اس نے حرام کاری کی وجہ سے
ضائع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تھی انہیں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

پھر جو کہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء عمر میں پندرہ برس سے پہلے
پہلے اسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر
قرب پانچ برس کے اسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جاتا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اسکی عقل کے قوی قابل اعتبار و کامل
رہنے کا ہے صرف انہی برس رچا جاتا ہے پس جو شخص کو عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے سزا
پیکر عقل اندازی کرے جس سے کہ عقل ناقص ہو جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے نہایت نے اسکی سزا انکی کوڑے مقرر
کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمت عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اسکے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے
اور اس عدد سے سزائی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اسے شراب پینے والے اس مدت تک جو نعمت عقل تیرے پاس بخوبی باقی
جاتی تو نے شراب پیکر نہیں دھنا اندازی کی اسی لیے جبکہ اتنے کوڑوں کی سزا دی گئی۔

پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنی اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں
اسکی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنی سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ
سالوں میں چونکہ اسکے شہوت و قوسے میں اتنا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت خشک سے اسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ
مستہم ہو جانا گمان ہو سکتا ہے اس لیے غالباً اس مدت میں ہی اسکی بیغیرتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ
زمانہ جس میں کہ اسکی آبرو کی کامل طور پر حفاظت کی اکثر ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف انہی برس ٹھہرتے ہیں پس ایسی وجہ سے سزا
نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اسکی آبرو ریزی کرے انکی کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اس عدد سے
اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے کو
گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبرو ریزی کی ہے اسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت
تک ضرورت پڑا کرتی تھی اسی لیے سزا دی گئی۔

پھر جو دیکھیے کہ شریعہ سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت مجاہد
نے ان دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلیئے اس نے مقتول کے ولی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے
یا معاف کر دے اور معافی کو تقویٰ کے قریب ٹھہرا کر اسے اسکی ترغیب دی ہے راہ طبع پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ

ف
حد شرع
عمر و مذکر
انہی کوڑوں
حکمت ۱۲

ف
حد ذوق
انہی کوڑوں
حکمت ۱۲

ف
شریعت مجاہد
سابقہ کے احکام
کی جامع ہے
اور اس نے
انسان کی ہر
حالت کے

جو شرائع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے یہی اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اس میں جمع کر لیا پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو انکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُس نے کھانے پینے سے لے کر قصائے حاجت کرنے سے لے کر صحت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیے زن و شہوم اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح ہر تمام امور کے آداب و قواعد اُسے مقرر کر دیئے ہیں جنکا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور بات کی تحقیق کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اسکا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہاء درجہ کی پاکیزگی و عبادت کے جس کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جنکا کفارہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اسکی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم ہی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اسکا نفع ہی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور انہیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر خصوصیت کیا کرتے تھے جیسا کہ علیٰ العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے ہے لہذا وجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا دبا ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اس لیے کہ دو امتداد اسکے لینے سے بازرہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور پس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کہنے نہ کہنے کا ہی موقع نہ ملے اور ان کی کار برآری ہی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دو امتداد انکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر انکے دامن ہو جاتے۔ اس لیے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ اگرچہ تو علیٰ العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اس میں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھ کر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہی بات اس لیے کہ جس شہر کی گنجائش نہیں متوازن طور پر یہ ثابت ہے کہ ریاست کا آپ دنیا سے ہی اسی حال میں خلعت ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث ہی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد و منقولہ کو خیر و غیرت میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کر دیا۔ پتہ اور اس سے ساتویں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپ نے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کہ کسی آپ نے ہرگز

ف
انسانی جلد
حالتوں کے
براق شریعت
میں قواعد
آداب مقرر
کیے گئے ہیں

ف
غرض کہ اس
عالم کے اعلیٰ قوا
پیش نما اور نمبر
اسکی جلد کو بدل
صلو کے حکام کا
نفع نہ آپ کی ذات
اور آپ کے لئے
اسکی حد و قیاس
بلکہ اسکا نفع عام

ف
اس فرقہ کے جو
مال غنیمت میں سے
قبل تقسیم صفی کے
لے لیتے اور اسکے
کو دینے کی حکمت ظاہر
ہوئی اسکا بیان اور
یہ امر کہ آپ نے اپنی
کے بعد کیا وارث
نہیں بنایا اور جس سے
لے خلافت کی وصیت
کی بلکہ مسلمانوں کی
پر چھوڑ دیا ۱۳

ف
رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم
مسلمانوں کے
عیال کے لئے
برائے ہوئے
مقرر فرمایا ۱۴

اپنا سجدہ کر ترجیح نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنی جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ محض مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحاً ارشاد فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک ہی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور بارہ میں سب سے بڑا کہ یہ بات ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ پیٹھ پیٹھ کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہاں تک سچ سچیں اور دنیاوی منصب اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی کنفی ہی بی بیوں کیوں نہ ہوں آپ ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں ایسے شریعت نے آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا ان کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام لیکن جب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آئیں عاقل و عاقلہ یا جاتا ہے ایسے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے اجازتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گو یا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں کی تعداد کا بہ نسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دی جاتی تو حامل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں اور بلاوجہ ان کو نسل کی افزائش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک وہ سبھی برس تک کیوں نہ زندہ رہے تو والد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ بچائش پیدائش برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اس کا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم لینے وہ مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُس میں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں ایسے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اس کی قوتوں میں ضعف آ جاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُس کے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایسا تک باعتبار اکثر کے کل بیستین برس کی مدت رہ جاتی ہے جن میں عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہا اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق اپنی نسل پسلیا دینے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے نجات ملتی پس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ ہی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو صورت اُسکی زوجہ کے بائج ہونے یا کبر سن کی وجہ سے اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود والد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا ایسے کہ وہ طلاق تو دے ہی نہیں سکتا مگر اُسے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا اس طرح اگر مرد میں تو والد و تناسل کی قابلیت

نقد انداز
اور اگر چاہے
میں حضور
اور رسول
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم
جاری رکھے
نکاح جائز ہوگا
والا اور شخص
کے لیے جاری
سے زیادہ ہی
نہ بیاں لکھو
کی اجازت
کی حکمت ۱۲

نہوتی تو عورت کو اولاد سے محفل رہنا چاہتا ہے وہ تو فراموش ہو گئیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔

اب صرف چار ہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چار ہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں۔ پہلے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دیکھی گئی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قائم مقام ہو جائے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں۔ تجارت، صنعت، زراعت، حکومت۔ پھر شریعت نے چار شاہیوں کی اس وقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہاں تک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اسے دو کی ہی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ ہی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز بائے یا نان و نفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے ایک سے بھی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت ممانعت ہے۔

پھر چونکہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ ٹرائی میں گرفتار ہو کر آتی ہیں افزائش نسل سے محروم رہی جاتی ہیں کیونکہ غلام کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے انکی خبر گیری کرنا دشوار شکل امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں رہیں اسلئے انکے دلونڈیوں کے مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متبعت ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضائے ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اس کے قبضہ میں رہے اس پر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اس کا شوہر بن سکتا تو چاہیے تھا کہ اس کی مالکہ بحیثیت اسکی زوجہ ہونے کے اسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اس پر قبضہ حاصل ہو پس اس منافقت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بدستطافی سے سارا عیش و آرام خاک میں مل جاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب انہوں نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمت پر مبنی ہے۔ پہل تو یہ کہ آپ کی عظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا انکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شریعت سابقہ میں ایک مافی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ ہی متحسین معلوم ہوتا ہے کیونکہ علمہ العموم انسانی طبیعت و تہذیب امر کرنا گذرتا ہے کہ انکے بعد کوئی دوسرا ان کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کے کسی دوسرے کے لیے اگرچہ وہ اس امت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو اسلئے نہیں کی گئی تاکہ افزائش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا انداز کر دیا جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے

ف
چار شاہیوں کی
اجازت کی حکمت
۱۲

ف
جو انصاف
نہ کر سکے
مصدقہ شاہیوں کی
اجازت نہیں
۱۳

ف
میں تو نہایت
حکمت
۱۴

ف
رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم
کی زوجہ سے
آپ کے بعد
حرام ہونا اور
انکی حکمت
۱۵

بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص انہیں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جائزینی کے قابل ہی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہہ کر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو منہا رے رسول کی زوجہ موجود ہے سو جو سے مجھے اور و نیز بی بی محال ہے اور بیشک میں خلافت و جائزینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو بی بی اولیٰ ارادوں میں عام لوگوں پر چڑا دیا ان پر کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے اڑھینا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اس کے مرئی کے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیل سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

میں نے یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہو جاتا کیونکہ ہر شخص ہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجہ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اسکو ان کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو انکی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلیٰ وجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے ہمیشوں پر فخر کرنے کا موقع ملے اس کے ذریعے ان باتوں پر نفیست ہو جائے جو بڑے بڑے بھداروں کو بھی معلوم نہیں اس طرح باہم ان میں بڑی مخالفت پیدا ہو جائی جسکی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جاتا پس اس امر کے اسناد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قلعی حرام کر دیا۔

جو تہ یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک ان کے منصب عالی اور مرتبہ عظیمہ کی بقدری ہوتی اور تمام امت کے دلوں میں انکی وہ قدر و منزلت نہ باقی رہتی جو انکواب حاصل تھی کیونکہ اس عورت کی شہادت جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہ چکی ہو اور پہرہ کسی دوسرے کے پاس رہے گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں تھا کیا جاتا ہو بالکل اس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے بلندی سے پتی میں ڈال دیا ہو یا اس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدا کی نصیب ہوئی ہو اور پہرہ لوگوں کے دلوں میں انکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قصہ میں ہوتیں کہ جسکے لیے تمام معاصی اور قبل خ سے محفوظ و معصوم ہونا ضروری نہیں انکی شرعی باتوں کی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور محکم تھا کہ انکو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عمل درآمد کرتی ہیں اور اسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لیکر رواج دیتی ہیں یہ نہ سمجھے کہ انکی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا وکلا وہ باعصمت بی بیایں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ انکی شان میں ایسا گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصد یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا انکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو امت کو ان کے ان علوم کے ثمرات کثیرہ سے محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام نہیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے ان اقوال و افعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کنز الایضمت تاب عورتیں میں جو کہ آپ کے ساتھ کھانے پینے پونے بیٹھنے جلوت و خلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور اس طرح انہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کر چکا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسوجہ سے اکثر احکام کو انہیں کے وسیلے سے معلوم

ہوے ہیں۔ پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہیں تو انکی عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو کہ انکی خبروں پر اب حاصل ہے
 اسکا کہاں پتہ لگتا۔ حکیمانچہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم سے فوت ہو جاتے۔ علاوہ بریں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا کا
 اور کئی حکمتیں اور ہر بار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کر کے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے۔ پس اگر آپ کے بعد ہم
 کرنے کی انہیں اجازت نہ ہونے سے خاص انکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں
 کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض کیلئے
 خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تہ قیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو
 ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں انکی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم
 پیش جبکہ یہ فرق شریعت محمدیہ اور ان کے انتظامات کی جانچ کر چٹا اور مسکو اسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں چٹا
 کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپیں اس کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اسکو تو ماننا ہی چاہیے
 بیشک جو کچھ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ پہلا دیکھتے تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے
 بڑے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے توڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ ہی چند
 ماہ کے لیے کہ جودت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عرب اپنے شہر میں کسی واقف کار
 اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا بھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کسی ملکی قوانین یا شریعت میں سے قدرے قلیل
 بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملے گی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام و ترتیب کو ضبط
 کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو ہیں کہ تمام عمدہ حضائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام
 ہوتا ہو ان کے حالات کی اصلاح ہوتی ہو ان کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں ان کے شہر آباد ہوتے ہوں انہیں ضرروں سے پناہ ملتی ہو
 اسبطح اس میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جسے کہ نبی آدم کو نفع پہنچتا ہو۔ اور جملہ ضرر ساں شہار سے وہ محفوظ رہتے ہوں
 باوجود اس کے کہ ان میں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہ میں صحیح عقیدے ہی پائے جاتے ہوں جن میں کہ نسبت اور بے بنیاد
 خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اسبطح ہر صفت خلقت کے رہنا اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت ہی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔
 یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے
 فلسفی۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تنہا ان تمام
 چیزوں پر حاوی ہو سکتے اور آپ کے لیے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اسوقت بیشک یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ
 آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلادیا ہو ان سب کے
 ہیئت و ہدایہ ہوں اور ہر لوگوں کی تعلیم کا انہیں حکم دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفین کو بھی یہ بات
 نہیں ہوتی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو انکی کیسی ہی اعلیٰ وجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جملہ فنوں پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے
 ہوں بہت ہوا تو ایک دفن میں انکو کمال حاصل ہو گیا جالینوس ہی کو دیکھتے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ اسطرح حکمت فنی
 اور آبیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پاپیلوس میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسبطح کوئی کسی فن میں اور

بعض لوگ جو
 شریعت کی تحقیقات
 سے ناواقف ہیں
 ان کے اس خیال کا
 غلطی کہ شریعت
 قوانین اس زمانہ
 کے ذاتی نہیں ہوتا
 اس پر شک
 کی قوتوں
 ناقص

کوئی کسی فن میں کمال ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکم اور عقل میں سے کسی کو تمام فنون میں ہی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کہی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کہ کوئی چیز ہی اسے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اسے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اسے تو خوب شرح و بسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش پانفس کے مہذب انسان کی ضرورت نہ پڑتی تھی ان کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا کہ سطر جبریت بات جلا دی کہ اس کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اس کے جاننے والوں کے سیکھ لو پتہ پہنچے تھلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ کے بارہ میں اسے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اس کے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اسکو محض ان کی غوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آ سکتی ہیں جو اپنے مطلع ہونے کی غرض سے اس کی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ پہلا اس شخص کو کیا بتا سکتا ہے جو کہ بظن تعصب اسکو دیکھے یا اس کے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر وقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو حضور سے ایک خطبہ بھی خبر نہ ہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھتے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اس فرقہ نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے ہمتا بھی مطیع اور اطاعتی دجہ کے خیر خواہ بن گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کر لیا ایسا دروازہ کھولا کہ جو قیامت تک ہی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گزرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کر سکتا ہے اور اس کے نزدیک بھی حق واضح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ کھا گیا اور قیود و تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھا اور اپنی عقل سے ازاوانہ طور پر بلا رو رعایت کام لیکھا ممکن نہیں ہے کہ اس کی خطا کا اسے یقین نہ ہو جائے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری کے زمانہ دراز گزرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اس کے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائے گا علاوہ ہیں اس استدلال کا دروازہ اسے اور بھی وسیع نظر آ گیا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے ٹوٹنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہاں تک کہ عقل پر حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اس کے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلائی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانستے ہیں اور جیسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ انکار کر کے دیکھ لے کہ کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

بعد کا
لوگوں کے
اسوجہ سے
ولی اور اولاد
برابر دیکھ
حلیہ سے
مستقیم
۱۔

اس فرقہ نے تو
پہلے حدیث اور احکام
پہلے استدلال کا
اچھا دروازہ کھولا
خدا کا پیغمبر ماننے
بعثت ہوئی
ملا کر سمجھا دیا
میں ان کے پیچھے
استدلال اور ہی
وسیع ہو گیا کیونکہ
حق کی بات ہمیشہ
محفوظ رہی
اس کے احکام قائل
ہے اور عقل
نہیں ۱۷۷۷

تو میں ضرور غلط پڑتا اور انکا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے تجویز کردہ قوانین میں تبصر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کھیں آپ بعض نادانوں کی یا وہ گوئیوں سے گہرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہاں کہ بعض وہ لوگ بھی ایسی ذمہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں انکو اسکی ہوا ہی نہیں لگی انکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ انہیں کچھ کہلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل نادانانہ ہیں صرف انہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سن لیا ہے اسی بنا پر انکا بقدر نفس طرح طرح کی باتیں بہہ گارنے لگا ہے اور انکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لیے نیا قانون بننا چاہیے اور یہ سمجھ کر غیر قوموں کے بعض قوانین اختیار کر لیا کہ اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور بیچ پوچھے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہی کہ جسے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور انکے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو انکے ساتھ ہی بہت سی غریبیاں بھی نظر آئیں گی یا وہ فی الحقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ ان لوگوں نے اسلامی لباس میں تار کر دوسرا لباس پہنا کر ہر جگہ جکی وجہ سے انکی اصلی صورت ابھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسوجہ سے کہ فہم لوگ اسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے انکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی ہمتوں کی انہیں رعایت ٹھونکا رہی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اسپیرو بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنی بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں اس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قواعد کا ذکر کرنا ہی بجا ہے جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتے کہ ان کے قواعد کے مقابلہ میں انکی طرف ذرا ہی التفات کیا جائے اور اگر یہ نہ ہوتا تو ایسی امر کا بیتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد وضو ایط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت ان سے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہو گا کہ انہوں نے انکی اصلی اسلامی صورت کو تبدیل کیا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر انہوں نے شریعت محمدیہ سے ان قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور انکی عقل ان قواعد تک اسوجہ سے پہنچ گئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک تسخیں ہیں تو شریعت میں بھی وہ موجود ہیں اور سرت وہ ضروری حکم کہ انکے شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ہاں اس بات کے دریافت کر کے یہ عقل رسا اہل احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حال نہ ہو اسوقت تک اس امر کا بیتہ لگنا ہے ذرا مشکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و بیط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہو جائے اور انکی اصلاح ہو تو اسکو چاہیے کہ شریعت محمدیہ کے تجوہالو پر اس امر کو پیش کرے کہ اس نے درخواست کر کے کہ وہ گوشش کر کے ان قواعد میں سے ایسی چیزیں کیا کر دیں جن سے کہ اسکی حاجت ردائی ہو جائے اور مقصد برائے تاکہ وہ گناہ

ف

بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں انکے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کا قانون اس زمانہ کے موافق نہیں ہے اور اس لیے سب سے دوسری قوموں کا قواعد یا تو اس میں یا اس شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ انکی

مہید قاعدہ ایسا نہیں کاو کہیں ہوا دیکھ اس سے خالی ہو ۱۲

ف

بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں انکے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کا قانون اس زمانہ کے موافق نہیں ہے اور اس لیے سب سے دوسری قوموں کا قواعد یا تو اس میں یا اس شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ انکی

درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ سلطان اعظم نے (خدا کی)
سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار رہا ہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس میں کہ ان تمام معاملہ
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ کو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے
ایسی ہی کتاب لکھ دی جس سے کہ اس بارہا لوگوں کی پوری پوری مقصد پر آری ہو سکے اور اس کتاب کا نام "مختارہ الاحکام" رکھا گیا ہے
ان لوگوں کے حالات دیکھ کر ہی آپ علما میں نہ پڑیں جو کہ کہنے کو تو اسلام
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ ان کے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے
ان کے تمام کاروبار میں بد مذہبی اور بد نظمی پہلی ہوئی ہے ایسے لوگوں کو دیکھ کر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو
یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہا تک مخالفت کی ہے اسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کی شریعت اپنے پیروی کرنے والوں کی اصلاح کرنی ہے ان کو انتہا
درجہ کی تہذیب سکھاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن ہر ہی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے
ہیں ان کو انواع انواع کی بدبختی گھیر رہی ہے اس کے لئے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑے یہ کس نے دعوے
کیا تھا کہ شریعت محمدیہ جس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے
لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی پوری مخالفت کرتا ہے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اس کے بتائے ہوئے آداب و اخلاق
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجئے کہ شریعت نے اس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے
ہیں اس کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے
بلکہ شریعت نے تو یہ اتنا کہہ دیا ہے کہ جو شخص ان امور میں اس کے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اسے ہر طرح کی بدبختی
اور بلائیں نازل ہوں گی یہ اتنا کہ اس کو ان ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جسے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ
رہیں گے اس لیے کہ ایسا شخص مجاہدے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ لے تاکہ اسی طرح یہ کہیں وہ
مخالفت سے باز آجائے اور اسے تو بہ کرنا نصیب ہو خدا کی یہ ہی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اس کی بعض
نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہو رہا ہے تو اس کو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ اعز و غلب سے بچ جا
آجیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بیادشت نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت
بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں لکھی ہوئی ہیں ان کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں
کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن ان میں سے کسی کتاب کو کبھی نہ لکھتا اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا
آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مٹا دینا تب کر کے انہیں اپنے کتب خانہ میں

ف
جو مسلمان خود
شریعت کی پیروی
نہیں کرتے ان کی
حالت سے جو شخص
پر غصہ کرنا چاہے
خاطی ہے ۱۲

من
مناقشہ
مثال ۱۲

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بن جائیگا تو اس طرح فضیلت حاصل کر لیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا
حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر سے نہ محقق بودند دانشمند چار بائے برو کتابے چند کے مصداق بننے کے وہ او
کس لائق ہو سکتا ہے اور اسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پیش اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسوں کو بھی پاس تھے ہیں کہ شجر شمار اسلام کے
علماء میں ہوتا ہے پہلی ان لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ انکی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں
انکا ہنر تو جاہلوں سے بھی بڑا ہوا ہوتا ہے اور نہ یہ سید سے مال کی طلب میں گرسے پڑتے ہیں دل کو لوگوں کو کوشش
ہیں انہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پہر تھلائیے کہ اس شریعت سے ان شریعوں کو کوشش تہذیب حاصل ہوئی
انہیں اسکا کیا شرم ملا بلکہ اگر ان کا حالوں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر نہایت تیری خرابیوں سے انکا ہاتھ توڑ کا رہتا۔ اس
اعتراض کا جواب مجھے سینے تحقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض
اسکے پوست کو انہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیقت
کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو
صرف بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب لغت
پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد بجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیت کے
درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود انکا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ حکام کو خوش نظر
اور عام لوگوں سے جنہیں کہ برے پہلے کی تہذیب نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لیکر کھائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور فصاحت صرف اس غرض سے انہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیکار خوب باتیں بنا سکیں
اور انکو اپنے دام میں پھنسائیں انکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور انکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو انکی
تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اسکے آداب جلیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ
انکی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال و افعال سے باز آئیں۔

انکا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اس طبیب کی
سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو انکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی
طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی شفقت ہی ہوتا ہے تو وہ اسکا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اسکا سا
خیال ہی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اسے اپنے مرض کی کچھ ہی پروا نہیں۔ تو پھر نہیں
خدا کی قسم ہلاکتاؤ تو وہی کہ جب اس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہوتا تھا کہ مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم
طب سے واقف ہونا اسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا اور اسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی؟ ہرگز
نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اسوقت بجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اس سے بیمار یوں کو ذرا ہی نفع نہیں پہنچتا بلکہ
ناپسندیدہ اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی میں تو کبھی

ف
ان لوگوں کے
حالات سے شک
لوگ علماء دین
شمار کرتے ہیں کہ
انکی حالت غمناک
ہے شریعت پر
اعتراض کرنا
غلطی ہے اور
علماء آخرت و علم
سویں فرقہ

خیال نہیں کر سکتا کہ اس بہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جسکے حواس ہی ٹھیک نہ ہوں وہ جو چاہے سو کہے
 آپ اسکو سمجھ لیجئے کہ علماء اسلام میں سے جنہی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہو
 ایسوں کو شریعت علماء اسوہ یعنی برے علماء کے نام سے پکارتی ہے کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کو بھلا
 مسلمانوں کے حق میں بد رہا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے کئے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے
 دنیا سے ناپید ہو جائیں اور انکی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلا کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں
 راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش خلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت
 یعنی اپنے رسول کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور انکے عہدہ عطا
 اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام امت کی جانب سے انہیں بہتر جزا سے مالا مال کر دے ایسے ہی لوگ علماء
 آخرت کہلانے کے متقی ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت میں خاص کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں انکی تعریف کی ہے اپنے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکی توصیف و ثناء کا اظہار کیا ہے یہی لوگ ہیں جسکے کہ جملہ اقوال و اعمال میں
 شریعت مجتہد کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لیے اعتراف
 کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی ہتھکڑیاں کاٹ دی گئی ہیں کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ بات عتلا
 پھر اس شخص سے میں کچھ کہا جاتا ہوں جسے کہ ان علماء اسوہ کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھتے
 لگتا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جسے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی امید کجاتی ہے خیر صاحب
 آپ کو مدد ہو سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شریعہ کے الفاظ یاد کر کر
 کے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو اس طرح سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھا دیں تو میں آپ کو ایسا نہیں
 خیال کر سکتا کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھ کر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں انہیں کچھ بھی
 واقفیت نہیں رہتی انہیں نام و نشان نہیں محض جاہل و نادان ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لیے
 پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پہننا جسکے لیے جیہ و دستار سے آراستہ ہو کر جاہل پہلایا ہے فقط
 کمانے کمانے کے لیے اپنی شکل بدل لی ہے انہیں سے بعض لوگ علم کے منصوبوں پر بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں درمق
 میں مشغول ہو جاتے ہیں مثنی و قاضی بننے میں ہی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے پہنچ جاتے
 وہ کیا جائیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے خدا ہدایت کرے۔ ایسوں پر تو انا لعنہ وانا الیہ راجعون پڑنا چاہیے میرا کہنے سے
 مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لے بیٹھے گا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے دیکھا
 بات میں تو انکی قلعی کہتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حیوانات سے بھی گئے گزے ہیں

یہاں تک کہ

ف
علماء اسوہ

ف
عالموں کی
سورت ہاں
کہانے کا
والوں کے
فرستے
پہنا

ف
جاہل مریض
کی وضاحت

اب ایک مکار فرقہ اور رہ گیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت خراب ہوتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے
 دیکر انکے عقیدے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر ہی نہیں ہوتی بلکہ اٹھے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جان کر
 یہ سمجھتے گئے ہیں کہ انہیں حقائق و شایعہ کشف ہو گئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لی گئے اور پیچ پڑے

تو وہ اپنی اسی گمراہی میں پہنچے رہتے ہیں ان دعا بازوں کی حقیقت مجھے سینے کہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بہید اور علوم کی معرفت حامل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلاں فلاں فریعوں کو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بہید کو بتلا دیا ہے اور وہ ان رموز اور بہید کو ایسے کلمات تکبر کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے موافق نہ ہوں گے لیکن بات یہ ہے کہ ان کی باتیں علماء و شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بغاوت مشابہ معلوم ہوتی ہیں جیسے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا ہی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں شک ہی بہت کراہی کی بہتری نہایتیں موجود ہوتی ہیں اور حقیقت خدا انکی پرہیزگاری اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہترے رموز اور بہید و ہنر انہیں مطلع ہی کر دیتا ہے جسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو انکے ایسے نیک عمل نہیں کرتے اور جن میں کہ انکی ایسی استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا ہی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ ایسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ انکے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں انکے ظاہر کر سکیے لیے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاشعری ہو جاتی ہے پس انکے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا ہرچہ کہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا ہی شبہ نہیں ہوا کرتا ایسے علماء انکے کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنی انکے اقوال کے ظاہری معنی چھوڑ کر صحیح معنی لیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ ان بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور انکے عقائد کی نسبت مشکوک نہ ہوں یہی محفوظ رہیں باقی رہے یہ دعا باز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر تجریدی اختیار کرتے ہیں اور ذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی ہوا کرتے ہیں انہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ وہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بغاوت ہرگز کے کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن انکی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ انکے علوم و معارف کا انکے پاس نشان قلم ہے ہوشیار رموز و خبر و ارکبھی ان دعا باز نگراہوں کی باتوں میں نہ آتا انکی طرف ذرا ہی التفات کرنا یہ لوگ دین کے تباہ کردینے والے ہیں اس زمانہ میں انکی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کے عقیدہ سے خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے یہ چاہیے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اس بارہ میں انہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جس کا علم اور جنکی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم ائمہ ہوں اور اسکے سوا تمام خیالات اور ادعا کو الگ کرے خدا بظیفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین چنانچہ سے ایک فرقہ اور تباہ کنی نظر انکے مستدلالات مذکورہ تک تو پہنچی نہیں لیکن انہوں نے اس امر میں غور کرنا شروع کیا کہ وہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کیا ہیں اور یہ تمام فرستے جو کہ پہلے آپ کے مخالف تھے کیونکہ مطیع بن گئے اور کونسی دلیلیں ہیں جنکی وجہ سے ان سب کو آپ کی اطاعت اور تصدیق کرنا پڑی پس کہنے لگے کہ یہ سارے فرستے جنہوں نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی بیشک نہایت عقلمند ہیں انکی عقل ہی بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہے نہیں

فہم
بجہ حدیث
کے خلاف

فہم
سائنس
کا فرقہ
کہ باطل
رسول اللہ
کی باتیں
کے خلاف
استلال

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کر کے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کر لیں۔ سمجھیں ان لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو ان سب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی مگر بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت کر نہیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاص کر ان لوگوں کو دیکھیے جو کہ پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور ان کے پاس انہیں رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زور اور توجہ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ سیطرہ سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں ان سب کو بیوقوف نہ بنایا کریں ان کے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور ان کے باطل اعتقادات کی غرابی نہ بیان کریں اس مقصد کے حاصل کرنے میں انہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کر دو تو پھر اپنے مال میں شریک کر لیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کر دیں گے پھر انہیں لوگوں کا چال ہو کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصاً وہ لوگ جو کہ پہلے رسولوں کے دینوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھ کر ان ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف پورے پورے متوجہ ہو گئے کیونکہ خود انہیں کی کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ کی متعدد شہادتیں انہیں ملیں اور جو جو علامتیں انہیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہو گئیں پھر کیا تھا انہوں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو ان شریعتوں کے پیروی سے احکام کو جنکو وہ مانے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجالانے لگے۔ سچ تو یہ ہے تو یہ بات تہی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلاوجہ دفعہ چھوڑ دیں کہی ہوئی نہیں سکتا اور یوں تو وہ کہی چھوڑ ہی نہیں سکتے اہاں جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہو جائے تو اذیت و ہراس ممکن ہے کہ یہ نہ کہ وہ اس بات کو یقیناً جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائط کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھہریں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لینا ہونہ ہو ضرور دلیل کی بڑی دیکھ بہال پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ دلیل یقینی اور قطعی نہ ہوتیں کہ جس نے ان کے دل کو پورا پورا اطمینان حاصل ہو گیا اور ان کی عقلوں نے انہیں تسلیم کر لیا اور حق دریافت کر لینے کے لیے کافی پایا تو وہ کہیں ان دلیلوں کے مقتضائے موافق کار بند نہ ہوتے اور اپنی عادات کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور ان کی صحیح عقائد اس بلل امر پر مشقہ می کر سکیں ہرگز روا نہ رکھتیں اور ان کو اس بات کی کہی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل پر اعتقاد کر لیں یا اپنی بد انجامی کا لحاظ نہ کر کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہو جائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے

اور عادتوں کو جھٹکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے ہیں۔ تھے ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک نئے
 بڑے بڑے کلچر شخص کے مطیع بن گئے جسے کہتے ہیں تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور ان کے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت
 یہ تھی کہ نہ اس کا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل
 ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اس بارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جائے اس کے اسباب سے اور اس بات سے
 بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی
 وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوبام اور خیالات اس کے باعث ہوئے ہیں اس کی عقلوں کو اس کی وجہ سے متحرک پیدا
 ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو مستند ہے ضرور اس کے دل میں
 اس کی نسبت کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے دریافت کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں
 کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا فراموشیوں سے بحث کیا کرتے ہیں اس کے
 اسباب کی تفتیش کرتے ہیں اس کی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں
 کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حواثات میں ہمارے
 نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جاسکتا کہ جس کا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اس کے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی
 ضرور مقصدی موجد ہو گا تو کیا اس بات کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے
 میں کامیاب ہو گئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بن گئے ہم شرم پوشی کر سکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ
 تاریخ میں اس کی نظیر شکل سے مل سیکے تو پھر کیا ہیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوئے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہنا
 کہ اچھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کر لیکے بلکہ یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم پہنایا
 ہے کہ انہوں نے آپ کا اتباع کر لیا۔

کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت
 کریں اور اس کی کوئی وجہ ڈھونڈ نکالیں کہ اس بے یار و یار اور محض بے پڑے کلچر شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع
 ہو گئے اچھا اگر ہم فرض ہی کر لیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت، حاصل کرنیکی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتا
 سکتے ہیں کہ ان تمام تعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کر لی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور
 خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بن گئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب ان سب کا
 تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اس کا
 تو مقتضایہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موفقت کرنا کیا معنی اُسے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا
 یہ سبب ٹھہرائیں کہ ان کو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی اس سے بہرہ
 ہونے لگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مند کو تو دیکھتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالفت
 تھے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع ہی ہوا تو اس وقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہو چکی اور

اس فرقہ کے لیے
 محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حالات
 بحث کرنا کیا
 باعث ہوا اور
 اس فرقہ نے کیا
 تفتیش کی اور
 تمام لوگوں کے لیے
 رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا کیا
 صحیح سبب قرار دیا

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ایسے بہت سی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو آپ کا قومی تعصب کی طرح اسکا سبب نہیں ٹھہر سکتا علما بریں اگر یہی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قربت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو پہلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُسے بہت ہی کم تھی اور ان لوگوں کی مثل آپ کے قربت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان تھا پس اگر آپ اپنے قربت مندوں کی طرف داری پر یہ دوسرے کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُس سبب کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے انکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اسوقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ یہ لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو جو غلبہ حاصل ہوگا تنہا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو ہی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہا جسے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو اس غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداء ابتداء میں یہ دعوے کرنے لگے تھے تو بالکل تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کوئی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اس کے دعوے میں جھوٹا ہی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اسکو کوئی ذریعہ ہی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے ان عادات اور اعتقادات کو جسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو انہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملے گا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ جھوٹ ایسا کر سکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرستے جھوٹ تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادری بیانی سے ان سب کو اپنا فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہن کو رنگ آمیزیاں کر کے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب فرستے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے میطیع نہیں ہوئے جیسا کہ ان لوگوں کی ساری دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ انہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے ہی استدلال کیا ہے کہ جس میں آپ کو کوئی دخل نہیں ہے اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل ایمان تمام فرقوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذہنی خوف نہ تھا اس لیے کہ آپ تنہا تھے نہ کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے آپ کا اتباع کیا ہے لیکن ایک بجز آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو ہزاروں لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ انکا قایم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا پہلا تباہی تو یہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں
 ان ساری علامتوں کو جمع کر لیتے جو کہ انہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے
 رسولوں کی کتابیں تھیں تباہ ہو گئے اور وہ انہیں یہ خبر دی گئی تھی کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئے گا کہ جس میں یہ ساری
 علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ ہیں وہ ساری علامتیں انہوں نے چشم خود دیکھ لیں۔ کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ
 اپنے قرآن میں تمام اسلئے درجہ کے صفات جمع کر لیتے جسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی ہی عاجز ہیں اور حالت
 یہ کہ آپ بالکل سب سے پہلے کئے شخص آپ نے جانوں میں پرورش پائی اور پر جمع کر کے اپنی رستی کی دلیل میں پیش کرتے
 کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان حملہ توہین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جسکو دیکھا کہ
 عقلیں رنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی رستی کی دلیل میں پیش کر سکیں اور پھر نہ آپ لکھے نہ چھپے متفرق قوموں
 کے حالات سے پیغمبر اور مختلف ممالک و بلاد کے توہین سے محض تا واقعہ کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی
 چھوٹی سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے ہی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بنا دیں
 یہاں تک کہ بغض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو جنگ و جدل کی آگ
 میں بہنایں اور ایک سورت کے ہی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ برقرار ہوتے تو اس سے بڑا کہ
 ہونے کے لیے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر
 کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر چونکہ وہم طاری ہو گیا تھا اسوجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے۔ ایسے کہ جب آپ
 آئے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لائیسے ہی عاجز ہو تو آپ پر وہم غالب ہو گیا
 اور انھوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر نہ کہ نہ ہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک تاثر سے کوئی انسانی
 عقل بھاری نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز
 نہیں تسلیم کیا جاسکتا کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہو گا بھی
 تو یہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدھ مقام پر اور اگر باہمی تو ایک یا دو دن اور اگر مست رہا تو ایک یا دو مہینے پر
 لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اسکا دخل ہو میں پیش برسوں سے ہی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے پر ہی
 باقی رہے بلکہ صدیاں گزرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اس وہم کے سبب کے دار و بھوکے وقت بہت دور ہوئے
 اپنی ہی قبضہ کر لے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ انکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جس پر کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی
 جن پر وہی وہم کا قبضہ ہو جائے کہ کسی ایسا دیکھا نہیں گیا اور نہ آج تک سنتے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے
 والا تسلط ہی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو جس میں گزرنے پر ہی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی
 سبب کے پاسے جائیکہ کہ جس سے اسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کسی ہی دہی بات کیوں ہوں
 لیکن غور و فکر کرئیے امتد اوزمانہ کے بعد اسے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ
 یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر ہی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سب

فرستے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی عریض ستے ناکام کی تکذیب ثابت کر سکیں اور باوجود اس کے کہ ہی ان کی کسی ایسی چیز تک سانی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے ابھکا ہوا رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جس میں وہم کی ذرا ہی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخودنی ظاہر ہو گیا کہ انکو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام سندھ کو مستمر رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیکھیے قدیم ہیئت والے علماء کا عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم ہا کہ آسمان گویا ساکن ہے اور زمین ساکن ہے تو اسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسان کا دور کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں انکے پاس وہ آلات ہی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ انکا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث در پیش ہے انہیں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہو سکے کیونکہ اسکا سبب (جیسا کہ معتزلی کا گمان ہے) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے اپنے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اسقدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اسچے طور سے فرق ظاہر ہو گیا۔

زمین کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے میں اس سے کچھ زیادہ ہی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور ہی کوسوں دور ہو گا اور جب یہ ظہیر تو سینے کے تہی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے نصیح و تبلیغ شاعر انشا پر واد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بہتسروں نے آپ کی شریعت کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور انکے لیے کوئی ایسا مانع ہی نہ تھا پہنچی ہیئت قرآن تنقیر کی چھوٹی سی جھوٹی سورت کا ہی مقابلہ نہ کر سکے اتنی قلیل مقدار ہی قرآن کے مثل لانے سے مستزیا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک ہی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا۔ مگر یہ طریق یہ فرقہ ایسے سبب کی تقشیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہو لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت وجہ کے ہتھیار اور تلاش کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا پہر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کر لیا اور ہشیاء کا ہیں پورے طور سے نہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیزیں اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر سے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہکودر یافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر ہے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیاء سے ہکودا حقیقت حاصل ہو چکی ہے اگر انکی نسبت ان اشیاء کے ساتھ دیکھی جائے کہ جو اب تک ہکودر یافت نہیں ہوئی

اس فرقہ کا اس
امر کو جانکر کہ ہم
تمام چیزوں سے
بڑے و بڑے قوی
نہیں اپنے حیا
سمجھنا اور ہشیاء
کا کمال ہونا کہ وہ
حقائق ہی ہکود
ہو سکتی ہیں جیسا
ہم نہیں دیکھتے ہیں
لگتا ہے ۱۲

تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ آٹنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیاء پر عادی اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پانا تو حجاب ہر ایک کو تمام حقایق کا پورا پورا علم ہی نہ ہو تو پھر ہم اس بات کا کیونکر طمیان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہمارے نہیں ہوئی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہو رہے تھے تو اس سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہم ایسے فرائض حاصل نہیں تھے کہ جسکے وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرا عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جائے۔ پہلا بتلائیے تو یہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تھا اور اسکی خواص و آثار کسکی سمجھ میں آ سکتے تھے اور اسکو کون مان سکتا تھا یہاں تک کہ اتفاقاً وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربے اس کے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اس کے ہم اسکو آنکھ سے آج تک دیکھ بھی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ سہنے اس کے آثار دیکھ کر اس کے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نہ کریں نہیں مانتے آپس ہی قائم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہمارے اپنے اس قاعدہ کو برابر چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھ کر کہ مادہ ائیر ریٹے ایتھر کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہم اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہمارے صرف اس کے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادہ ائیر ریٹے ایتھر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ائیر ریٹے ایتھر ہر ذرہ ایک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بہا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اسیں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور اس کے اثر کرنے کی وجہ سے اسیں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جہم کے اثر کرنے سے آواز کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت آئینہ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اسیں اثر ہوتا ہے اور اسے مرئی کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ حوال یا قوی کمرانی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف ایسی اخیر ایتھر کی مہربیں ہیں اور وہی ایسی اہل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کمرانی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کوئی شک نہ رہتا ہو سکتی ہے کہ جسکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بات ان موجودات سے جو کہ خوردبین (میکروسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت ہی ہو چکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصیرت استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اب ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کوئی انکار مانع ہو سکتا ہے

اس فرق کا اپنے
اس حوسے بڑھا
نہ سکتا کہ ہر
حواس سے کمال
کچھ ہر کسی چیز کو
میں اپنے حواس
کے دریافت کرے
اپنے خاصہ
اثر کرنا اور
یہ کہ مادی عالم
کے علاوہ کوئی
عالم کرنا محض
یقیناً بات ہے

کہ جنکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آئینہ سے مدد ہی کیوں نہیں کافی نہ ہوں بلکہ اُن کے ادراک کے لیے کسی دوسرے حواس کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی آئینہ رہتا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اس قدر عاجز ہوں تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں رہیں۔ اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور اُن تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے ہم میں شیک نامی ہیں پس اس بات کو جائز کہتی ہے کہ بہتری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہو سکتی ہیں کہ جن سے ہم محض ناواقف رہیں یا انکی ہلکھڑی ہی نہ ہو اور اُن اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا انکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کے رو کا بنیں گے تو ضرور ہم بھی سمجھیں گے کہ عالم طبیعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تحقیقی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہو گا کہ جہاں تک پہنچنے کی بات ہے ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملتی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سجدہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الہی میں ہی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل میں معلوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے ہی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہکو تپہ نہ لگے یا اس کے موجود ہونے کی دلیل ہکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الہی میں ہی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبیعیات کے جلتے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گزر گیا اور وہ رعد اور برقی کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور انکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اس کا فی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اسکی دلیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے اسکی حقیقت کو دریافت کر لیا۔ اور ان کے خیال کے موافق قوت کربائی ہے اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے ہمیں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پس بنا بر حقیقت امور مذکورہ کے کہ جس سے حقائق انبیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور نامہتمام ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بلا شک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم ہی پایا جائے اگرچہ اب تک ہکو اس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مومن ہو سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن حقائق ممکن الوجود کا دعویٰ کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم انکی حقیقت اور وقیبت سے ناواقف ہوں اور اسوجہ سے

اس فرق کا شک
ہونا شاید سوائے
صلوات علیہ وسلم کا
دوسرے سوائے
اور ہر سوائے
سے خوف کے ہے
کا قطعی فیصلہ کرنا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے دھوکے کی بھی
طرح جائز نہ رہی
شک ہے ۱۲

ہم نے اسکو حکومت حاصل کر لیا جبکہ ہم دیکھا اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور ان کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو بھی اسی دلیل معلوم ہو گئی ہوں کہ جنگی وجہ سے انہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں انکی صحت کا ذرا ہی پتہ نہ لگا ہوا وجب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کر نیوے لینے خدا ہی کے پیچھے ہوئے ہوں اور انکی تبتلائی ہوئی سب باتیں ہو پڑیں اور انہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لیے ضرورت و نشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اس شخص کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ انکی تکذیب کرتا ہے اسکو ادبی سزا دیگا۔ تو پہلا تبتلائی کے کہ ہمارے ہمارے کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے بڑے بڑے چوڑے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم حیوانات علم کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا حوقت ہم پر بات صادق نہ آگئی کہ ہم اونے درجہ کی فانی چیز کے سوا متاع مشغول ہوئے اور با عظمت دائمی شے کو ہم نے چھوڑ دیا بیشک ہم حصار ہیں رہیں گے۔ اور جس سے کہ ہم بدوشتہ خاطر ہوئے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سو اختیار لینے بے تیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر کہ اگر کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارے میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہمارے نقصان ہمارا ناچار ہو گا اور ہم انکے غرض سے متقابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد نہ کیا جائیگا صحیح ہی ہو گیا تو ہمارا نقصان نہ ہو گا چنانچہ طبیب اور منجم دونوں کے بارے میں کہ جنکا قیامت سے انکار کرتے ہیں ہمارا ہی سا خیال تھا کیسے کیا خوب کہا ہے **قال المنجم والطبيب كلاهما يبيعان الاموات قلت ايكم اربح** صحیح قولنا فلسفہ تجارہ اور صحیح قولنا فاعلم ان علیکم فیینہ منجم و طبیب دونوں یہ کہتے گئے کہ مردے کسی زندہ نہ کیسے تیار ترمینے انہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح ہی ہوگی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح ہوگا تو تم دونوں کو ضرور نقصان اٹھانا پڑے گا۔ بس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حرم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں انکو مٹنے ہی بلا تحقیق مٹنے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہمت دہری کو ترک کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ انکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور انکے دلائل میں خود فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اس ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کوئی نقصان نہ ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس لائل سابقہ کو دیکھو اسی امر پر انکی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کرمات باذہبی اور اس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا اور ان دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جنگی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ ان میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیل صحیح ہیں کہ جنگی وجہ سے اور لوگوں کی طرح انہیں ہی

تقدیر کرنا چاہیے یا غلط ہیں یہاں تک کہ انکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہرہ فح ہو جائے اور کچھ تردد و بائی نہ کرے
پس سب سے پہلے انہوں نے ان ہشیما کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت انکا
یہ دعوے تھا کہ یہ اللہ یعنی اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس انہوں نے اُس میں بہتری یا ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ وہ بالکل یقینی
سمجھتے ہیں بھلا ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہو سکتے ہیں کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تھا اور پھر پیدا ہو سکتا ہے اور جسے کہ اُسے
بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اُس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے یہی خدا ہے اور
جیسے کہ اُسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پھر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام
حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُسکی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر ان دونوں کو اُسی کے
ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُسے ایک امر میں خلاف ہو جانے کی وجہ سے
زمین پر اتار دیا۔ انسان کے لیے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بھی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اُسکے
بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ
چلا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ اور کثرت کرتی ہے اُسے لڑتے
اور الم ہی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اُسے پھر زندہ کرے گا اور اُسکے ساتھ
دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کرے گا اُسے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اُسکو اُنکی جزا دیگا۔

اور جو جسے عمل کیے ہونگے اُنکی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اُس مکان میں ہیں جہاں نام جنت ہے اور اُسکا خدا اب اُس مکان
میں ہو گا جہاں نام دوزخ ہے خدا انسان کو ان دونوں میں زمین و آسمان کے بتا ہوا جانے اور لوگوں کے مرنے
کے بعد پھر اُنکے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کرے گا۔ لوگ ان دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ
روح کے معلق ہونے اور اُس میں زندگی پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونوں
مشترک ہیں انسان کی طرح ہائی حیوانات میں بھی روح پائی جاتی ہے اور جنی سمجھ کہ اُنکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام
حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اس قدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی جتنی کہ انسان میں موجود ہے یہی وجہ سے حیوانات
اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کیے ہیں کہ جہاں نام فرشتے
ہے اُنکو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گزر جائیں اور ہم نہ دیکھیں اُنہیں فرشتے کہتے
ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جسے انسانی طاقتیں باطل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُس کے اُن
نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا
ای طرح اور اجسام بھی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نقطہ سے
چپارہ بنا ڈالے۔ بڑے کام نہر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اُسے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ اُنہیں
نری پہلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اُس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے

ف
نورانی اجسام
مختلف شکلیں
بدل سکتے ہیں
انہیں فرشتے
کہتے ہیں
انہیں نورانی
اجسام کا نام
ہوتا ہے
انہیں خدا
اور اُس کے
رسولوں کے
درمیان
واسطہ ہوتے
ہیں

خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے بہرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے
 اسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جسکا نام کرسی ہے اور اس کے اوپر اُس سے بھی بڑا
 ایک اور جسم ہے کہ جسکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اس
 فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی
 کی قضاء و تقدیر سے واقع ہوتا ہے یعنی اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اسکو اپنی قدرت سے
 موجود کرتا ہے۔ اُسے ایک بہت بڑا جسم ہے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیئے پیدا کیا ہے
 کہ جو کچھ واقع ہوا میں ثبت کیا جائے اور سطور رہے اگرچہ اسکو اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اسکی قضاء اور حکم سے
 ہوتی ہیں سب اسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسیبات کو اسباب کے ساتھ
 مرتبط کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سب کے بعد سب پایا جائے لیکن ان دونوں کے بیچ وہی خالق ہے وہی سبب کہ
 پیدا کرتا ہے اور وہی اُس کے بعد سب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اسی کے خلق
 اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً موثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بچکا
 اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اسی کی تخلیق ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور
 نہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ چکا
 یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں
 چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے جملہ صفات کمال کے
 ساتھ جو کہ اُس کے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھ کر جنکو
 انسانوں نے نہ سمجھتے ہیں یا ارادہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو انہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جانتا
 اُنکی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ
 اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جائے جبکہ انھوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے
 اسکی تحقیق کریں گے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر مذہب کرنے پر مجبourn جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُنکا سابق کا وہ فیصلہ
 ہوا کہ جس پر سب لوگ اتفاق الراء ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصیبت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دعوے سے بحث کر کے اسکی تجویز تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں ایسے کہ اُنکا تمام تحقیقات
 کی پوری وقیفیت سے قاصر نہ ہوں اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہ ہوں اُنکو معلوم ہو چکا تھا جبکی وجہ سے وہ اس امر کے
 اختیار کر کے پرجہود رہے پس وہ اپنے فیصلہ کیسے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابتاً قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اِس کے
 عہد خدا کو قدر کی بحث آگے آتی ہے یہاں اُنکو سمجھنے کے قدر اور تقدیر کے معنی اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنی حکم کرنے کے ہیں پس حال یہ ہوا
 کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۱۰

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہیں ان مسائل سے بحث کرنا چاہیے کہ جو شریعت میں ہیں ان میں سے ہیں اور وہ ہمارے ان خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ ہم نے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیا ہے یا ہمارے علوم میں انکی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی آئینے سے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہو جاوے اور پھر ان شریعت کے نزدیک بھی انکا غلط ہونا مدلل ٹھہر جائے تاکہ اول امر سے انکا دعویٰ ساقط ہو جائے اور ان کے متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اٹھانا پڑے اور ہی طرح معاملہ طے ہو جائے لیکن اسوقت ہم نے دلیلیں یہ بات آئی کہ جب ان مسائل سے باہم ہم بحث کریں گے تو لمبا اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہیں وقت بڑھ سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ ہو کہ سبکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور ہم خود اسکو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔

ایسے بہتر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روئی کرنیوالوں میں سے کسی عالم سے ہیں اور یہ مسائل اس کے سامنے پیش کر کے انکی بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہیں یا تو انکی غلطی معلوم ہو جائے گی یا انکی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور ان عالم کی وجہ سے ہیں مطلب کے سمجھنے میں وقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور انہوں نے اپنا قصہ اور ان مسائل میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے جو انکا مقصد تھا سب بیان کیا۔

پس عالم نے اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات اس عالم نے اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات اس کے وجود کی اصل مجھے بیان کر دیں کیونکہ شاید اس طور پر میں ان شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کر سکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکال دوں یا اس کے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہو جائے تب اس راسے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ بھیجئے ہمارے مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنئے کہ جو ہم نے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیے ہیں وہ یہ ہے کہ اس عالم کی اصل اور انواع کے واسطے کی ارضی اور سادی شیا کی پیدائش کے بارہ میں قدامے خلاصہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا جدا قائم کیا لیکن زمانہ حال میں جس امر پر کہ اسے قرار پا چکی ہے اور جس بات کا بہت تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عالم کی سادی اور ارضی شیا کی اصل وہ امر ہے مادہ اور اسکی قوت (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں انزل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان دونوں میں سے کوئی بغیر دوسرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی تھیرا تھیرا ہے جو کہ خلا میں بہا ہوا ہے مادہ کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں انہیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اسکو تھیرا تھیرا کہتے ہیں یہی مادہ کی قوت اس سے اس کے غیر منقسم اجزا کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جنکی تسکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنی سائنس دان) اس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کے لیے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پھر اگر ہم سادی یعنی مادہ سے اور کائنات انہی

سے لینے چکی قسمت مکی نہیں ہو سکتی ہاتھ

فہ
اس دنیا کا
مسائل شریعت
کے ہمارے
پہلے ایک وقت
دال عالم سے
کرنا انکی
ظاہر ہو جاوے
۱۲
فہ
اس عالم کا خلاصہ
ہر ایک کے
کا خلاصہ
کرنا اور انکی بیان
کرنا

لیکن حوادث۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اسکی حرکت کے بنے ہیں اور ان کا بننا بھی
ایسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور نشیا کی پیدائش میں مادہ اور اسکی حرکت
کو نہ کسی قسم کا اور کچھ ہوتا ہے اور نہ انہیں قصداً یا جاناً ہے۔

اب سہیہ کہ پہلے تو انہیں اجزاء کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے مدیدی مادہ کا وجود ہوا۔ مدیدی مادہ سے
چھوٹے چھوٹے ذرے مڑ رہے اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا۔ اس طرح ایک کرہ بن گیا اور وہ اپنے محور
کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہو گیا وہ کرہ ہی شمس تھا۔ پھر اسکی گردش کے
مقتضیٰ اس کے موافق باقی ستارے اس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بن کر اپنی محوروں پر گردش کرنے لگے۔ پھر
ان کے ہماری زمین بھی ہے جس پر ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محور کے گرد
گھم کر گردش کرتی رہی اور اس طرح چاروں سمت میں سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بننے لگیں اور معاون
حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم اسکا اجتماع تھا علم طبقات الارض
کی تحقیقات سے کہ موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا وجود
ہوا۔ سہیہ اور یہ اسلئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آفری طبقات میں جہاں تک کہ ہماری رسائی ہو سکی ہے حیوانات
اور نباتات کے مکمل آثار نہیں پاسے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذر رہا ہے کہ جب اس طرح
اجسام یک نخت موجود نہ تھے اس کے بعد بحث تحقیقات اور کیا وہی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہ بات تک
رسائی ہو گئی جس سے کہ سمجھنے پر دریافت کر لیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اس کے اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہو
ہیں کہ جو تھیں تھیں سے ہی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر شمس کی وجہ سے معدنیات اور جاندار
اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا دلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر
شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل چھا ہوا ہوتا ہے اور نہ تپلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ اس میں غذا
جامل کرنے سے منقسم ہونے والا وہ تناسل کی قوت پائی جاتی ہے۔ اس مادہ کا نام ریڈیولاسا دینے پہلی شے رکھا ہے
اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جس سے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے
حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوئے ہیں حیات زندگی انہیں عناصر کے فعل و
انفعالی اور ان کے کیا وہی استخراج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم
میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں ہی حیات پائی
ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو ان
سے ضروری ہیں تو والد و تناسل کی وجہ سے بڑھتے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مہائن
ہونا ہے جسکا نام تباہن افراد ہے پس کوئی فرد اپنی اصل کے تمامہ شاہد نہیں ہو سکتی منجھلان تباہنات کے نزاد مادہ کا ہونا
ہے۔ دوسرا قانون فروغ کا باوجود دوسرے تباہنات یا جداگانہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انہیں اصول کے

فنا
معدنیات
حیات
انسان
کے
ارواح
الاستی
کا خیال

نباتات یا خصوصیتوں کا منتقل ہونا ہے جس کا نام قانون انتقال نباتات الاصول ہے الفروع مع بقاء الاصل ہے پس
ایسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور کوئی خارجی صدمات کا تحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے
یہیہ طرف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق یا غیر قانونی یا ہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا
دافع ہونا جس کا نام قانون تنازع ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکنے والے اور
جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں چوتھا
قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے
پس لاکھوں برس کے گزرنے پر حیوانات اور نباتات کو ہزار ہا کی مضطرباری حرکت اور فطرت کے ان قوانین اربع
کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یا تک کہ خود انسان ہی منجملہ تمام حیوانات کے
ایک قسم کا حیران ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق عمل کی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجودہ
حالت پر پہونچ گیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قریں تھا
معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر
انسان ترقی کرنے لگا ہوئے کہ ترقی کوئے کرتے اپنے قرن یعنی بندر سے بڑ گیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع
کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اس کی پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اس وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے
نہایت محدود اور محدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کڑوڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود
رہی ہیں عقل اور انسانی اور اک منجملہ ان تمام افعال مادہ کے جو مادہ کے اجزاء تھے اور عناصر مترجم کی تاثیر و تاثر سے
پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے ذریعہ
عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے پر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقل میں محض کمیت اور مقدار کا فرق
ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھتی ہے
پھر وہ باقی مسائل کہ جو جنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا
دار نعیم و دار عذاب یعنی جنت اور دوزخ کا پایا جانا فرشتوں جنوں آسمانوں عرش کرسی لوح اور ظلم کا موجود ہونا
فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل یعنی وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے ہیں سب باتیں
ایسی ہیں کہ پہلے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لیے ہم انکا اعتقاد ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض
امور تو ایسے ہیں کہ جسکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور انکے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ ان
قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ سننے کا ثبات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ اتنا ایک نہایت ضروری بات
ہے یہ تو ہمارے مذہب کا اعلیٰ وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی طبیعات (سائنس) جاننے والے فرقہ کی عام طور پر
اسے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ
کیسے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

مذہب اسلامی عالم نے ان لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ میرے انسانی بہائیوں سنو میرا محمدی دین اور آپ لوگوں کا
 بنیاد پر حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور
 سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کر سکتے ہیں لیکن اس موقع پر میں
 آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا
 تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفدار سی کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور جس سے اپنے دماغ میں جگہ دیں
 کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائے گا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی بنیادی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن
 دو پہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں گے
 اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ
 کی طرفدار سی نہ کی اور سطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھیں گے کہ کاک
 میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا رشتہ طیکہ اس خدا
 کو منظور ہوا جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیداکرنے والا نہیں مانتا)

محمدی عالم
 کا مادہ کے
 صحت کو
 ثابت کرنے
 کے لیے قیاسی
 بیان کرنا

پس آپ لوگوں کے مذہب لینے ان خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کر لیں
 بعد میں کہنا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو
 قدیم مان لیا اسلئے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوئے کہ جو سکھ پیداکرنا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سوا
 اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اظہار حاشا ہونا ہی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل ان تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث
 محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے قیام نہ کر سکی کیونکہ اس کے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان
 وجہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بلیطہ کے لیے حرکت ثابت کریں۔ ہر طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے
 مادہ اور اسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو
 اسے پیدا کرتا اور اس کے عدم پر اس کے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اس کے بعد جب آپ اس کے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اس وقت بھی کہنے
 لگے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا ہے وہ ہی اس کے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر ان تنوعات
 کے لیے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت
 کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے ہی نجات لگائی اور اس زبردستی کی بات کا قائل ہی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی
 انواع انوار کی چیزیں محض مادہ اور اسکی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں ایسے مادہ
 اور اسکی حرکت میں نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے نہ انہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ
 تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر ہی ان سے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام عالم بنائیت ہی
 عجیب و غریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اس کے لیے اتنی چیزوں کی ضرورت
 ہے کہ تقدیر نہ ہو بلکہ علم تھا بنائیت ہی کا قائل ہو چکے اور تدبیر اس کے درجہ کی موجود ہو اس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

من
 ابطال
 فلاسفہ
 تہید ۱۳

کہ جب میں مادہ کے قدم کے بطلان پر دلیل قائم کر دوں گا اور اسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپ کو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جس نے مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عارم سے اسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا ہی آسان ہو جائیگا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اسکی قدرت علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی سائل کی تصدیق کر لینا ہی نہیں کہ آپ اب تک اپنے علم اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ ہوگا۔

یہ سب سنیے سنیے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پاسے ہیں کہ جنکا آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور سچے ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے انہیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ ان سب کے ثبوت کی معائنہ تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض انہیں سے بالکل قطعی ثبوت مشاہدہ سے ممکن ثبوت ہو چکا ہے انکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر انکی تصدیق کیجائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا پہلا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اسکے ذرات بسیط کی حرکت کے قدم کے قائل ہیں اور ان دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مفاد ہونا محال ہے۔

دوسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث کے قائل ہیں یعنی تمام شیاؤں سماوی اور ارضی خصوصاً حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیگر مثال سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑے گا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے ہیں اور انکی پیدائش کے پہلے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرا یا ہے اور اسی کی مقتضائے موافق آپ نے حکم لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اسکے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پاسے ملتے ہیں طبقات زیریں میں اسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے اسکی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ سنیے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

دقیقہ قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے پہلے ازل سے قائم لازم ہے اور نیز ان قوانین قدرت کے مقتضائے موافق کہ جو انہیں موجود ہیں معلوم وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اسکی حرکت کا نہ اس میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقتضو اس سے یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب طرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے پہلا مادہ اور اس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہونے کے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھہرے اور مادہ اور اسکی حرکت سے قدم سے مراد کسی شے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اس پر علم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا اور ہمیشہ سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہونا کہ پہلے

موجود نہ تھی

ایک مثال یہ ہے
فلاسفہ کے
نے اپنے
مسائل میں
مفہموں کو
آفتاب کرنا اور
مادہ کا قدم نہیں
کرنا

شعوت کی علت۔

(حقیقت میں ان کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اس کی حرکت میں الف کا کہ ناممکن تھا یہاں تک کہ وہ اس امر کے قائل ہو سکے ہیں کہ مادہ اور اس کی حرکت میں سے کیسکا وجود بغیر دوسرے کے متصور رہی نہیں ہے اس لئے دونوں کو مل کر لکھتے ہیں اور اس کے اعتبار کر لیا ہے اور یہی کو علت کہہ دیا ہے اور چونکہ ان دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے اس لئے یہ اعتبار کر لیا جائز ہے کوئی مضائقہ ہی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو اب سمجھئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جس کے اسکا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز مختلف نہیں کر سکتی پس اگر اس کی علت حادث ہوگی تو وہ شے ہی اس کے بعد ہی بلا تاخیر موجود ہو جائیگی اور اگر اس کی علت قدیم ہوگی تو وہ شے ہی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئے گا کہ علت تو پانی جیسے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اس کی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو حادثات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع کی چیزوں کے لئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء ہی کہ جو ان کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ان کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو ان معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہو جائے اس لئے کہ محل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار متوقف ہو سکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہو جائے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہڈی و جن اور کربن و آکسیجن.....

..... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے ان کی ایک مثال ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے پس حیات کا وجود پانے کے وجود پر موقوف ہے چاہے اس سے ایک عظیم ہی پہلے کہوں نہ ہو۔ پس کوئی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اس کے سائے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہو سکتے ہیں یا نہ ہو اب ہم یہ دین گے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت ہی (اور وہ مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت ہے) حادث مان لی جائے اسوقت بیشک ان قوانین قدرت کے موافق جو پیدائش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرورتاً مدت کی حاجت پڑ سکتی ہے تاکہ اس میں استعداد آجائے اور مادہ کے اجزاء اس طرح مجتمع ہو لیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پر پانی بنے اس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی محال ہو جائے یا اجزاء ان کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر نہ بن جائیں دیہ سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا سے فاعل ہی کرتا ہے اور اس کی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہو سکتا کوئی شے ہو کہو چاہے کتنی ہی مستعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو ہر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلومات حادث ہوں باوجودیکہ اکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت اس کے موجود ہونے کو بلا ضرورت لازم کرتی ہے تو ہر تباہی کے ان سب اشیاء کو اسنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے انی مدت گزرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ انی مدت کی ایسے حاجت ہے تاکہ علت میں معلومات کے پیدا ہونے کی استعداد آجائے یعنی آج میں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہو گئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اسکی مقتضی ہی موجود تھی اور کس چیز نے انی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر استعداد مدت گزرنے کے بعد اسے پیدا کر دیا معلومات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھائے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ آٹھ سیکڑا۔ خلاصہ یہ کہ علت اسنے ہی سے استعداد کے بلا ضرورت پیدا ہونے میں ذرا ہی شک نہیں ہے پس حدوث قدیم کے اعتبار سے استعداد کی ہی وہی حالت ہوگی جو اسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ استعداد ہی قدیم ہو یا استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہو کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ ہی قدیم ہوں ورنہ لازم آئے گی کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول نادر۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو کہی جو معلول ہیں قدیم مانیے اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اسکی تکذیب کیجئے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انھوں نے ان تنوعات کی پیدائش کے لیے جو زمانہ چاہا مقبور کر دیا اور آپ لوگ اسکو کہی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ پہلے آپ لوگوں کی کتابوں میں بڑا ہے۔ اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اس کے قائل ہی ہو جائیں تو یہ غلطی لانگائی کہ انکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جز کے لیے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہونا کہ عالم کی بشیارا نواع میں سے کوئی خاص نوع بنجائے اور پھر وہ اپنی وضع کو کسی طریقہ بد کے جس سے کوئی دوسری نوع بنجائے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں استعداد امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کٹی ہی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ ہی عاجز ہیں۔ ہموق پر اس کے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جبکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا کیا

جس کا نواہ ہے فرا کام رکھنا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادثات مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔
 آئیے اسی دلیل کو ہم مختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کر کے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت
 اور وہ مادہ اور اسکی حرکت ہے مگر قدیم ہوگی تو اسکی استعداد ہی قدیم ہوگی اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات ہی
 قدیم ہوں گے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلئے استعداد ہی قدیم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے
 لگیں اگرچہ ہیں آپ کی بہت ایسا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ آپ ایسی بدیہی ابطلان بات کے کہنے کی جرأت کر سکتے
 کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات ہی حادث ہیں لیکن پھر یہی مادہ اور اسکی حرکت دونوں قدیم ہی ہیں
 تو میں آپ سے دریافت کروں گا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اسکی حرکت ازل میں یعنی لگاتار زمانہ
 غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لگتا ہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور
 پہنا تھا ہی ازل اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ایک محدود
 زمانہ سے انہیں استعداد پیدا ہو جائے پھر سبطرح سے محدود زمانہ سے تنوعات ہی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے
 کہ آپ کے پاس سوائے ساکت ہو جانے کے اور کیا جواب ہو گا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات
 یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت جسکے
 کہ آپ قال ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنی پہلے انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔
 اس موقع پر اور یہی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حادث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل سابق کے آپ لوگوں کی
 تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی مضائقہ ہی نہیں معلوم ہوتا اگر میں انہیں سے ایک آدھ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ
 نیک گمان کر کے بیان کر دوں کہ آپ کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کر لیں خصوصاً جب آپ
 اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہیں جسکو کہ شینے آپ کی جانب سے کچھ دیکھا ہی ہے
 وہ ہے کہ یہ امر فراہمی محض نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام
 صورتوں سے مجرور ہو کر پایا جاتا ممکن ہی ہے جیسا کہ مادہ کا بغیر غیر کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گہیرے ہوئے موجود ہونا
 ممکن نہیں ہے، پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اس کے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایہر کی ہو یا سبکی
 عنصری ہو یا معدنی۔ بنائی ہو یا حیوانی۔ ہو جو سے تو آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اس
 تمام انواع کے بننے سے قبل حال تھا جتنی صورتیں کہ تصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں
 کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان
 سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں ہی تمام صورتوں سے مجرور خالی نہیں مانا ہے
 اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی
 اسلئے کہ وہ زائل ہو سکتی ہے اور اس پر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے بسیط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت
 سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں عنصر بننے سے قبل موجود تھا اور جس میں

حادثہ مادہ کی
 اول دلیل منطقی
 ہے نہ پہلے

ف
 صورت
 کی دوسری
 دلیل

کرے لیکن جبکہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے لیے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور زائل ہونا ہرگز اسطر جبر معلوم ہوا کہ اسکا معدوم ہونا اور اس کے بعد بہتیری صورت نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے اسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اس لیے کہ اسکا قدیم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اسکی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضی ہوگی یعنی اسکا سبب سوائے اس کے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدیم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اسکی علت قدیم ہوگی اور خود اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیم اس کے مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدیم غیر ذاتی یا قدیم باغیر ہے اس کے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں مل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک محال اور قائم رہیگا اسوقت تک کیونکر ممکن ہے کہ اس شے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں یہی ہیں کہ ان پر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو دیکھتے ہوئے ایسی صورت تک پہنچ جائیں کہ جب سے اسبط ہوا اور مادہ کے لیے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے ہی مادہ کے لیے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے اسبط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ نہیں اور اس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی اسبط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ہی حادث ہے اس لیے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلائیے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود تھا یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ مادہ کے لیے کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ ایٹے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے ہی اسبط صورت موجود تھی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت ہو سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ ہی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ہو گیا نہ قدیم اور یہی مقصود ہے۔

ہم ابی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اس کے بعد والی صورت نوعیہ کے لیے لازم ہے اور یہ صورت اور اس کے بعد آنی والی صورتیں مادہ کے لیے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی منتفک اور جدا نہیں ہو سکتی جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کی جائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لیے لازم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں ہی جو اس کے لیے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اس پر لازم سے منتفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ ہی قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تالی کے سبب اور فن کرنے سے سے مقدم کا رفیع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق

ف
صورت مادہ
کی اولیٰ حالت
مستطقی ہے
۱۳

میں عقلی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔
 پہر حجت سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادثہ یعنی ایسی شے کے ہونے جو پہلے نہ تھی اور پہر موجود ہو گئی
 ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیے جو اسے موجود کر دے اور جسکی ہر ایک عدم پر اس کے وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی سی
 وجود کی روشنی میں نکل اسے در نہ ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی اور وہ مجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا نخواستہ آپ لوگوں کی
 یہ حالت ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجع کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے یقین ہے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے تھے
 نہیں کہ سینے انسانی ایجاد کردہ ترازوں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دو ڈبلٹے بوجہ میں بالکل
 برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اس کے دونوں پلٹے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیے کہ بائیں جانب کا
 پلٹا کسی سبب سے ہلک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعۃً دہشتا پلٹا بائیں سے راج ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ
 گیا اور بائیں اتنا اونچا ہو گیا جہاں تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجع کے پایا گیا راج ہو گیا
 پلٹے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے نہ راج کیا یعنی چمکا یا نہ اسے ہوا کا دھکا لگانے کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو یا
 باعث ہوا مثلاً حصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلٹا ہلکا ہو سکتا ہے ان سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پھر یہی وہ بلا وجہ ہلکا
 کیا پس اس موقع پر اگر آپ اس قائل کے قول کو صحیح سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا خداوند ہوتا درجہ کو
 پہنچ گیا پس اب آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اگر آپ نے اسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو
 محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجع ہے یہی کی نسبت یعنی سابق میں آپ سے
 کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

فہرست
 اشعار
 مناقب
 اسرار
 مرجع کی ترجیح

اس مثال میں اور حجتی حقائق کہ اس کے علاوہ تصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ جتنی ہوں یا عقلی ان سب میں اس لحاظ
 سے ذرا ہی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجع سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر
 ہے اور جب آپ اپنے ہر مسئلے کی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے ہر مقابل
 سے بحث کر سکتے وقت بیشتر مواقع پر ای قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجع
 کا محال ہونا ہے جہاں جب کوئی شخص اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا او
 اسکا وجود اتفاقات فطرت میں فلسفۃً یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے
 نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جب کوئی فلسفۃً یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب ہمیں معلوم ہوا و نہ
 حقیقتہً اس امر کا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جب ہم غرضی رہا
 سبب وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اسی ترجیح بلا مرجع کے محال ہونے پر ہوسہ کرنا ہے اس
 قدر ہے کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ ہی اس قاعدہ کو ماننے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور سینے جو باوجود اسکی بدہمت اور غور
 کے تقریر کو اس موقع پر اتنا طویل یا تو ایسی یہ وجہ ہے کہ سینے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی

اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرج کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلاوجہ ہی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرعی اختیار کر لینا انکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا اس کتاب دہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹیس طبیعت کا ہوا جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوفسطائیہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو عقلائی اشیاء کے حتمی کہ مشاہدات کے ہی منکرا ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام اور خیالات ہیں۔ یہ شب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے اب سنیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت بڑا کیوں کہ ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلائل بھی ہیں جو بیشک آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علی اصول کے مناسب ہیں یا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جسکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو وقت ہو اور اسکے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرج محال ہے اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہیے کہ جس سے مادہ جا ہوا اور اسکے وجود کو اسکے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ضرور موجود ہے اسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور انھوں نے اسکا نام عالم کا خدا رکھا

پس ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم ہی ہونا چاہیے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اسکا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلامرج تو محال ہی ہے اور پھر اس دوسرے کے لئے قیصر کے کی ضرورت پڑے گی اور اسطرح پلسلہ پچلے گا پھر یا تو دور لازم ہوگا یا تسلسل اور دور و تسلسل دونوں محال ہیں اور چونکہ ان دونوں کی طرف منفضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم ہوگا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حادث ہی محال ٹیڑا اور جب اسکا حادث محال ہو تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

اب دور کے معنی سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئے گا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جائے اور یہ بالکل متضاد ہوتا ہے پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اسکا وجود ہی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطور پر کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہو اور اس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو مصورت میں یہ لازم آئے گا کہ مادہ قبل اس شے کے باوجود اس کے وجود مادہ کے لئے سبب ہے جس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحتاً بالکل ہے اور کوئی عقل مند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔

اسکا نام دو حقیقی ہے کہ جسکے بالکل ہوئے ہیں خدا ہی شک نہیں۔

اور ایک دوسرے ہی ہونا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ دو شخص میں سے بعض بعض پر اسوجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے محمول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دنیا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا ہمیں کلام ہی ہے۔

اب رہا تسلسل اس کے یہ معنی ہیں کہ متبادر امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اس کے ناممکن ہونے کا وسیلہ حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ ہی محال ہوتی ہے

مگر صلی علیہ وسلم کے متبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم ان سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کریں گے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جن کو آپ کی عقلوں سے شائبہ نہ ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف وہی دلیلیں بیان کریں گے۔

پس سنیئے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور جلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ چھٹی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اس طرح ہر چھ سو سے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجئے مثلاً صد یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا دسینے چھ سو سے اور بڑے عدد کا مائیکوں میں برابر ہو جانا ظاہر محال ہے ہر ہی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار محدود ہے وہ درمیان گہری ہوگی وہ ضرور محدود اور تنہا ہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے دو حدود کے درمیان گہری ہی ہو اور غیر محدود ہی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا سراسر محال ہے پس جب آپ نے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور اس کے تسلیم کر لینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں دینے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ناممکن ہو گا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہو سکا نام ہے تو ضرور ہوگا کہ جائز ہو گا کہ ہم اسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کر لیں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجود سے ہو اور دوسرا اس سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب ہمیں ذرا ہی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانہ موجود سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلے سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہو گا۔ پہر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو سا قط کرنا شروع کرتے ہیں یعنی ہم پہلے سلسلے سے ایک سا قط کریں گے اس کے مقابل دوسرے سے ہی ایک ہی سا قط کریں گے پہر اسی طرح سے دونوں سے برابر سا قط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے متناہم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں انکا غیر متناہم اور غیر محدود ہونا کہ ایسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

ہے انرا ہرگز کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ علی یعنی تفریق کرنا

دو شخصیت
جائز ہے

ایک تسلسل

خصلت
ایک تسلسل
کے مقدمات
کا بیان

ف
برائے تعلیق
سے تسلسل کا
مطلوبہ ہے
کرنا

ہوگا تو اس صورت میں لازم آجیگا کہ سلسلہ ناقصہ سلسلہ زائدہ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد نقص کا عدد زائدہ کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر قتنا ہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جتنے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہو کر تہی ہے اسلئے تسلسل ہی ضرور محال ٹھہرے۔

ہم
برہان علمی
سے اطلاق
تسلسل کا
ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے شلٹ کی دو ساتوں کے شلٹ نکلا کر چلے جائیں پس اس کے جزائز ہونے میں غیر محدود امور کے ٹھہرنے کے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوئے چلے گئے ہوں پھر ہم ان دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیے ضرور پہلے در پہلے خطوط طرز کر سکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط ہی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض ٹھہرتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجیے پس جب ہم نے ان دونوں خطوں کو غیر قتنا ہی مانا ہے تو ضرور سمجھیں کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہم نے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر قتنا ہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط ہی جو غیر قتنا ہی مسافت کو ظاہر کرے گا ضرور غیر قتنا ہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدود کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیان کی مسافت کی دو حدود کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا ہی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدود کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور قتنا ہی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر قتنا ہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا پس جب آپ میری تقریر میں جھکو کر سینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کریں گے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہوجاے گی کہ وہ خدا جسے مادہ کو بنا یا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آجیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور تسلسل لازم آجیگا اگر ہم کہیں کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کر سکتے ہیں چلے جائیں اور وہ اس تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے ان دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہو تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھہرے گا۔

فہم
خدا کا قدیم
لذات ہونا

موجودات میں سوائے حادث اور قدم کے کوئی تیسری شے ممکن ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس خدا کے قدیم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اسکا قدیم لامحالہ کسی ایسے امر کو چہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر کسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذاتہ ٹھہرے گا۔ لیکن اگر وہ امر اسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیا جائے گی تو اسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اس کے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال سمجھے تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جاری کی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ جاری ہوگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو قدیم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم

لذا نہ سے کر کے سے فائدہ ہی کیا ہوا پس حق یہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جاسے یعنی خود کی ذات ہی اس کو مقتضی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو اور اس کی فطرت آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لیے کوئی دوسری شے مقتضی نہیں بلکہ اس کے لیے خود نفس حرکت ہی مقتضی ہے جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجئے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کے لیے مقتضی واقع ہوئی ہے اب اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک خدا کی ذات جو اس کے وجود کو مقتضی ہے قائم رہے گی اس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کر سکتا اور نہ لازم آئے گا کہ کسی شے کے وجود کا مقتضی تو موجود ہو اور باوجود اس کے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس خدا کا فنا اور معدوم ہونا محال ہے اور اس کا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہے گا والا ہے۔

یہ نہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہو گا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہو گا یعنی اسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اسے اختیار کر لیا اور اس کے لیے وہی وقت مقرر کر دیا جو وقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حدوث خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اس سے بطریق علیت اس کا حدوث ہوتا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اس کی وجہ سے تمام تنوعات ہی ضرور قدیم ہو جاتے کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لازمی تنوعات کا حدوث اس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ہو اور اپنی علت سے متاخر ہو سکتا حالانکہ مادہ اور اس کے تمام تنوعات کا حدوث بخوبی ثابت ہو چکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حدوث بطریق معلولیت نہیں ہو سکتا اب سولے سے کہ کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اسی نے اس کے لیے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کر دیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پابہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لیے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اس کی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اس کے لیے اس کی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اس کے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اس کے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے اس لیے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ و جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی خلا سفروں کی عقل پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اس کی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کیا بڑے خط مچایا ہے، بنایا ہے کہ جو ساوی را رضی سجادی بنیاتی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر مشتمل ہوا ہے اور جن کی طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اس بات سے کہ اسی نے

مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متشعشع کیا ہوا اور تمام عجیب و غریب کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اس سے بنایا ہوا جیسا کہ
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اسے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سبب کی حرکات اور ان قوانین
 فطرت کے موافق جو اس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے
 قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذریعہ کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے
 ہیں پس ہر وقت پیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسبب سے کہ پیدا کرے اور
 پھر بدل بدل کر اس کے پیشکار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا و تعجب خیز
 اشیاء کو اس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسبب سے کہ پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ ان قوانین فطرت کے متضاد کے
 موافق ہی سہی جو اس میں قائم ہوں پیشکار عجیب و غریب انواع کی جانب منقلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں
 ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہو گا اور اس کا عاجز یا نادان واقع ہونا سراسر محال ہے۔ مثلاً جب ہم کسی گٹری کو جس سے
 کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کسی عجیب اس کی
 ترکیب ہو کر تیار ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جس طرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں
 کہ اس گٹری کا ضرور کوئی بنیاد والا ہے کہ جس نے اسے بنایا ہے اور نہایت حکم اصول پر اس کی بنا رکھی ہے اس طرح قطعی طور پر
 ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا بنیاد والا بھی اس کو بنا سکتا ہے کہ اس کے بنائیکے کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور
 مستحکم اصول پر مبنی کر نیکی اسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اسی نے اس کے پرے بنائے ہوں اور پھر
 انہیں اس طرح خود ہی بڑا ہو کہ وہ بخوبی کام دے سکتی ہو اور یا اس نے محض اس کے پرے ہی اس انداز سے بنائے
 ہوں کہ جب کو مرتب کر کے گٹری جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہے
 لگے کہ اس گٹری کو ایک شخص نے کہ جو اندھا بہرا۔ دست و پا بربدہ۔ نا سمجھ۔ بے تجربہ علم ہند سے بالکل بے بہرہ۔ اور
 کل سازی کے اصول سے محض نادانانہ ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری
 عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرے درجہ کا
 احمق ہے۔ یہ تو آپ نے سنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسے کہ مادہ پیدا کیا ہے
 اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر
 حادثا ہوئے اور یہاں بھی آپ اس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کر نوا لا ہے اس نے آپ لوگوں
 کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس بسبب کی بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ محفل ہرگز اس کو نہیں تسلیم کر سکتی
 کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں
 اس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس ٹری مگر دانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے
 قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات بسیط خنکی تشکیل مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث
 یہ اجزاء مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

نہ
 گٹری کی مثال دیکھ کر اس کا علم
 و قدرت کو گمانا اور یہ ظاہر کرنا
 کہ حرکت اجزاء مادہ کو انواع کی
 بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے

محض کچھ کچھ اپنی عقلوں کو بھالایا کہ ان تمام نوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزاء کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا ایک ذرہ احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہا کہ مادہ کے اجزاء اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اس پر بھی آپ نے کتنا غور کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کے یہ مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کتنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزاء کے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزاء کے اشکال کا دیکھنا تو بعد از محض ان اجزاء تک تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ کچھ ساری باتیں فرضی اور تخیلی ہیں جن کے بننے پر آپ کو محض اس ضرورت سے آنا دیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں انہیں اس موقع پر اگر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالاسنہ طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہنر آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مارتے سنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کر لیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نیکیجے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکما کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صحت پر آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ ہو سکے۔ (اور نہ ہرگز قائم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ منفع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزاء اور ان کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لیے اور وہ آثار یہی نوعات ہیں اور انہیں آثار سے ان کے موثر پر ہنر استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کر لیں اور اس طرح تمام مذاہب واسطے اگلے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف کے پوچھتے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس تہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جیکہ مادہ کا حدوث اور کچھ امر ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لیے ضرور کوئی محدث اور موجود ہے جس نے کہا اسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کر دیا کہ وہ تمام نوعات اور قطعات قبول کرے قابل ہوا اور اس سے ان کے نزدیک اس موجود کا ارادہ اور اس قدرت اور اس کا علم بھی کجی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اب اس کے بعد ان کو اس امر کے سمجھنے کے لیے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اسکو تمام نوعات قبول کرے کہ قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھ کر عقل دنگ ہو جاتی ہے ایسا دیکھا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ ان کے حدوث کو اس خدا ہی کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ

دیکھنا کہ وہ ہے
قاعدہ ہرگز بدستور
کچھ نہیں مانو نہیں
رہا کسی چیز کی
بنا کر اور ثابت کرنا کہ وہ
کی استدلال کے بغیر
نہ نہیں رہ سکتے

ان کے ثابت ہونے کے بعد
دعائے عالم کی پیدائش
لے لے گئی دوسرے مرتبہ
کی ضرورت نہیں

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلات اسکے کہ ان کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ نہیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ بتائنا اصول کے لئے فروع کی دراثہ کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور کچھ وہ بتائنا ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں بتائنا کا سوجوہ نہ لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہو کہ کسی امر میں بتائنا ہونیکے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہو اگر ترقی حال لاکھ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہو اگر میں ان کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان بتائنا کو دلائلی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھہر سکتا بلکہ محض اجزاء کی حرکت ان بتائنا کو دلائلی طور پر ضروری کرنے سے عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ ان اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کے لئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

فہم
ایک دفعائی کل کی مثال
ثابت کرنا کہ اہل سائنس
مذہب حقیقتی عالم کے
میں محض بچہ ہے ۱۲

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بصری توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہم کو معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دفعائی کل کے پرزے طیارہ کیے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دفعائی کل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر جزہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب بتلائیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو جڑ کر اس کل کو چلایا ہو گا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر ٹکنا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ جڑا کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں دراثہ نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کر لے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کر لے گی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسے مادہ کو ایجاد کر کے اسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اسی نے اسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کی وجہ سے قانون وراثت اور قانون تباہی کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متفرق ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اسے درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اسے عقلمند و ذرا تواضع کر دو۔

فہم
خدا کا علم ارادہ اور قدرت
ان میں ایک کن کن اشیاء
کے ساتھ متعلق ہو سکتا
ہے ۱۲

خدا کے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قائل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اس کی قدرت دونوں

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور عدم بھی ممکن ہو نیکنے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور شکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اوسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اس طرح اُس کے احوال میں سے جسکے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اس نے اپنے ارادہ سے اُسے خاص کر لیا ہے اُسکے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اُس کے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی طور پر کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ہے۔

کہ ارادہ اور قدرت
کا تعلق واجب اور محال
کے ساتھ نہیں ہو سکتا ۱۱

اسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسکے وجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع نقیضین سوان و دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاد اور اعدا ناماً البتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی قدرت اسیلے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً حاصل ہوگی اُس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُسکے ساتھ نہ ایجاد و متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعدا ناماً ایجاد تو اسیلے کہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا وجود و کرنا لازم آتا ہے اور اعدا ناماً اس لیے کہ اُس کا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا امر محال وہ حتماً معدوم ہوتا ہے اُس کا وجود میں آ جانا ممکن نہیں پس اُسکے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ ایجاد متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاد اس وجہ سے کہ اُس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے ۱۲

خدا ہر شے کو ہاں کہتا ہے
خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو
یا نہ ہو ۱۲

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس تکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گزشتہ یا آئندہ یکسو کوئی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُس کو اور اُس کے استیلا کو جانتا ہے اب رہا امر گزشتہ جس کا وجود منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہو گا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُسکے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُس کے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو ایک موجود نہیں ہوا اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونے کے قابل ہے اور ابتر اس کے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُس کے وجود کی تفصیل کرے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کوئے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس لیے کہ کل حادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُسکے ایجاد کرنے سے پہلے خدا سے جانتا بھی ہو کیونکہ ہرگز تو اُسکے وجود کا ارادہ کیا ہو گا جب تو اپنی قدرت سے اُسے موجود کرے گا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جس انسان نے کچھ نکتہ قصداً کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس نے میں بنایا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُس کے افعال سے جسکے کر نیکا اُس نے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی اُنہیں کرتا ہے اس لیے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اُسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر یہ کہ عالم میں ہر حادثہ بطرح پر کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اُسکے موافق اُسکے پیدا کر نیے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکا علم سابق کو موافق ہو کر ساتھ خدا کی قدرت کا دائرہ متعلق ہوا اور اُسکی تمام قضا و اور بھی ضرور ہو کر اُسکے ساتھ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے لیے ایک حد مقرر کر دے جسکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کر گیا اور اُسکی قدرت کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کی گئی ہے یہ سچا اُنہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوڑی نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر با تردید یہ کیا کرتے ہیں)۔

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیاء غیب اور آئندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادثہ اُسکے علم سے اُسکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسکے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیاء میں سے جسے چاہے اس غیب یا آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ معتقنا نہیں کہ وہ ہذا اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بلائے تو اسے کوئی رک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو ہذا نہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو..... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کو نیکو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعویٰ کرے اُسکو کافر بتلاتی ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منفعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے عالم جبکہ ہمارے نزدیک وجود۔ قدم۔ بقا۔ قدرت۔ ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیے کہ مردہ کا صفت ارادہ۔ قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیے صفت حیات ثابت ہو گئی اور اس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال ٹھہرا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاص میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہو سکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جنکے لزوم کے لیے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اُس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کے لیے لازم ہیں اور یہ وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اُس کے تمام انواع میں پائے جاسکے ہوں یا فقط اُسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یہ وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت۔ حیثیت۔ معرفتیت۔ تئیر ہونا۔ یعنی کینفدر۔ جگہ کو گیرنا۔ مرکب ہونا۔ تجزئی ہونا۔ غیر سے جانا۔ جانا۔ غیر کو جتنا۔ اتصال۔ انفصال۔ حیوانیت۔ نباتیت۔ جمادیت۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تمام ان صفات نفسانیہ اور اسکے مثل خلقی چیزیں ہیں کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

فصل
اثبات قضا و قدر
اُن کے معنی کی توضیح

فصل
اثبات اور اولیاء کی
پیشین گوئی کی
حقیقت ۱۲

فصل
خدا زندہ ہے

فصل
خدا مادہ کے مشابہ
خواص سے ہرگز نہیں

کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسی کے مثل مادہ ٹیڑیگا اسیلئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ
اُس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اُس کے مثل اور ویسی ہی
ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لئے بھی ممکن ہوگا اور
خدا بھی حادث ٹیڑے گا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر
بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اُس کے حدوث کا حال ہونا ثابت ہو چکا
ہے پس اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اس کے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ
کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خداے عالم کے لئے تمام حوادث کے خلاف ہونا ضروری
میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسیلئے خدا نہ مادہ ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے
ساتھ اس کا وصف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا۔

نہیں
۱۲

نچھو جو نہ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نہ جو ہے نہ جہم اس لئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم
ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا۔

نہیں
۱۲

علاوہ بریں اگر اسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت
ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جن کا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹیڑیگا اور وہ صفات قدرت
ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اس لئے اُس کا
صفت ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہو سیکگا۔

نچھو جو نہ خدا کا قدم ثابت ہو چکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اسے ایجا کرتا ہرگز محتاج نہیں ہو سکتا نہ عرض یہ
کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس عقیدہ سے
مقصود ہیں کہ خداے عالم کا نفسہ اور خود ہی قایم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھ اُس کا قایم ہونا محال ہے۔

نہیں
۱۲

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ
یہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُس کے بنا ئے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قایم ہو چکی ہے۔
کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے اُس کی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس
کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو۔

نہیں
۱۲

نہیں سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نہ کرنا چاہیے
کہ یعنی خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہو گیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور
اس طرح اور صفات ہیں جو کہ اُس کے لئے بھی ثابت ہوں کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں
اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض اثنا کی مشابہت کی وجہ سے
انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسی مشارکت حال ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباہلت پائی

جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ ان کے نزدیک صفات قدیم ہیں اسواض نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ ان کو اسی مشارکت حاصل ہے۔ بلاشبہ اسواض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خطا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار با عظمت۔ محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنے سے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فہم
نہیں وہ صاف صاف کی دلیل
میان کر کے کی حاجت نہیں

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خدا سے عالم کے وجود پر دلیل قائم کر چکے اور آپ لوگوں پر اس کے وجود کی تصدیق کرنے کو دلیل سابق کے مقتضی کے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قائم کریں کہ وہ خدا ایک ہے۔ خدا کی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے انھوں نے دلیل سے اس کے وجود کی تصدیق کر لیا تو آپ پر لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں اس لئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو کچھ ظاہرات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خدا کے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کوئی امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لئے بھی ہمیں ضرورت پڑے۔ باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لئے صرف ایک ہی خدا جس میں اس کے ایجاد اور محکم کرنے کے لئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے مقتضی ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اس کی خدا کی میں کسی شریک ٹھیکرانا سراسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کیے ہوئے باز نہیں رہ سکتے ان کے عقیدوں کی بنیاد ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس سے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونے پر اس کے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قائم کریں علیٰ ہذا لقیاس جب وہ ان فرقوں کے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ منفرہ خدا بننے والے ہیں اور عالم کے لیے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی ان فرقوں پر خدا کے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کر نیچے لے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قائم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں ان کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر ان کے سامنے اس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا؟

فہم
وحدانیت کے منکر
فرقوں کے یہ جھگڑا
وحدانیت کی ضرورت

فہم
قرآن میں توحید کی
عقلی برائی اور نقلی
دونوں قسم کی ہیں
موجود ہیں ۱۳

رہی خدا سے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن میں جسکی نسبت انھوں نے خدا سے عالم کے پاس سے ہونے کی خبر دی ہے کثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونے کی تصریح کرتی ہیں بلکہ ان میں اس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برائی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ آپ کے دعویٰ کی حقانیت پر متعدد دلائل قائم ہو چکی ہیں جو سے عالم کے موجود کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجود ایجاد کر نہیں منقرو اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے ہر جگہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو ہر انہیں آپ کی یہ خبر بھی مانتا پڑے گی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کر نہیں منقرو اور ایک ہے اُس میں اُس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر دُان فرقوں کے مقابلہ میں متعدد خداؤں کو قائل ہیں جسے عالم کی وحدانیت پر ایم کرتے ہیں نیز جبر کو اور کی وحدانیت کا عقائد کا بارہ میں خود بھی اعتقاد کرتے ہیں اس کی کثرت میں اختلاف طریقوں میں اس بغرض لفظ خدا نہیں ہے ہر ایک ہی دلیل بیان کر نیگے جس سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس متفق پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد و مانے جائیں مثلاً دُنا نے جائیں (دیا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا بھی وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لیے کہ اُس کا وجود تو ہم متاثر کر رہے ہیں پس وہ ہم پر (یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہو گا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھہرے تو اُس کی وحدانیت ثابت ہوگی اور یہی ہمارا مقصود و مقصود مستجاب ستیہ کہ خدا کے متعدد و ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکہ لازم آتا مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ دونوں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ حال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جدا گانا و مستقل وجود ہو گا تو لازم آئے گا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو جائے گا وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہ ہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حامل ہو تو ماننا پڑے گا کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک نے بالقرادہ اُسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی چتر کے لڑھکائی کا باعث ہوں ہر ایک اُن میں سے بالقرادہ اُس کے لڑھکائی کے لیے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی تخیل ٹھہریگی اور اُس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔

امانت کی عقلی دلیل

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑھکائی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہر طرح صحیح نہیں ہو سکتا پس اس بنا پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جبکی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکیگی کیونکہ ہر ایک موجود کا جزو ہو گا نہ مستقل موجود حالانکہ خدا کسی عالم اس کو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجود ہوا اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے اپنے موجود عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اُس میں اور مادہ اور اُس کی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ اُن کے ساتھ مختلف ہیں فی الحقیقت ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفات میں ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیے حد و لازم ہے تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئے گا ورنہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا اور نہ تحصیل حال لازم نیکی اور وہ حال ہے جیسا کہ بشر ثابت ہو چکا ہے اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیز کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرے کیونکہ اس وقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لا محالہ اس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونا کا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سیکے گا اور عاجز رہے گا اور اگر دوسرا اس کے خلاف کرے گا اور اس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہوئے دیا تو پہلے کو عاجز بنانا پڑے گا پھر حال خدا کا بظہر لازم آئے گا اور خدا کا عاجز حال ہے ۔

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح ہے کہ ایک تو عالم کے رجا کو نیک ارادہ کرے اور دوسرا اس کے مدموم کر نیگا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہو سیکے گا وہی عاجز رہے گا اور دوسرے کی ویسا ہی قرار پائے گا اس واسطے کہ دونوں میں مخالفت متعقد ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہو گا اور دوسرے کا نہیں تو جبکہ ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھہریگا و دوسرا نہیں ہو سکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملہ اور علی وجہ الافرصاد مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیما آتانا الا اللہ لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکتے اگرچہ اللہ بھی ان کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و برہم ہو جاتے۔

یعنی آسمان و زمین کا وجود وہی نہ ہوتا لیکن ان دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ ان کا موجود ہونا مشاہد سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جس خدا کا موجود ہونا دینیے کسی اور خدا کا موجود ہونا بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھہری تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفر د اور یکساں ہے اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی حال ہو بلکہ خدا کا فجر متعدد ہونا محال ہے چنانچہ پہلے اپنے قول جس خدا سے کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہونا نیکی کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض ہرگز نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب ہو کر یا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے کے صحیح کر لینے کا مرئیہ احتمال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام علیہ اور کامل استقلال کو تنقضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے (اذن الذہب کل الہ باخلق و لعلی بعضہم علی بعض) اتیہ (یعنی اگر کئی خدا بنے جائیں) ہر خدا اپنی اپنی پیدائی ہوئی اشیاء کو ایجاد کرے اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتا۔ (یہ تو آپس میں لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اس طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قائم کیا جاسکتی ہیں کہ جو خدا سے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعویٰ سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے مقابلہ میں اس دلیل کا قائم کرنا سیدہ قبیح ہو سکتا ہے جیسا کہ انہیں اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے اسے ایجاد کیا پھر اگر خدا کی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدا کی کا منصب متعقباتی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں یہی کیا پورا ہوگی کہ خدا کا بظہر لازم آتا ہے یا اس کے سوا اور جمالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیش کر کے ہو چکا ہے لازم آتے ہیں اس سے خدا آگاہ رہنا چاہیے)

بشر ثابت ہو چکا ہے اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیز کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرے کیونکہ اس وقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لا محالہ اس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونا کا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سیکے گا اور عاجز رہے گا اور اگر دوسرا اس کے خلاف کرے گا اور اس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہوئے دیا تو پہلے کو عاجز بنانا پڑے گا پھر حال خدا کا بظہر لازم آئے گا اور خدا کا عاجز حال ہے ۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجود عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہرچند کہ خدا کی کامداری
 ممکن ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت - اس کا ہنسنہ قائم یعنی استغلا لا موجود ہونا - وحدانیت
 علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہوتا بھی وجود کائنات کی علت بننے کے
 لیے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل استے پر فاعل کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدا سے پاک کی شان میں اور بھی غور کرتا
 شروع کیا اور اس کی عجیب غریب مصنوعات اور ان کی کمال پانداری میں تامل کیا تو کہتے تھے کہ جب اس کی مصنوعات
 میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا ہے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی نہیں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں
 ہم خیال کر سکتے ہیں سیکہ دایا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے
 اکمل کو ایجاد کر سکے قابل ہو سکے۔ انہیں حیوانات کو بھیجے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس
 عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے۔ انسان کو
 بھیجئے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے
 اور ایجاد کر سکے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل نہ بنا تو خدا اس کے مصنوعات میں اس کمال کے
 قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اس میں قائم ہے۔ حیوان یا انسان کا بنانا تو بالاسے طاق رب الانسان میں نبات
 بنانیکی تو قدرت ہے ہی نہیں۔ غایت سے غایت وہ کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جادوی صورت جو کہ جاسکے بالکل خالی
 ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں
 پایا جاتا۔ یہ کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جراثیمی کے موافق غیر دائمی اور زاپا ماند حرکت کرنے لگتی ہیں اور
 سپر نہ ان میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر دے
 لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال
 کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تئیر میں نے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں۔ اور جو تئیر کہ اس سے حادث ہوتی ہے وہ
 تحقیق میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اسبق قدر و خل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تئیر
 پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو تئیر دنیا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تئیر اس کے بنائے اور اس کے
 پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی
 مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا
 ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہنچاتا
 ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس
 انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار۔ اس کی کیفیت۔ اور یہ کہ بچہ
 کے کسی قسم پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے
 غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی۔

ظہر اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجود عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہرچند کہ خدا کی کامداری ممکن ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت - اس کا ہنسنہ قائم یعنی استغلا لا موجود ہونا - وحدانیت علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہوتا بھی وجود کائنات کی علت بننے کے لیے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل استے پر فاعل کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدا سے پاک کی شان میں اور بھی غور کرتا شروع کیا اور اس کی عجیب غریب مصنوعات اور ان کی کمال پانداری میں تامل کیا تو کہتے تھے کہ جب اس کی مصنوعات میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا ہے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی نہیں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں ہم خیال کر سکتے ہیں سیکہ دایا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے اکمل کو ایجاد کر سکے قابل ہو سکے۔ انہیں حیوانات کو بھیجے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے۔ انسان کو بھیجئے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے اور ایجاد کر سکے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل نہ بنا تو خدا اس کے مصنوعات میں اس کمال کے قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اس میں قائم ہے۔ حیوان یا انسان کا بنانا تو بالاسے طاق رب الانسان میں نبات بنانیکی تو قدرت ہے ہی نہیں۔ غایت سے غایت وہ کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جادوی صورت جو کہ جاسکے بالکل خالی ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں پایا جاتا۔ یہ کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جراثیمی کے موافق غیر دائمی اور زاپا ماند حرکت کرنے لگتی ہیں اور سپر نہ ان میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر دے لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تئیر میں نے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں۔ اور جو تئیر کہ اس سے حادث ہوتی ہے وہ تحقیق میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اسبق قدر و خل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تئیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو تئیر دنیا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تئیر اس کے بنائے اور اس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہنچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار۔ اس کی کیفیت۔ اور یہ کہ بچہ کے کسی قسم پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی۔

انسان کی ہرگز غایت میں سے کوئی شے پیدا ہو سکتی ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر دے لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تئیر میں نے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں۔ اور جو تئیر کہ اس سے حادث ہوتی ہے وہ تحقیق میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اسبق قدر و خل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تئیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو تئیر دنیا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تئیر اس کے بنائے اور اس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہنچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار۔ اس کی کیفیت۔ اور یہ کہ بچہ کے کسی قسم پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی۔

انسان کی ہرگز غایت میں سے کوئی شے پیدا ہو سکتی ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر دے لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تئیر میں نے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں۔ اور جو تئیر کہ اس سے حادث ہوتی ہے وہ تحقیق میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اسبق قدر و خل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تئیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو تئیر دنیا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تئیر اس کے بنائے اور اس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہنچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار۔ اس کی کیفیت۔ اور یہ کہ بچہ کے کسی قسم پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی۔

اور وہ ہونا چاہتا ہے اور اس قانون کو وہ استعمال کرنے لگا جیسے کہ کسی شخص کو بچہ معلوم ہو گیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب اسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پھونچا لیتا ہے اس سے اسے سیرابی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے معدہ میں پانی پھونچا یا ہے خود اسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو رفع کر دیا اور کیا یہ اس کے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اس نے اپنے معدہ میں پانی پھونچا لیا۔ پانی جب معدہ میں پھونچا تو اس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب جو کچھ حاصل ہوا اس میں پانی پھونچا ہونے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس موقع سے یہ امر بطریق اولیٰ واضح ہو گیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اون کے بار آور ہونے میں اس کے لیے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اس کی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اسی نے کھیت کے درختوں کو لایا کیا اور بنایا ہے ان سے پہلے نکالے میں اور ان کی عجیب و غریب ترکیب و حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنا ہوتا ہے اس لیے اس میں سے فی الحقیقت کوئی شے بھی اس کی بنائی ہوئی نہیں ہاں اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام ان اشیا کی نسبت جن کے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے ہو کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا انسان بنائیو لا اور موجود نہیں صرف اس کا کام آتا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو ان کے مقررہ راستوں میں جاری کر دیتا ہے اس کے بعد تمام آثار ان سے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا (عقرب اس کا بیان آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قابل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خدایتالی کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں نہ فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اس کی تفسیق عقرب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ بات جس کا پیشتر ذکر ہوا واضح ہو گئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھکر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جنکی وجہ سے کہ اس میں بیشمار نظومات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اس سے یہ حیرت انگیز جمیع انواع وجود میں آئیں ضرور اس خدا کی جملہ صفات جو کہ اس کے لیے دلیل سے ثابت ہوئیں اور جو صفات کمالیہ کہ اس کی ذات کے ثبوت پر سبب تہ کمال کو پھونچتی ہوئی ہو۔ ورنہ وہ اپنے مصنوعات کے مثل یا ان سے بھی کمتر ٹھہرے گا حالانکہ یہ امر اس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور پر جان چکی اور اس کی تصدیق کر چکی پس وہ اس کے معتقد ہو گئے کہ وہ خدا ضرور معبود ہے۔ بصیرت شکم اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اس کی ذات کے ثبوت میں مقصود ہے اس لیے کہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ ہر۔ انداز کو لگا ہو اور پھر اسی نے قوت مع کو پیدا کیا ہو آنکھوں کو روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص ہو حالانکہ اسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں ان کے بارے میں انہیں یقین ہے کہ نہ وہ حادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں ان کے مشابہ نہیں ہوتے ہیں اگرچہ باہم ان میں آثار کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت اسی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان آچکا ہے کہ آثار کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج نہیں بلکہ یہ

خدا کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت

خدا کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت
کہ اس کی ذات کی نسبت

اُس کی صفت قدیم ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے تمام سموات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا دیکھنا اُنکھ کی تپلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے تمام سموات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کو کچھ سمجھانا چاہتا ہے بھانپتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیم ہیں جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اُس کے متقضا کے موافق اشیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تھیں کے یا حادثات کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی اُنہیں کی طرح حادث ٹھہریگا حالانکہ اُنکھ کے قدم کے مزوری ہونے پر اوس کے حادث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کا تفسیر سی بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدا کے پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کیوجہ سے جو آپ کے صدق پر قائم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو اوسوں نے دیکھا کہ اُنکی شریعت خدا کے عالم کے لیے صفات اُنکی جو عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدا کی کما ہر ہے اور نیز وہ صفات کا یہ جس کے لیے کہ اُسکی شان عظیم مقتضی ہے اور اوس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات ہی کہ جب کا پتہ لصوص شرعیہ سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی خیمے نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور اُن کی نفی پر لیکن شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات کے بھی معتقد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے والے ذور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (صداق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کیوجہ سے جو اُن کے صدق پر قائم ہو چکے ہیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ پس و پیش کرنے کا موقع اُس طرح اس شریعت میں خدا کے پاک کے لیے چند ایسی اشیا کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جمہیت کا مشہور پڑتا ہے اور یہ اشیا جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ انگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیا کو خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور عقلی دلیل کی رو سے خدا کا جمہیت نثرہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اسی خدا کے پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی لیے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ناقہ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہو سکتی ہے ہذا الیقین اور اشیا کو بھی سمجھیے انا تو ہم کہتے ہیں باقی رہی اس کے مراد ہی معنی کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو نثرہ ماننے ہیں اور حقیقی طور خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ معلوم

اُن کے لیے کہ ان کی صفت قدیم ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے تمام سموات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا دیکھنا اُنکھ کی تپلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے تمام سموات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیم ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کو کچھ سمجھانا چاہتا ہے بھانپتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیم ہیں جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اُس کے متقضا کے موافق اشیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تھیں کے یا حادثات کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی اُنہیں کی طرح حادث ٹھہریگا حالانکہ اُنکھ کے قدم کے مزوری ہونے پر اوس کے حادث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کا تفسیر سی بیان پہلے گزر چکا ہے۔

صفات خداوندی کے بارے میں اُنکی بات کا علم

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے مترادف ہیں موصوفہ منستے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اُس کو زیر یا نہیں منزه اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں ۛ

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسی طرح اُس کے وہ نام بھی جو اُس نے اپنے لیے خود بخود بنائے ہیں بتلائے انہیں میں سے فقط (اللہ) ہے جو اُس کا خاص نام ہے دوسرے براہِ اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا تصور علیحدہ و مسلم کی اہست کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کر نیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لیے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لہجہ کا اسطرچہ خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھیں۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کر فیو الوں کو خدا کے وجود کے اور اُس کے اُن صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہوئی تعلیم دی جس کے یا تو ثبوت ہی عقل و دلائل کرتی ہے یا خدا کے لیے اُن کو جائز رکھتی ہے اور اُس کے نام بتلائے اسی طرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیکاً طریق بھی سکھایا عام ہے کہ وہ دلائل برائی قطعی ہوں۔

یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔ اس طرح اسلامی امور کے ثبات کے لیے نہایت ہی وسیع طریقہ اُن کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کر نیکی واسطے اُن پر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدا نے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اُس کے موصوفہ ہونے پر اُسکی اور اُسکی صفات کی عظمت پر۔ اور پر اُن کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جن سے کہ دلوں میں اُسکی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک ایک مضموعات اور اس کے اچھے عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر اسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے ۛ

اساں عجیب و غریب کوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگا و کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو جس میں کہتا ہوں کہ یہ اثر مخفی نہیں کہ مادہ اور اُس کے انواع کے لیے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیل (یعنی کسی نہ کبھی خدا کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڈے کی چوٹ کہا سنا اور شیشہ کا چوڑا رہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخوں کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبیعت سے اُس سے جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شکر لوہے سے ہنڈے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے۔ زلزلہ آئینے وقت مفتا طیس سے لوبی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک ادایا دیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

خدا کے لئے جو نام ہیں اور اس لئے کہ وہ

اس لئے کہ وہ خدا کے لئے جو نام ہیں اور اس لئے کہ وہ

اس لئے کہ وہ خدا کے لئے جو نام ہیں اور اس لئے کہ وہ

ہونا اور اوقات ہو سکتا ہے تاکہ انسان اس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ پہلے پیشتر ذکر کیا لیکن مجھ سے امد علیہ وسلم کے پیروان عام صفات کی نسبت جن کا ثبوت ان کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہو چکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صفات دو قسم پر منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی متعلق نہیں ہو سکتیں ان کا متعلق اور جدا ہو جانا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود ان کے تحقق الوجود ہونے کے اذن کے معدوم کرنے کے لیے متعلق نہیں ہو سکتی اس لیے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جس کا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کرتی جیسے کہ جسم کے لیے تجزیہ یعنی جسم کا کسی نہ کسی تخریخ و خلل کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلل کے گھیرے ہوئے پایا جاسکے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جس کے متعلق ہو نہ ہو عقل جائز کہتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آ سکتا ہے۔

جیسے کہ اجسام کی عام کشش جبکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس کشش کو جو کہ کسی جسم کے ایک ہی حصہ کے اجزاء خود اپنے سے جیسے لوہے کے ٹکڑا باہم ملے رہتے ہیں اور ان کے ملنے کو جو کہ جسم بناتا ہے اسی قسم کی اور صفات سے لینے لینے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن ان کے لیے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیے یہ ممکن ہے کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا ان کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی وہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرے اجسام کو اس طرح کہیں بھی کوئی قضاوت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اس کی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے جسم سے ان لیں علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نفیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت وہ قوت مراد ہے جبکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ ان کو ملنے سے روکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجہ قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آ سکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت کے بغیر اس قوت کے ملنے سے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہو جائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ یہاں بتلایا ہے کہ ہمیں کوئی قضاوت ہے کہ یہی اجزاء فردہ ذرات لسیطہ جس کے اجسام میں موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کئی شکلیں ایسی ہوں کہ ان میں کچھ اچھا رہا ہے جاتے ہوں اور کچھ بگاڑا دینے سے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ
کشش اتصال اور
قوت مدافعت پر
ایک عقلاً اور بحث

یہی اہار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے اُن اہاروں پر دباؤ پکڑ بیٹھے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پسلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جسم سیال یا ذرگم کی بجائے جاتا ہوا درجہ یہ اہار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ بردوت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بقدر دباؤ کے سختی آجاتی ہوا اور کھٹوس جھہرنا لپو اس منقطع پر قوت مداخلت کی وجہ سے باہم ذرات کی مداخلت کم ہو جائے یہ علت بیان کیا جاسکتی ہے کہ جب یہی گڑھے ایسے تنگ ہوتے ہیں جس میں یہ اہار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہ جاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام سختی اجنس کے ذرات کے باہم ملے رہیں کی وجہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اسی طرح عقل کے لیے اجسام مختلف اجنس کے باہم ملے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے۔ مراد اس علت سے اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہار اور خلا پائے جائیں جو وجہ سے اس امر کا واقع ہوتا ہے اور ظہور کی وجہ یہ ہے کہ علت آپ لوگوں کی اُس علت کے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لیے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر تدریجاً قوت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف اجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ ہم پیشتر بیان کیا۔

اور جب کہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم کچھ اہار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بکلاف اُن اجزاء بسیطہ کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں کچھ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ جائے کہ میں اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہار اور خلا کے وجود کو ماننا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے دائرہ ہونے میں مانع نہیں ہوں۔ میں نے تو صرف یہ دیکھنا کے لیے آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قیام کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے ورنہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور ان سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لیے کہ عقل اُن سے یہ اُن کے موجود ہونیکو محال سمجھتی ہے اور نہ اُن سے اُن کو معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیا پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور عقل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُن سے اُنہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود نہ ہونے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لیے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدا سے پاک بلا قوت کشش اتصال کر رہے ہیں گیس کی قسم کہ وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ ص ۱۲۰

اجزاء فرہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعے ہو یا بلا واسطہ کسی سبب کے ہر طرح قادر ہے اگرچہ وہ لوگ حدائے
 پاک کی عادت پر جو کہ اسے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے
 کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ منظم کر رکھا ہے یعنی اسے اپنی یہ عادت ٹھہرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا
 جاتا ہے تو وہ اس کے سبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو ان کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے
 موصوفات کے لئے ضروری نہیں بلکہ ان سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے
 جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُس کے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور ہر پر کے نزدیک اس
 مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہنچ جاتی
 ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جب تک کہ ان کے نزدیک امر و اتعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی ہی کہتے ہیں کہ صفات
 خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جائیں یہ ہوا در یہ بھی ممکن ہے
 کہ کسی دوسرے سبب سے ہوا و جب ان کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو
 وہ خدا ہی کے پیدا کر نیسے ہے اور ان اسباب کی نسبت جنہیں آپ اس کے لئے موجب ٹھہراتے ہیں +

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنی خدا کے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت
 وہ ان کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے سبب کے لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ ان اشیاء کو
 ان کے سبب کی جانب نسبت کرتے نہیں گئے لیکن ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ ان اسباب کو ان کے وجود میں باطریق
 کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کر نیسے ان کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس سبب کو اس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی
 عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو
 بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھہرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کر
 قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جھکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے
 ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

مگر اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال چندھی دکھلائے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سب سے برابر چلی آتی ہے تو ایسا
 ریل کے چیسے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مستمر نہیں کر سکتی یا بغیر چندھی دکھلائے جانے کے ریل کو نہیں لاسکتی
 اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سرج چندھی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سب سے آگے گی اور جب وہ اپنی
 اس عادت کو بدلتا چاہیں تو اس کے خلاف ہی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت
 ہوئے ہیں وہ چندھی کے مثل ہیں اور خداوندی اس کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رہا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے
 موافق وہ اس کے سبب کو ہی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کر دے چاہے کبھی مصلحت مستمرہ قوانین کے خلاف
 کرے اور یہ یہ کہتا ہے تو اس کو خرق عادت کہتے ہیں جو شخص کہ خدا کو بخیر نہ ٹھہرائے گا اور دسی اختیار نہ لے گا اس کے سمجھنے میں ذرا وقت نہیں لگتی

ذرات بسیطہ
 اسباب و مسببات
 عادت و عادی
 موصوفات و موصوفات

تو کر سکتا ہے وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جسکے آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بہگایا جائے تو لوہہ بہگونے کے اُس کے ذرات بسیطہ کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے جوٹ کھا کر ٹپھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے جوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ موثر اور موجب ہے اور تنازعہ لازم ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر لوہا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا نازلے کے فعل سے اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے جوٹ کھا کر ٹپھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایسا کر دیا جام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہم کو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بہگو دینے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر دینے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جیسے کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگونے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح اس قول کے بارے میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیسے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ موثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں ان آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم کر سکتا ہے ۛ

جنس چیز نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جسکا پیشتر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہو کرتے ہیں آمادہ کر دیا دواہر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قائم ہو چکیں کہ خدا اُن تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع موثر مانے جائیگی تو وہ اُن کے لیے ضرور خالق ٹھہریں گی حالانکہ خدا سے عالم کے سوا کہ اسکا نام اس کے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس احتمال پر دلیل قائم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط اور مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنے والا صاحب ربیب پورے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جسکا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لیے آپ ایسے نبات کو لیجئے جیسے عجیب عجیب چیزیں جیسے بڑے تنہ شاد

سوائے خدا کے سوائے خدا کے
اس قدر قائل کہ باوجود ہر ایک چیز
موجودہ میں خالق نہیں ہوتا اور
ایک دفعہ ثابت ہے

تھے پھول پھل پھل بڑھنے کے اجزاء اور تخم مع قسم قسم کی شکاویں طرح طرح کے رنگوں، دالوں اور خاصیتوں کے جسے چکر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ چہرہ پیدا کا ہے سے ہو نہیں سکتی پانی اور ہوا سے پس محمد علیہ السلام کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمان بات کہ ہرگز قبول نہیں کر سکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لیے اچھے و برے کے علم قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کر دی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لیے اُن کے ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اسے درجہ کے واقعہ کا خدا نے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت اُن کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے نہ کہ اسی نے عدم سے اصل مادہ کو گونا گوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں متقل اور مستغزو ہونے سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ انھوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اُس کی حقیقت کو سوچا تو انھوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لیے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ اُن میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی۔ گئی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرنے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لیے مقتضی بنا جائیں مثلاً حرارت ہر ذی کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پائے کو جادیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے تو عقل کے لیے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثرات کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم جو کہ مقتضی ہے دہنی ہر جسم کسی نہ کسی قوت خلا کو ضرور گھیرے گا اور یہ کہ وہ جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی چیز اپنے ایک ہی جگہ میں نہیں کھانچا ہوا نہیں ہو سکتا مثلاً جب وہ آپسے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دیتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپسے دریافت کر لیں گے ہر ایک کی خاصیت بالکس کیوں نہ ہو گئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت انصاف کو ضرور کر دیتی ہے اور برودت اسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپسے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالکس کیوں نہ ہو کوئی عقلی وجہ بتلائیے ہر حال اس طرح چلے چلیے کہاں تک چلیے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجائش نہیں مل سکتی کہ اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کریمو اے نے خاص کر دیا ہے اسبوج سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپ کو یہ بتلا دینگے کہ یہ تخصیص کریمو الا ہی خدا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اُس نے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کر دیا کہ یہ کہ خشیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپسے کہیں گے کہ جب اشیاء موثر بالطبع نہ ٹھہریں اور تاثیر نہ ہی کے پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہ ٹھہر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پاک مانا یا اُس سے بھی کہ زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ ہر حالت کی قوتیں ایسی نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اُس کے کونے میں اسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہاں تک کہ وہ غنی ہی شدید ہوتی ہیں ان کے عمل کرنے میں اتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور غنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی مخلوق ہوتی جیسے کہ اور قوت نے مخلوق ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جن میں کہ نہایت باریک صنایع یا کثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ ان کے بننے میں ان مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جنہیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شکار پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا متد ہونا خدا کی مخلوق کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمیں دی ہے اس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس قول سے کہ وہی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لیے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ ان سے خرق عادت پر دلالت کر نیوالے واقعات کثیرہ کہے بیان کر نیکام مطالبہ کریں۔ کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سبب عادی ہے اور وہ رآن بھی شرط عادی ہے اور خدا مخلوق عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے سوائے چند مخصوص حالتوں کے شکار کسی نبی کے ہجرہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا ان کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا انہوں نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ خود دیکھا ہے جبکہ انہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے ماتحت پر معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ متقرر ہو گیا اور آپ لوگوں نے اسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اسکے انواع اور ان عجیب و غریب صورتوں میں جزوہ شتمل ہے اور ان حیرت انگیز گوناگوں تبدیلیوں میں جو ان میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور سمجھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں ان امور کا قیام مادہ اور اس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا ان چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسے ساتھ چاہتا ہے اس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اسے متعین کرتا ہے۔ اور پھر اس کے اعمال بھی ایسے با عظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اس کو نہیں پاسکتی اور نہ افکار اس کو عادی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز کہتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہنچ جائے اور اس میں کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اس خدا کی عظمت اور اس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہرجا

مشاورت و تحقیق کے خلاف عادی
بسیار قوت و اثر کے ساتھ
مکمل و جملہ امور میں
جس میں عادی امور
کی جگہ کی جگہ کی جگہ

بالکل آسان اور ظاہر معلوم ہوگا۔ اس پاک ذات کی عظمت کا کیا کتنا ہے اس کا تسلسل عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے اسے ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

آپ آئیے ہم عالم کو اکب کی طرف متوجہ ہوں اب ضرور ہمو آپ لوگوں کی کتب ہدیت کی تصریح کے موافق یہ بتا دے گا کہ ہر

ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کے ساتھ مخصوص نظر آئے گا چنانچہ بعض

ان میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے جتنے کہ ہماری زمین کو اس کے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی

ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جس کا قطر ایک ہاتھ یا کچھ اس سے بھی زائد ہو۔ پس اگر ہمارے

زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ میل کا ^(۷۹۱۲) اور اس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ننانوے میل کا ^(۲۳۸۹۹) ہے تو آفتاب کا قطر

آٹھ لاکھ بارہ سو ہزار پانچ سو اسی میل کا ^(۸۹۲۵۸) اور اس کا محیط چھ بیس لاکھ ^(۳۷۸۵۰) اٹھتر ہزار پانچ سو میل کا ہے۔ اور اس کا جرم ہماری

زمین کے جرم سے بارہ لاکھ اسی ٹھہر ہزار سات سو گنا بڑا ہے۔ اور ان میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض

لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں ان میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے

اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے جتنے کہ نسل کا ایک سال ہمارے یہاں کے

آنتیس سال کے برابر اور انوس کا چوراسی سال کے برابر اور نیپٹون کا ایک سو چونتیس اور چند کسور سال کے برابر

ہے۔ بعض ان میں سے اپنے مدار پر طبعی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع حرکت میں جتے کہ مشتری

کی چال تیس ہزار میل فی گنٹہ ہے پس قننی دیر میں کہ انسان ایک تیرہ سالن لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اس کی حرکت

گروہ کے لحاظ سے اس کے اجزاء سطح کی حرکت کی سرعت چار سو ٹھہر میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا

نور بعض کا سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا ان میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض

دوسروں نے نور حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی سیاروں کا ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنہیں ذرا بھی حرارت نہیں

پائی جاتی اور بعض میں بہت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی

حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلائے کے لیے کافی ہو سکتی ہے جس سے تمام روئے زمین

پھسپ جائے اور اسکی موٹائی یکدہ میل کی ہو اور جو حرارت کہ اس کی زمین نگ پہونچتی ہے وہ اسکی حرارت کے دواہ

اڑتیس کروڑوں لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے ان میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شمس (آفتاب) کے مثلے

ہیں ان کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کی طرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے

وہ ثابت اور اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ ان کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں

لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے ہم کو ان کی حرکت کا پتہ صرف اس وقت

لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گزر جائیں اس لیے ہمارے ان کی دوری کی نسبت قریب قریب ہی باقی رہتی

ہے جو سپہے جتنی۔ ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یونانیو نام ان کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض

اس سے قریب واقع ہیں اور اس طرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کہی تو ان کی

عالم کی دیکھو
اور عالم کو ایک ہی عالمی
عظمت و قدرت پر مبنی

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں سینے و دایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور کبھی چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا نور تمام برسوں کے بعد جسے کہ سیکڑوں برس کے گزر جانے پر پھونچ سکتا ہے حالانکہ یہاں سے آفتاب کا نور ہم تک آٹھ منٹ اور چار سکنڈ کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہو گا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے۔ ان میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط بعض کو رات سے مخصوص ہے بعض کو دن سے بعض کا روشن رخ کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کی وجہ سے گہن لگتا ہے غرض ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خللا میں عالم شمش کے قدرتی قانون کے باعث نمایاں ہیں جیسا کہ آپ لوگ سکتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کہ اس کے پیدا کر نیو اسے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث نہ ہو۔ نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے بر جوں اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جسے کہ اوقات منضبط کہتے ہیں۔ رسول۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ نگار ہوتا ہے مختلف فصلیں متمیز ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے غفل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مروج کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں غلو قات یعنی نباتات حیوانات۔ معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جن کی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا میاں کیا جاتی ہے اس طرح بیشمار فوائد میں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اس کے پورے بیان سے عاجز رہے فکر میں کند اور آنکھیں پھر ہیں۔ پس جب یہ سب اہل مادہ کے لکھا ہے برابر اور یکساں ٹھہرے اور ان کا مادہ اس کو مقتضی نہ لگا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر سب تو اس سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جس نے ان کو باوجود اس قدر استحکام کے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جنہیں کہ مخلوقات کی منہ مصیحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسبب حرکت ہو سکتی ہے میں نہ تو کچھ متمیز ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا کچھ کہنا مناسب ہے کہ جس نے ان کو ایسے عجیب و غریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جانشین والا خداوند ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنی خدا) ہے۔

اب آئیے ہم کائنات کو جس جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو سی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اس وجہ سے کہ وہ اسی چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا سپر سیٹ مدار ہے کہ وہ بذریعہ سانس لینے اور پھیلنے میں داخل ہونیکے من کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ پلندت اور اشیا کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ دافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی حقیقت زیادہ

۷۔ جوستہ زمین کے اوپر کی فضا ہمارا دھڑ ہے جس میں کہ بادل وغیرہ بنتے ہیں ۱۲۔ مٹر مہم

حاجت ہوتی ہے اتنی ہی کثرت سے موجود ہوتی ہے اور اتنی ہی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا پانی - غذا -
 وواؤں کی چڑی بوٹیوں - نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب سے واضح ہو
 جائیگا پھر اس میں مختلف ہوائیں ان کی رفتار ان کے منافع - ان کے اشکات اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پاتے
 ہیں کوئی ان میں سے شرقی ہوا ہے - کوئی غربی - کوئی شمالی ہے - کوئی جنوبی - اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے کوئی
 تر ہے کوئی خشک - کوئی گرم - کوئی سرد - کوئی سخت ہے - کوئی نرم - کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کیسیکی چال خاص قوت کے
 اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل اپنے قاعدہ چلتی ہے کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی کی گنتہ سات میل
 سے لیکر اکانوے میل ہوتی ہے اور کبھی اس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گنٹہ اکیسویں میل یا اس سے زائد کے
 حساب سے چلنے لگتی ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بعض ان میں سے گرد باد اور بگولے ہوتے ہیں جسے کہ زمین کے
 پہلے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پہنچا دیتے ہیں بار آورادہ کو اعضا تذکرہ سے اعضار
 تانیث میں منتقل کر کے درختوں کے بار دار ہونے کے باعث ہوتے ہیں اور اس کو راحت پہنچاتے ہیں حرارت کو لطیف
 کرتے ہیں سمندروں میں ان سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم ان کے ذریعہ سے سطح زمین پر بر آگندہ ہوتے ہیں اسکے
 علاوہ اور بہتر سے فائدہ سے دستیاب ہوتے ہیں جھکو کوئی شمار کر نیو الا شمار نہیں کر سکتا اور نہ تحریر میں آسکتے ہیں اس میں ہم
 بادل اور اس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناوٹ کو دیکھتے ہیں جسکی وجہ سے ہوا اس کو اٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش
 کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوائیں اسکو لیجاتی ہیں اور پھر رعد و برق ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن کو غیر
 حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نورانی حرارت اور حرکات موجیہ کی وجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث
 سے ہوائی کو گھملا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو
 جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر
 گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اس کا پانی پگھل پگھل کر ان کے نشیبوں اور خانوں میں جمع ہوتا ہے تاکہ
 مخلوقات کے منافع کے لیے پانی ان میں جمع سے اور ان کے جہروں سے نکلتا ہے - یہ طرح پر دریا اور چشمے جاری ہو جا
 ہیں خشک پانی سے ایام گرما میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے - بڑے بڑے سبز زار اور باغات پیدا
 ہوتے ہیں پس اگر مالوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہو کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے گرنے
 خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی مرخت کے ساتھ بہہ جاتا
 (کیونکہ پانی کو تو گویا اپنے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چلے گیا ہے) اسکے علاوہ اور بہتری چیزیں کائنات
 جو میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں -

فہم اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضا میں پھیلتی ہے
 تو کائنات جو ہم اس کا ذکر کر سکتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں نہایت ہی عجیب و غریب قوانین قدرت پائے جاتے
 ہیں جسکے لیے ایک جدا علم بن گیا - یہ خاصیتیں جیسے کہ اسکا منعکس ہونا - اسکا شعل ہو کر سات رنگوں میں تبدیل ہونا

یہ روشنی جو ہم دیکھتے ہیں
 اس کا منبع ہے
 اور اس کا منبع
 ہے سورج ہے
 اور اس کا منبع
 ہے سورج ہے

وغیرہ ہیں باوجود اسکے کہ انہیں حیوانات اور نباتات کے بہتیرے قائلے موجود ہیں ان کا اُس سے منہ ہوتا ہے صحت قائم رہتی ہے روشنی سے بہتیرے زہریلے حشرات الارض مر جاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے اشیاء نظر آتی ہیں اس طرح اُس کے ہتھیار فائدہ میں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت خفی ہی رہی کچھ تہ نہ لگا اسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجیب خط چایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب بڑے شہور فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُس کے بعد واسے فلاسفروں نے وضع دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کر دی اور باسے قائل ہو گئے کہ روشنی کی حقیقت ایترک مادہ کے اجزاء کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنی اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزاء کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بہرہ ور ہو کر کیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قہر کر کے کیے ہیں اور بہتیرے مسائل کا اسکو مٹنے قرار دیا ہے۔

سوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایترک اجزاء کی عجیب حالت بہت بلور کی کئی ٹاٹھ موٹی چادر کو تو ان کی حرکت تو ٹوڑ کر نکل جاتی ہے لیکن جب اسکے کیسٹریٹ ایکسٹنٹیو تھنڈا کیا ہی کی لگا دیا جائے تو وہ حرکت اسکو سپارڈ کر بار نہیں جاسکتی گویا ہمالیہ کا کوئی سلسلہ حامل ہو گیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور پتلی سی تھکو تو نہ پھاڑ سکے اور بلور کی انقدر ولدار اور سخت تھنے کو پھاڑ کر نکل جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ سے باطن اس کی حرکت کو باطل کر دیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک اکی پیدا کرنے سے تو یہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی امر مان نہیں ہو سکتا لیکن ہم تو آپ کے اکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو اسکے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تھنے کو توڑ کر نکل جانے کی قوت حاصل ہو گئی اور وہ انقدر پتلی اور نازک تھکو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو جو مستقیم ہے تو ہم آپ کے دریافت کرینگے کہ رنگ کی روشنی کو جو سننے کے ذریعہ حسی حقیقت ذرات کی حرکت ہے) معنی کیا ہے ذرا عنایت کر کے واضح عبارت میں بیان تو کر دیجئے جسکو عقل قبول کر لے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعتوں کے کچھ تیل ایجاد کیے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھ دیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپ نے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُس کے موافق اگر آپ کہیں کہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اٹھتی رہتی ہے روشنی کے انوکاس کے باعث ہے تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اٹھتی تھی اُس سے منقطع ہو گئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہو چکی اور یہ امر قدرتی قانون انوکاس کے بالکل خلاصہ ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کر دیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپ کی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اسکے تختہ تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کر دیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو کے سابق کے بعد ہم اپنے الفاظ پر چھتے ہیں کہ جسے کائنات جو کہ ہر شے کو اسکی خاصیت کے ساتھ خاص کر دیا اور اُن میں نہایت

کامل صنعت اور پورے ایجاد کے ساتھ منافع شکر کے کہ جن سے زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کر دیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے سُکھان کے منو کا باعث قرار دیا آنکھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے طور کا اُن کو ذریعہ ٹھہرا تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اس اضرار کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت۔ یا اس کے علاوہ اور محل اور بلے معنی الفاظ جنکی تفسیر بالکل بے تہ ہوتی ہے قرار پاسکتے ہیں یا وہ اسلئے درجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ ذی قدرت (خدا) ہے؟

اب آئیے ہم اپنی توجہ کو زمین کی طرف مائل کریں اور اسکی جادوی۔ بنائی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جبکہ اُسکا جغرافیہ طبعی حاوی ہے نظر کریں۔

ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جبکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہنچتی ہے یعنی سکا رقبہ ایک کروڑ چالیس لاکھ اکر (۱۴۳,۶۱۰,۰۰۰) مربع میل مربع ہے اور وہی آبی مخلوق کے گردہ کا مسکن ہے اور دیائی جواہر کے پیدا ہونے کی جگہ ہے عام ہے کہ وہ غذا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرائش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُسہیں پانی جاتی ہیں جنکی میں موجود ہیں جیسے پھاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین ٹیلے۔ ریگستان پہاڑیاں سنگلاخ زمین۔ ترابی۔ باغات۔ رنگ برنگ کے درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں سم ہو تا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمند میں بڑے عمیق مواقع ہیں کہ جنہیں سے سب عمیق موقع کا واقعی طور پر تہ نہ لگا سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کر سکے غایت درجہ جہان آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُس کی نویل تک کی گہرائی قیاس کی جاتی ہے پھر اسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجائبات میں سے مد و جزر سطحی اور زیریں اوبال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برف کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تیرتے رہتے ہیں۔ اور اسکا کمار اپن جہیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہو جاتا اور زراعت اور جاندار ہلاک ہو جاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا سفر ہو رہا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے راستوں اور مختلف ہواؤں کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے انہیں میں طیور و وحش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے۔ انہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی بلند درخت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سرزمینوں کے لیے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آئند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ کے گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں ہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سیاتی نہیں رہی صرف بڑے پتروں کے چٹان رگھنے ہیں جنکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈانچوں سے جن کا کہ گوشت عیدہ کر دیا گیا ہو

زمین کا جغرافیہ طبعی

سمندر کا دار اس سے

مذاک غفلت و غور و تامل

پہاڑوں کا جغرافیہ

قدیم خدا کا نقشہ

کچھ ملتی جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر کانوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو شیب میں واقع ہے وہاں ایک سے ایک حسین و خشت اُگتے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل و میٹاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میسر ہوتا ہے باوجود اسکے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو دنیا کی بہشت کا سا جہاں سمجھا جاتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشے دکھائی پڑتے ہیں۔

باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت بار بار مورہ سے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اترتی چلی آ رہی ہیں۔ ان کے گرد اگر عجیب و غریب آوازیں سمع ہو رہی ہیں کہیں بلبل کی صیف کانوں کو بہلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریوں کی کوکو کی صدا آ رہی ہے کیسے طرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں کہیں جنگلی کبوتر اُڑنا چڑھنا کے ساتھ غرغور کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دل کو خوشی اور آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض پھاڑ تو گویا جہنم

ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جادو کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفا چٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اس میں تپش اور گرمی اس قدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسبوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُتر آیا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اس کو خونریز

موت نے دبا لیا اور اس کا کام تمام کر دیا چنانچہ اس میں جا بجا بڑے بڑے جانوروں اور کیرٹوں کی چرائی ہڈیاں پڑی ملتی ہیں اور وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جس کے سوانبات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہے اسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پھاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافقہ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مر جاتے ہیں اور نباتات خشک ہو جاتی ہیں۔ اب بتلایئے کہ ان مقامات میں سے کسے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا گیا

ذرات مادہ کی حرکت ہو سکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اسلئے درجہ کا علم رکھنے والا جس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا دافع کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کہو اور غاروں کا ہے جہیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور نچکے ذریعے سے پھاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے کچھ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کاپانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہت سے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی سے نہیں برداشت کر سکتے اس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدائے لطیف و خیر کی پاکی کا کیا کتاب ہے اور ان میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں ان میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مر گیا کہ ان غاروں میں آتش فشاں پھاڑوں کی سیاہی نہیں نکلتی ہیں

کہ جو اب سمجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا شغس کیا اور وہ مر۔
پس بعض غار بن کر قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجیب شان ہے جو چاہتا ہے وہ
پیدا کرتا ہے *

چوتھا مرتبہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات
کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم
نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر کسی مٹی ایک ہی طرح کی ہو اگر تکی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدائش
میں نقصان آجاتا اور اُس کی بہتیر سی مٹی ہلکو دستیاب نہ ہو سکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے
اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے *

پس اگر پتھر کی طرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات
کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی پس بتلایئے کہ
پتھروں کو کسے استفادہ سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو
نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔

کیا اس کا بنانا والا صاحب حکمت تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ ذی تدبیر اور اسے درجہ کے علم رکھنے والے
(خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں *

ہم کائنات زمین میں سے معاون کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اقسام کی
اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی
ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت
ہوتی ہے کسی میں نہیں کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کوئی بہاری ہے
کوئی ہلکی رنگوں کے اختیار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سرخ ہے اور کوئی سیاہ اسی طرح بہت سی اقسام
پائے جاتے ہیں پھر اُسے آدمیوں کو بہت نفع پہنچاتا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب
وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ بہتار بنتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرت ہوتے ہیں غرض کہ
فلاحیت (جو تنہا زراعت دلو نے) اور ادویہ سب ہی میں متعل ہوتے ہیں *

اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ ہنید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی
معدن کی طرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معاون میں جو ہے۔ اس کے گہرائی میں لوہا کا تخصیص
کر کے خدا نے اُسے پیدا کر لیا اور نیز اس امر کا احسان جنایا ہے کہ باوجود اس قدر غنمی ہوئے گئے اُس کے
دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (اے نبی) لوہے کو آگ

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا۔
 لوہے کے ہم عجیب و غریب خواص دیکھتے ہیں۔ جنگی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل عاجز ہیں
 بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اُس کی نسبت گفتگو کرنے میں پہنچا سکیں وہ اس قدر ہے کہ ہم کہہ سکیں
 چپ ہو رہیں کہ اسکی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل
 نہیں ہیں بلکہ کہو تو بلاشبہ اُس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم اسے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مفناطیس
 کو لیجئے جو معدنیات میں عجیب چیز ہے اُس میں لوہے ر فولاد اور مفناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی
 ہے آپ لوگ اس کشش کی وجہ اُس کے ذرات بسیط کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاص ترتیب بتلا سکتے ہیں۔
 اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپ نے یہ وجہ بالکل بے پتہ
 بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آئندہ کے سوالات اُس پر وارد ہوں۔

اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صریح نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کشش کر
 سکیں وجہ سے اُس میں یقینی معادن مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کر نیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی
 کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اسکی سبب ہے کہ مفناطیس جب کسی لوہے کی سلاح سے ملتا ہے اور اسکو کشش کرتا ہے تو وہ اُس میں
 بھی بغیر اس کے کہ مفناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جب تک مفناطیس اُس
 سلاح سے متصل رہتا ہے مفناطیس ہی کی طرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی
 یہ خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ لیکن جب کسی فولادی سلاح سے مفناطیس لگایا
 جاتا ہے تو اُس سلاح میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مفناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے
 جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اس طرح جب فولادی سلاح مفناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس
 کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان
 تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلاح میں محض مفناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونوں
 کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی
 سلاح میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر محض ہی بہر میں لوٹ آئے اور فولادی سلاح میں اسی طرح رہ گئے یا اس کے
 علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں
 بھی تو کوئی چند اں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت
 آجاتی ہے اور مفناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مفناطیس قطعہ کے دونوں سروں کشش کی قوت ہائی جاتی
 ہے اور جوں جوں اُس کے وسط کے قریب ہوتے جاتے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ٹیک وسط میں

مفناطیس کی قوت اس قدر کم ہوتی ہے کہ اسکی کشش کی قوت کو اسکی خاصیت کی قوت سے کہہ سکتے ہیں۔
 اسکی کشش کی قوت اس قدر کم ہوتی ہے کہ اسکی کشش کی قوت کو اسکی خاصیت کی قوت سے کہہ سکتے ہیں۔

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بیچوں بیچ سے دو حصے کر دیے جائیں تو اس سر میں بھی جہاں سے کٹا اس قطعہ کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں بیضیوں کے ساتھ اس کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ قوت وسط میں ضعیف اور سروں پر اس قدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکہ یہ قوت قوی ہو گئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ ان کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جاسکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاح کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلاح میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے پس اس سلاح کے دو سرے سر پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اس کے وسط میں وہ قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلا وسط میں گزرنے کے دو سرے سر پر جا بھونے یا وسط میں گزرتے وقت کمزور ہونے تھے اور اس سے متجاوز ہونے کے بعد پھر قوی ہو گئے اگر ایسا ہے تو پھر بتلایے کہ اس قوت کے کمزور ہوجانے کے بعد کس چیز نے اسے پھر قوی کر دیا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ ایسے وقت مقناطیس کی قوت جا ذب زائل ہو جاتی ہے اور اس کے گزرنے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے پس اب ذرا زلزلہ کی قوت کی وضع کے متغیر ہوجانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو بتلایے اور یہ کہ یہ امر کس طور پر واقع ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے شافی جواب دینے پر سرگز قاصر نہیں ہیں بلکہ غایت جہالت تک اپنی بھونچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور میں آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ کے کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں میں جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور ان کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ کے پوچھیں گے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ کسے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اس وجہ سے ان کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ جنکی صحیح وجہ جو کہ غفل بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یاد رہے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور پھر آثار اس میں مستحکم کر دیئے قوی قدرت اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب بتائیے ان دونوں باتوں میں کون سی بات ماننے کے قابل ہے (ذرات الفضا کیے) حتیٰ تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل درجہ کے ہیں کیونکہ مقناطیس سو ٹیکے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر کو کھوٹے کیا جاتا ہے سفر کر مینو اسے خطروں سے محفوظ رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ سو فی نہایت ہی امانت دار راہبر کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجب پاک و ذی شان ہے جسے انسان کو جمادات میں سے اونے معدن کے ٹکڑے سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ۴

منجھڑا کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکمت کمال انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کاشت کرتے ہیں اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں گوان اشیا میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منہ ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گی وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جزاں میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مضمر سے لینے دوسروں کو چھڑا لینے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو دوسری نباتات میں لگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں اور انہیں میں اُس نبات کا بھی شمار ہے جسے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جس پر کیاں نہایت حرص کے ساتھ کرتی ہیں اور جہاں اُس کے کسی پتہ پر کوئی کھی گری اور فوراً ہی اُسے محسوس کیا اور اُس کے ساتھ ہی اُس کو لب کر بند ہو گیا پھر جب تک وہ اُس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اُس کو نہیں چھوڑتا اور اُس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مر ہو کر مثل چھلکے کے ہو جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اُسے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے انتقام لے لیا کیونکہ حیوانی نبات کو کھاتے ہیں۔

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیے اُس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے متعلق ہونا جس میں کہ وہ پھر کر گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور کچھ بیلوں سے کہ جو دوسری چیزوں سے معق رہتی ہیں زمین میں اُن کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا اُسی سے حاصل کرتی ہیں۔ اور عجیب کی بات یہ ہے کہ ان کے پھول بھی کی قسموں میں سے پر دانہ۔ شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پردانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

منجھڑا کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکمت کمال انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کاشت کرتے ہیں اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں گوان اشیا میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منہ ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گی وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جزاں میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

منجھڑا کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکمت کمال انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کاشت کرتے ہیں اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں گوان اشیا میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منہ ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گی وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جزاں میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

منجھڑا کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور کثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اُس میں حکمت کمال انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اُس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کاشت کرتے ہیں اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں گوان اشیا میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منہ ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گی وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جزاں میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اُس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفوع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دوا دوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔
 اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جبکو نیسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگر چہ بنا
 ہوئی ہیں سے نہ ہستی بلکہ اس کا شمار ان نباتات میں تھا جو کہ پیا کی طرح زمین میں اگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نباتات تھیں جسکے
 اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زر و چڑیا کی صورت پر تھا اسکے سر آنکھیں چونچ گردن بھی تھی اسکے بازو دستہ پھیلے ہوئے
 تھے اور قد میں اوپر کو اٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کھڑا ہوا کرتا ہے اور اسکے پیٹ کے نیچے ایک سبجائی رنگ کی شہد کی مکھی
 کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اس میں سے کچھ چوس رہی ہے اسکے بھی
 سر و دونوں آنکھیں موجود تھیں۔ پیٹ پر نقش و نگار سینے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے
 اس کے بازو کچھ نکلے تھے پس گویا کہ وہی اس مکھی کے بازو ٹھہر سکتے تھے اور ہی اس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا
 اس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ ہستی کہ ان اعضاء کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت
 معلوم ہوتی ہو کچھ ایسا تھا تھا کہ وہاں سے نظر اٹتی نہ تھی اور اس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت۔ اس کی قدرت
 اور اس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور کچھ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اس مقام پر پایا جاتا
 ہے جسکو کہ ظہور اثر جیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی
 کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے
 کی عجب دوا ہی بنا ہی وجہیں بتاتے ہیں۔ میں ان سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل
 مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اسپر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے
 اور کچھ عقل کی لکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ مہلے درجہ کے علم اور حکمت رکھنے
 والے (خدا) کے فعل کے حال کیا جائے نہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون نباتات یا اسی کے مثل اور بے پندہ ٹھوس
 اور انداد مند باقول کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھو ا جائے لیکن اس سے
 ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نباتات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے
 کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نباتات کو ذی حس
 بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اسے چھو ا جائے یا حرکت دی جائے تو
 اسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم بجاتے ہیں اور باقی پتے کچل کر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار
 کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پیلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اسپر بھی گرتی ہے تو اسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اس کو
 بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نباتات جب تک کہ اسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت
 نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نباتات بلا کسی ظاہری قہر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہو
 پس یہ نباتات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہیں کہ اسے ہوا میں ہند نہ کی ضرورت نہیں جاتی ہیں۔ اور کچھ نباتات ہیں جو

انسان کی شکل کے والی
 نباتات
 ان کی صورت رکھنے والی
 نباتات جس کا مقصد
 جاننے سے ہے تو پتہ لگانا
 کیا

اور ان کی شکل

پتلیوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بیچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جب تک رہتی ہیں اس وقت تک رات و دن - گرمی میں جاڑے میں - دھوپ میں سایہ میں - خواہ آسمان ہویا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں - ان کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں - لگاتار حرکت مندیر کے ساتھ ان میں سے ایک اوپر کو اٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے - ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسی وقت نہیں حرکت کرتی - اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہند میں گنگا کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اس طرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گٹری ہے جو بند ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کر نیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کر نیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاکہ ہے -

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے جسکو ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اسکو فلک اور عابدش کہہ کرتے ہیں کیونکہ اُسکا مستدیر پھول جہیں کہ عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیج میں گٹری کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جسوقت آفتاب نکلتا ہے اسوقت یہ پھول بالکل اُسکے اُسے سانسے ہوتا ہے اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اتنا ہی پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے جسے کہ دوپہر کے وقت پھول مسطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اتنا ہی پھول پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے - ایسی نادر اشیاء کے بنائے اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے -

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اہل اہل کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کر نیوالا کوئی فاعل مختار ہے - کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا -

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم مستدیر اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکاکا بڑی ترانی ایک قہم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لبنائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قبضہ

جسکی پتیاں ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں اور اسکی پاکی کا کیا کہنا ہے -

سبک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اسکا تنہ اندر سے خالی کر کے ڈال دیا جائے تو اس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اسکا بدن اس سے چھوٹے بھی نہ پائے اور اسکا ٹنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کر کے اس کی ٹھکانا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط انیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب عجیب و غریب ایک عہدم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے چار اتر گیارہا میں سے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھیل کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر سے دوسرے کی انگلیوں کے سر سے رہیں جب بھی اسکو گھیر نہیں سکتے تو یہ چار سو برس کے زمانہ گزرا ہو گا جب تک کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آج تک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا نمونہ ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جاننے والے صدیاں سپر گزر چکی ہوں گی۔ اور بعض لوگ تو ان میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتری صدیوں کے پہلے سے درخت بڑھ رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوپ) کے لگایا جیسے کہ کافی جراثیمی کی سطح پر پرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ باغ یا مرغزار یا ایک گنجان جنگل ہے جہاں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور بے ہوش ہونے کے پھول اور تخم سب بھی کچھ موجود ہوتا ہے۔ منجملہ اور عجائبات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اس کے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک منبر غبار سا نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جس کے اعتبار سے وہ ہم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں ان کی اور ان کی متضاد شکلیں مختلف ہوتی ہیں پھول پھیل جاتا ہے اور زوال کے اعتبار سے ان میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں متضاد ہیں بھر حال یہ امور جن کے لحاظ سے ان میں باہم فرق کیا جاتا ہے پتہ کر کے ہوتے ہیں پھر بعض نباتات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بدمیں پھیلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اٹھا کرتے ہیں بعض کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں کوئی ریح میں کوئی خریف میں بعض نباتات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہیں بعض پہاڑوں ہی پر کیسے کیے فقط بارش کا پانی کافی ہو جاتا ہے کہ ان کو اور پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ جسکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے پتوں کو دیکھئے تو کیسے گول کیسے پتے کیسے نیچے کیسے چوڑے ہوتے ہیں اور پتوں کی شکل ان کا رنگ ہر وقت ہوتا ہے لیکن ہنری میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جتنے کہ ایک

ان نباتات میں کئی خاصیتیں
خوردبین کے ساتھ پایا جاتا ہے

نوع کی بنیادی دوسری نوع کی بنیادی کے بالکل مشابہہ دیکھی ہی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے ان کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا جملہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی پھول گول ہوتا ہے کوئی لٹا۔ کوئی اکڑا۔ کوئی ڈوہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھیے تو سفید۔ سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دوہری رنگ ہیں کسی میں بہت سی مختلف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی لیے لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اس قدر آگاہ کروینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھولوں میں شکل برنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران ہجاتی ہے چنانچہ بڑے چھوٹے۔ چوڑے۔ لمبے۔ گول۔ کروی۔ جھکے ہوئے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر ان کا رنگ بھی سبز۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں۔ مختلف وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھولوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اس کے سروں پر دوسرے قسم کی اسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اس طرح لائق ذائقہ ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھولوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ ان کے چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ ان کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور ان میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزاء میں نہیں پایا جاتا۔ بعض پھولوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبو میں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعض بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگہ۔ بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بیلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خرپڑہ۔ بعض مہینہ بہر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد پھٹتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط دوہری قشر کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ بعض کی کل چھینیں بعض کی جڑ مفید ہے اور پھل۔ یا پتہ یا پھول ضرر رساں بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی ملتے پائے جاتے ہیں مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتہ۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔ میں جدا جدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ ان میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اختلافات کے جب یہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سیرجی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

جذب کرتی ہیں جو ان کے لیے ضروریات سے ہے ان کے اعضاء اور وقت کے ہوتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء
 نمونہ ہے جیسے کہ بڑے تندرست۔ اور بعض کا شمار ان اعضاء میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ
 پہول۔ پہل۔ بیج۔ پیرا نہیں ہوتے سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے
 ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے جاننے والوں کی رسائی ہوئی ہے اتنی ہزار اقسام سے
 کچھ زیادہ ہی ہے انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترائیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پہولوں سے
 یہ انہیں زمینت بخشی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے پیوے اور دانوں سے بھر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جسموں
 کے لیے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گہروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے
 مرضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مستعمل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و شائع کی حفاظت
 کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے لکے فوائد تو اس قدر ہیں کہ قلم آگے بڑھ کر نہیں روانگی سے جا کر چلتے چلتے
 کاغذ پر سر رکھ رکھ دیتا ہے۔ اور زبان کی گویائی منقود ہو جاتی ہے۔

کی ان تمام صورتوں۔ اتنی نوع بنوع کی چیزوں اور پیراں پر اس قدر شائع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے
 کی وجہ باوجودیکہ ان کا اصل مادہ ہی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی متفق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پا سکتی ہے
 اور وہ ہی اندام و ہند ضرورت کے ساتھ باجمہر اتفاق جو کہ بالکل بے متنبہ ہے۔ اسکی وجہ ٹھہر سکتا ہے۔ یاد تو نہیں
 قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث سمجھے جاسکتے ہیں؟ یا یہ بات ہے کہ
 یہ سب شیا کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غالب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جاننے والے کے
 پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں سب کی خبر ہے۔ موجود ہوتی ہیں؟ بے شک
 یہ سارے عجائب و غرائب پکار پکار کے اس بات کی شہادت ہے کہ ہرگز ضرور عالم کا کوئی بڑا واقع کار خدا
 اور ذی حکمت بنانے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

پھر ہر خد کہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جس کے ساتھ خالق سبحانہ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن
 بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور ان سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی
 چیزیں ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن ان میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے نہر بہت ہی بڑا ہوا ہے
 چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

پس سنئے کہ نباتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکابل (پیسفک اوشن) کے
 جزائر میں پایا جاتا ہے اسیں کڑوی شکل کے پہل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پہل کا قطر چار
 قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اس کا وزن چار سو پین درہم یعنی ایک ہزار
 چار سو ستر ماشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال اٹھ ماہ تک برابر اسیں سے پہل توڑے جاتے ہیں۔ ان جزائر کے لوگ
 اس قدر تیروٹی پر بس کر رہے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گدہ کیا کرتے ہیں وہی ان کی ساری غذا

منہ
 نباتی دنیا سے خدا
 کی صفات کا یہ ہے
 اسرار

منہ
 روٹی کا درخت ہے

ہوتی ہے خدائے الہی نے اس کے لئے بلا کسی مشقت کے جو ہم کو اپنی روتی کے طیار کرنے میں اٹھانا پڑتی ہے
اس کو مہیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے آن کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں اس کے خوان اس کی لکڑی
کے ہوتے ہیں۔ اس کی چھال سے وہ اسپتہ کپڑے بناتے ہیں۔ اس کے تنہ کی آن کی ڈونگیاں بنی ہیں
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اس کے اقسام میں سے جو قسم سیاہیا کہلاتی ہے ہند میں بھی
پائی جاتی ہے اس کے تنہ میں شگاف ہوتے ہیں پھر اس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے فضا
کاڑھا نکلتا ہے۔ بڑا دل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا زندویا) ہے وہ ماہ شباط میں پھولتا
ہے اور اس میں پہل لگتے ہیں جن کا ذائقہ شہد بہت لیموں کا ہوتا ہے۔ اور اس کے تنہ سے
سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے
اسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور آبی سے اون کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

نوع کا درخت ۱۱

نوع کا درخت ۱۲

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہندو افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایسا پہل لگتا ہے جس
کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا
نہ اس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جو ہندی یعنی نارہیل کا درخت ہوتا ہے۔ اس میں اتنے منافع ہائے طاعت ہیں کہ وہ سب
کسی ایک درخت میں شکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پہل سے کپنے کے قبل
شراب بنائی جاتی ہے اور کپنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے
مثل ترکیاری کے اس کے پتے پکتے ہیں۔ اس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اس کی
لکڑی اور اس کے پہل کے چھلکے سے برتن۔ پیالے۔ کٹہرے طیار جوتے ہیں گہروں میں اس کی لکڑی
کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اس کے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اس کی چھال کے
ریشوں سے کپڑے چھلنیاں بورے اور سی تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کے پہلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے
اس کی لکڑی کے بڑا دھ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اس کے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا
ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرت منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ نہیں چنانچہ ہم اس کے پہل کو دیکھتے ہیں کہ
کلی سے لے کر گدرا۔ ادھ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کہا جاتا ہے وہ میوہ کامیوہ ہے اور غذا کی غذا
ذخیرہ بنا کر رکھے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اس کی گھٹلی ہی
کام میں آتی ہے۔ گھٹلی کو بیس کروٹوں کو کھلاتے ہیں پس اس منہ حقیقی کی عجب پاکذات ہے جو اپنے بندوں کو
عجیب غریب غنیمتیں عنایت کرتا جو ادھر طرے کھاتا مسات کرتا ہوا ذوق الفیض اور قسم قسم کی اشیاء کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

۱۳ درختان کے جانتے والے علامتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ

بنائی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نہات کے عجائب حالات کو دیکھ کر

عہ شایہ ناثر یا کھجور کا درخت ۱۲ عہ شایہ ایک دہی مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۱

ذی حکمت۔ صاحب علم۔ اور پھر ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے زیادہ
 سختی علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنہوں نے جلدیں کی جلدیں اُس کے حالات کے بیان
 میں بہرہ دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اُس کے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستغرق ہیں کہ اُس کے
 کلمہ کے پہوٹ نکلتے۔ اُس کے بڑھنے اور اوس کے تمام تغیرات سے جو کہ اُس کے بولنے کے
 وقت سے لے کر انتہا کو پہونچنے تک اوس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔
 اُس کی نسل کے چلنے اور اوس پیدائشی مادے سے بار بار ہونے کی کیفیت جو کہ اُس میں حیوان
 کی بنی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔

اُس کی جڑ۔ شاخ۔ پتوں۔ اُس کے پہل کے غلافوں۔ پہولوں۔ پہیوں۔ اور بیجوں کی ساخت
 کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضاء اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو ان میں قایم
 ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے خواص۔ کام۔ منافع۔ تغیرات۔ مدت حیات۔ اُن کے انواع کے اختلافات
 کو ذکر کرتے ہیں انکو قطار۔ گروہ۔ انواع۔ اجناس۔ اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی
 فرق ظاہر کرتے ہیں بہر حال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل ذنگ رہ جاتی ہے۔ اور اُس کے
 پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اُس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔
 پس خدا یعنی پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے۔ علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے
 علماء نباتات کی نسبت تو عقل شکل سے تصدیق کرے گی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور
 کیونکہ نہ ہو وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کر چکے ہیں۔ اُس کی پیدائش کی
 ایک سے ایک ہارکیاں دیکھ چکے ہیں جنکے لئے کسی ذی قدرت صانع۔ اور کسی صاحب حکمت۔ اعلیٰ درجہ
 کے علم رکھنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے۔ ایسا اس کے ایسی ہارکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے
 کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا
 ہوا ہے۔ چنانچہ کہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کرنے اور مٹ پانے کے ذریعہ
 سے جمادی مادوں کو اُس نے اپنے نباتی ساخت کے مثل بنایا۔ پھر وقتاً بوقت دیکھتے ہیں کہ حیوان اُسکو منہ میں
 رکھ گیا اور اُس نے اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے اُسکو چاکریا اور اس طرح کچھضم
 کیا پھر اُس نے اپنے معابے بن کے ساتھ لاڈلا لانا کہ کسی قدر اور مضمت صیل ہو جائے اُس کے بعد
 اُس نے لنگل کر اپنے معدہ اور امعاء میں پہونچایا وہاں پہونچ کر حرارت اور باضم عروق کے باعث سے وہ بالکل
 منہضم ہو گیا اور اُس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور بہرہ وہ کام وہاں ہونے لگے جن
 سے عقل کو حیرت سی ہو گئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور امعاء سے اور اعضاء کی طرف چلا

فہم
 علم نباتات کا بیان اور
 حیوان حیات و غریب
 سے طرز ذی عظمت
 قدرت پر استدلال

اور ان اعضاء کے فعل کی وجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخر کار وہ خون بن گیا پہلے اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہو کر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اس کے ذرے بدل با تخیل بننے کے لئے داخل ہونے لگے۔ اس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہو گیا پہلے حل قرار پانے کے بعد اس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پہلے گوشت کا ٹکڑا بنا اور اس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اس کے اعضاء میں بنو ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دینے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہو کر اسی حیوان کے مثل ہو گیا جس کے بدن کے اعضاء سارے تھیں ہوتے تھے اور اس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حس ہے حلو کی پکی پہلے تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ - باصرہ - شامہ - ذائقہ - اور لامہ رکھنے والا حیوان بن گیا اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اسے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لئے جس قدر اور اک کی ضرورت ہوتی ہے اسے اس قدر اس میں قوت اور اک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اس قدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اس کی بدولت عاقل - عالم - حکیم اور مدق بن جاتا ہے ہر شے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہترین چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعظمت پیدا کرنے والا بڑا باہرکت ہے جو اس مخلوق کو مٹی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب الخلق مخلوق باوجودیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ منافع غذا اور تولد میں مشارکت کرتی ہے لیکن اس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اس میں اور اک اور حواس ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑے ہر جو شے اس کے لئے باعث امتیاز واقع ہوتی ہے اس کی عقلی قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کر سکتا ہے پہلے اس کی مختلف اجناس - انواع - اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے - جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے - چنانچہ اس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جیہں سے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے -

ت
جہات
نظر
ہیں ان کی بیان

اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ہلا مد خوردین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظری نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نقایع رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اس پانی میں دریافت ہوئے تھے جیہں کہ سبز گھاس بھگی رہتی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باوجودیکہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی ان میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں - وہ اجناس - انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں - ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ان کی بعض قسموں میں

عقائد عامی عربی لفظ نقاء کی جانب منسوب ہے جس کے معنی حسنا ہے ۱۲

فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے نئے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر پکتے اور
 روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اوٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جلگتے ہی جلتے
 ہیں کیسے وقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ آنکھ حالت سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا
 ہی نہیں ہوئے تھے اس وقت ساکن ہوں تو ہوں۔ اور علماء علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے
 کہ ان چھوٹے چھوٹے کیرٹوں میں سے سولہ کروڑ کیرٹوں کا وزن بھی ایک دانہ لکیموں کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور
 روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے ان سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے چھوٹے کیرٹے صرف ایک
 قطرہ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے دیکھا ہے کہ ذرا سی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے ان میں
 سے ایک ایک کیرٹے کے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کیرٹوں میں قسم قسم کے اعضاء بکثرت پائے جاتے ہیں انہیں
 اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے انہیں اتنا میسر ہوتا ہے کہ نافع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رساں سے
 بھاگیں اور اس قدر ہوشیاری ان میں پائی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں
 اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں ہی ایک قطرہ پانی میں تیرا کرتے ہیں جیسا کہ ہم
 پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول
 کے اعتبار سے ان میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جنہیں سے ایک کیرٹا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے
 حجم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی
 زندگی کے قایم رکھنے کے لئے کافی اعضاء موجود ہوتے ہیں پس وہ ذی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی بابرکت ہے۔
 اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح پر ان کی عمروں میں
 اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اس کے
 لئے اسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں بتلا سکتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں
 کی عمر سینگ والے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح حشرات و جانوروں سے زیادہ مدت تک
 زندہ رہتے ہیں۔ پانی۔ اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدے۔ کرگس۔ طوطے
 اور کتے ملتے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے
 جو دو سو برس تک۔ کچھ اودھو سو برس تک۔ ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور
 آبی مینڈک ان جانوروں سے جو اُسکے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک
 کی چھیالیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اس میں ضعیفی کی کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ گھوڑا غالباً بیس سال
 تک زندہ رہتا ہے اور اس تک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہو۔ بکری
 کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے
 ہر حیوان کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور ان کی عمر کی درازی اور کوتاہی انکے سکس اور طریقہ گزاران پر یا جسم کے کٹے اور چھوٹے

مردوں کی عمر کے
 ماضی اور قیادہ
 کی نشانی

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے کہ کوئی شخص یا جانور جو ان میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ ان کا پیدا کرنے والا ہی ٹھہر سکتا ہے جس نے انکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے انکی تخصیص کر دی۔ وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں پہر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور اسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اسکے دونوں بازو قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیروں ہوتے ہیں اور بعض کے اس سے بھی زیادہ کئی کئی دلیوں تک فوجت پہنچ جاتی ہے جیسے کہ کھنکھوڑا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل ان چھلکوں کے ذریعہ سے جو اس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے منہ سے۔ بعض چرچ سے۔ بعض ناک سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک سدا راوہ لگا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ لمبی وغیرہ کو ہواسے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تمام خلقت بھی ہو جاتا ہے اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے اور اسکے اندر اس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے بعض کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی نسی ہواسے محفوظ رکھ کر شکم میں نہ پہنچے حل قرار ہی نہیں پاسکتا کیونکہ ہواسے لگنے سے انہیں خرابی آ جاتی ہے بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈالتی ہے اسکے بعد نر اپنی نسی کو اس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ انکی نسی پانی یا ہواسے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دیا یا دودھ پستانوں سے دودھ پلاتے ہیں جس کو کون کا پیدا کرنے والا اس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بہراتے ہیں جیسے کہ کوئٹر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور ان کی غذا انکو تھلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اسوقت ہوا کرتا ہے جبکہ بچہ ابتدا کے پیدائش میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کجوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اسکے لئے اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہو گا اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کر لیتی ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جبکہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور کچھ۔ بعض اپنے بچوں کے رعب کیفیت کا لکھو لٹکھاتا ہیں خواہ درختوں میں کہو در باغی یا کسی اور طور پر بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے لادے پہرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور مرگیا میں ہوتا ہے جو

جو چیٹوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض لپٹے بچوں کو ایک تہیلی میں لئے پہرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاں ہوتی ہے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکلتے ہیں اور سونے کے وقت پہراوسی میں رکھ لیتے ہیں وہ اسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جفتی کہا نے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض کی جفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دم سے دم ملا کر جفتی کہاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملا کر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ اندھے دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر نر اپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں کا حال ہے۔ بعض کے اندوں کے نفوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کہ چکور اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پروں کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے اندے سفید یا کسی اور رنگ کے ہوتے ہیں جنکو بکریوں کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پہرہ اندے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض پٹریں جھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے۔ بعض حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پروں سے ڈھکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب اوس کے اڑنے کے لئے بھی موزوں ہوتے ہیں۔ آئیے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پروں کو دیکھیں چونکہ پروں کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اڑنے میں اُنکے بدن کے اٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے اُنکے دبیز پر پوئے بنائے گئے ہیں تاکہ اڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پوئے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ ایسا مضبوط اور لوچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدات کے متحمل ہو سکتے ہیں اور آسانی سے ٹھٹھے نہیں اور ان میں سے پہچلے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادہ سے بہرے ہوتے ہیں جن کا اٹھانا کوئی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجیب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھ کر عقل اوسکے بنانے والے کی حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ بریں ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے بھی اڑنے کی قوت غایت ہوتی ہے۔ اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازو تہلی جھتی کے بنے ہوتے ہیں جسے کہ وہ اڑا کرتا ہے۔ تمام پرندوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ اُسکے بجائے پوئے کے تہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازوؤں پر تہیلیاں بھی لگی ہوتی ہیں اس جانور کا نام چمگاڑ ہے جس میں کہ وہ وہ پلانے ملے جانوروں کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور سنی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے انہیں کی

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُنسے فرق اسماء میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتا ہے۔ وہ قنا نہایت ہمارا اور بے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے اسیکی پابندی کرنا پڑتی اور وہ اُسکی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ چچا ہوتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا ہے حیوانات میں سے کسی کا بدن اُسے چھپا ہوتا ہے کسی کا بالوں سے۔ کسی کا رُوں سے۔ کسی کا ڈھی سے جیسے کہ کچھوا۔ کسی کا چہلکوں سے اور کسی کی کہاں پر کچھ نہیں تا صاف نظر آتی ہے۔ بہر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لئے ہوئے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیچھے جیسے کہ ڈرافٹ۔ بعض کی شکل اُسکے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کسی کی تو گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو مصفور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی اکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض کڑیوں میں پانی جاتی ہیں۔ بعض کے دم ہوتی ہے بعض کے چھتی۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ بہر حیوانات میں سے بعض کے سم ہوتے ہیں۔ بعض کے کھر۔ بعض کے خف۔ جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوپر ٹہری دیکھی جاتی ہے تاکہ بناتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پرورش کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لئے بہت تھوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا لینے نباتات کے چبانے کے لائق ہوتے ہیں۔ بہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجئے خصوصاً اُن میں اور جس ترتیب سے گدہ رکھے گئے ہیں اور سکودیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت منہ میں سامنے کھڑے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جگے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُسکے پاس ہی کڈا کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُنسے ملی ہوئی دائرہ میں واقع ہوتی ہیں جو کہ نظر سے عذر زائد بضم اول و تشدید ثانی و فاد نذر بعضے بیخ اول حیوانیت کہ شتر گاؤں پلنگ نام دارد چہ گردش بگردن شتر ماند و شمش بہ گاؤں و نگش بہ پلنگ و دوش پدم بہ و دند الش بدندان خرد ہر دو دست دراز و ہر دو پائے

پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پینے کا بخوبی کام نکل سکے پس اب دیکھئے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی دار ہیں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاسٹے واسے دانت پیچھے کو تو غذا کے کھانے میں کسی وقت پڑتی اور منہ بھی عجیب بصورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بڑا ذی حکمت اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اُس میں ذرا بھی نقص نہیں پہر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالئے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ سنبلے۔ دانت۔ سینک۔ سوڈ۔ ڈنگ۔ زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار ہوا جیسے کہ خطر بان میں دیکھی جاتی ہے پائے گئے ہیں۔ پہر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو سمجھنے والے کو عجیب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک مادہ نکالتے ہیں اور اس کو مال کے مثل بنا کر کبھی وغیرہ کے پہاڑ کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح ہر اُس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے کہ مکڑی۔ بعض باویں گڑھا کھود کر اس کے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب اُن کے شکار کے اقسام میں سے کوئی جانور اُس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اُس میں کوئی ایسی چیز گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اس کو عجیب طرح کی حرکات سے گڑھے سے باہر نکالتے ہیں اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اُس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض کبھی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کر لے ہیں مچھٹ لیتے ہیں جیسے کہ بائیل بعض اپنی غذا انک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کھودتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ کھاتے ہیں۔ بعض میدانوں میں پکر لگائے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے سکھ کے دیر کھڑے رہتے ہیں اور اسی سخت بدبو اور ہوائ نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اُسے کھا لیتے ہیں جیسے کہ ظربان کا گوہ کے ساتھ حال ہے پہر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھانے اور جمع کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اُنچھاتے ہیں بعض پتوں پر بعض گوشت کھاتے ہیں بعض کھیر کو کھاتے ہیں بعض کھانے کی غذا اُنچھاتی نہیں ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی مزہ اب گندی اور نا پاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سورج کی اپنی غذا کو بونہیں نکل جاتے ہیں۔ بعض چباتے ہیں۔ بعض اپنی خوراک کو جمع کر کے نہیں رکھتے بعض جاڑوں کے لئے اپنی غذا اگر میوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پہر جمع بھی عجیب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہ شہد کی کبھی اور چونٹی کا حال ہے چونٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اُس کی ذخیرہ کردہ اشیاء کو زمین کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اسے آفتاب کی روشنی میں نکال لاتی ہے یہاں تک کہ اس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے وہ دانہ میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث سے جم کر وہ آگ نہ آئے اور بعض بعض دانوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اسے

اتنا اور رک حاصل ہے کہ ایک آدھ سوراخ انہیں اُگنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ دھننے کا حال ہے۔ پس وہ پیدا کر لے والا بڑا ہی بے مثل ہے جسے یہ امر کہ کچھ طور پر تہا دیا۔ پہراونکے رنگوں کے اختلاف نظر کو مہرے ہی چھٹے معلوم ہوتے ہیں اور اُنہیں عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سفید سرخ۔ لردو۔ نیلگوں۔ سیاہ۔ اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکھتے جانتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایک نوع کو دیکھتے ہیں کہ اُسکے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقوش رکھنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں جیسے کوا چکوز اور صفور کی ایک مختلف قسم تو دوسری نوع کو کیا دیکھتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اُسکے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا اور مرغی۔ بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر انتظام کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کیونکہ تر اور بلی میں دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو رہی جاتی ہے۔

چنانچہ اے اہل سائنس میں نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے نقوش ہونے کی وجہ یوں بیان کر دی ہے کہ وہ گزشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا اور شاخوں میں سے گزر کر آفتاب کی شعاعیں اُس پر پڑا کرتی تھیں اسلئے اُسکی جلد پر اس طرح کے نقوش بن گئے مجھے امید ہے کہ یہ محفل صاحب اسکی بھی کوئی وجہ بیان کر سکیں گے کہ طاؤس کے پردوں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرخی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بن گئیں۔ اور اسکی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر فرد کے نقوش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں۔ جسکی نظیر اسی نوع کے اکثر افراد کی دیکھ بہال سے ہی مشکل سے ملے گی۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے نقوش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالیٰ نے اسی سبب سے اوس میں یہ رنگ پیدا کر دیا ہو جیسے کہ اوس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر سببیت کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہلے اُنکے لئے داہری تباہی و جہیں تراشی جائیں بلکہ ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پھر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پھر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اُسکی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر کرتا ہے۔ اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جسکے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں۔ بعض اسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جھم کر رہ جاتی ہے ہٹنے کا نام نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس۔ زرافہ۔ اور بعض بعض مرغ۔ اور پرچ پوچھئے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر سے

وہ کچھ عجائبات ہیں جو انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر سے

وہ بھی حیران رہ جاتی ہے۔ ہوش جدا آڑھ جاتے ہیں۔ دل قابو میں نہیں رہتے۔ بڑے بڑے عقلدار کی عقلیں جواب دہی دیتی ہیں۔ بڑے بڑے زبردست اور حکومت والوں کی شان و شوکت بھی کام نہیں آتی۔ انہی ہی سینوں کا عجب ایسا قبضہ کر ہی لیتا ہے کہ ہر تہلکے کی خبر بھی اس کا نام و نشان کہیں پایا جاتا ہے؟ قسم آسکے حق کی جس نے آنکھوں کو ایسا جامہ پہرایا اور پیشانی کو گیسوؤں سے زینت بخشی۔ ہرگز نہیں اب ان لوگوں کی عقلوں کو آفریں کہتے جو ان اور بند روؤں کو ایک ہی اصل سے بتلاتے ہیں۔

اور بعض حیوان تو ایسے ہوتے ہیں جنکو دیکھ کر بدن کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کا سب جاتے ہیں جیسے کہ ہڈی۔ اڑدہا۔ جنگلی سور وغیرہ۔ بعض کو مادہ کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے بعض کو نہیں۔ بعض اپنی غذا تیار کر تلاش کر لیتے ہیں۔ بعض گڑوہ گڑوہ ملکر جستجو کیا کرتے ہیں۔ بعض کا مجمع ہونا، جمہوری انتظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض کا اجتماع کی حالت میں شامانہ انتظام ہوا کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ پھرے پھرے مقرر ہوتے ہیں۔ کچھ راہبر اور جستجو کرنے والے۔ پانی اور گھاس کی تلاش میں آگے آگے جاتے ہیں حیوان کے اخلاق اور عادات میں بھی عجیب اختلاف پایا جاتا ہے اس بارہ میں تو متحد و یکتا ہیں بھی تا یقین ہوتی نہیں چنانچہ کوئی تو بڑا دلیر ہوتا ہے۔ کوئی بودا۔ بعض انسان سے جلدافوس ہو جاتے ہیں بعضوں کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں۔ اسی طرح ان میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے اختلاف ہوا کرتا ہے بعض کو اگر غذائے ملے تو اسکو بھی برداشت کر سکتے ہیں بعض ایسے نہیں ہوتے بعض خارجی صدمات کا پورا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بعض اس کے تحمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ان کے حرام مخزین ذرا سی سوئی بھی چھو دی جائے تو وہ فوراً مر جائیں۔ اور زندگی رخصت ہو جائے جیسا کہ انسان کی نسبت کہا جاتا ہے اور کسی کی یہ حالت کہ اگر اس کے تین تین ٹکڑے بھی کر دیے جائیں۔ سر الگ۔ دھڑ الگ۔ دم الگ۔ اور پھر چند در تک اسے یونہی چھوڑ دیا جائے تو آپ پوچھیں گے کہ سر میں دھڑ اور دم کھل آئی ہے۔ دھڑ میں سر اور دم الگ آئے ہیں اور دم میں سر اور دھڑ دونوں کے دونوں لگ گئے ہیں اور ان میں ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بن گیا ہے اور سب سے پہلے سر میں باقی چیزیں لگ کر پورا جانور بن گیا کرتا ہے۔ اس قسم کا چھوٹے چھوٹے جانوروں میں ایک جانور ہوتا ہے جس کا نام ہیڈرا ہے۔

پس یہ سارے اختلافات اس بات کی کھلی کھلی دلیل ہیں کہ اس حیوانی دنیا کے بنانے والے پر کوئی قدرتی قانون حکومت نہیں چلا سکتا اور نہ کوئی ضرورت اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنی ایجاد میں کسی ایک طریقہ کا پابند ہو جائے بلکہ وہ نہایت ہی وسیع القدرت اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا اور پوری تدبیر اور منتظم ہے وہ اگر ایک نوع کو کسی کیفیت پر پیدا کرتا ہے جو اس کی زندگی اور نظام حیات کے قایم رکھنے کے لئے کافی ہو اور اس سے اس کی صورت کی پوری زمینت ہو گئی ہو تو وہ دوسری نوع کو ایسی کیفیت پر بناتا ہے جو پہلی کیفیت کے بالکل مخالف ہو اور پھر وہ اس کی زندگی کے قایم رکھنے اور اس کے مکمل بنانے کے لئے دوسری ہی کافی ہوتی ہے۔

جانور کا کھانا کھانے کا
بھی نہیں میں نے کبھی نہیں
دیکھا تھا کہ جانور
خود بخود کھانا کھائے
میں نے کبھی نہیں
دیکھا تھا کہ جانور
خود بخود کھانا کھائے

اور مقصود اُس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چونکا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا خالق مختار ہے جسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور نہ اُس کے کامل علم سے کوئی پوشیدہ ہے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ تمام اُن بیجا باتوں سے جنہیں جاہل لوگ بکا کرتے ہیں۔ بالکل پاک اور تبرا ہے۔

پھر حیوان کی جو چیزیں ہیں اُس کی عجیب و غریب ترکیب۔ اُس کے ظاہری اور باطنی حواس اور اعضاء کی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُس کے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پیراں کا بے شمار فوائد و مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جسے عقل کو ایک جرت سی ہو جاتی ہے۔ افہام پیراں و پیراں رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا تدبیری حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرنا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان ایں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے جن کا کام یہ ہے کہ اعضاء حیوانات کی حقیقت۔ اُن کی ساخت۔ اُن کے افعال۔ اور اُن کے فوائد و اغراض سے بحث کریں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ مضبوطی اور استحکام کے اعلیٰ درجوں پر پہنچے ہوئے ہیں جس میں قطع پر کہ وہ موجود ہیں اُس کے اعتبار سے وہ سراسر عجیب اور کھلے کھلے فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علیٰ وجہ ضرورت بن گئے ہوں۔ بلکہ وہ اس امر کی شہادت ہے کہ جس نے حیوانات کو وہ حواس دے دیے ہیں اُسے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکھ کے ایک جوف پیٹھے میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جا کر لگتا ہے تاکہ جو چیزیں دیکھی جائیں اُن کی صورت وہاں تک پہنچا دے اور پھر نفس اُن کا ادراک کرے۔ پھر آنکھ کو دیکھنے وہ اس بات کا آلہ ہے جس میں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مترسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں انہیں نہایت ندرت اور شکل سے واقع ہو سکتی ہیں کسی چیز کے صاف طور پر دیکھنے کے لئے جانے کا فیصلہ خود اسی سے ہوتا ہے وہ اُس ٹی کے جوت میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقہ چشم کہتے ہیں۔ اُس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین رطوبتیں شامل ہیں لیکن رباط۔ درید اور شہریابی کی رگیں جھلی اور پھٹنے جن کی اُسکو ضرورت ہے وہ لے لے کے علاوہ ہیں۔

اب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلبہ ہے وہ ایک لچک دار مضبوط اور دہندہ لاپردہ ہے جس کے آر پار

تو اس کی ساخت و باطنی حواس اور اعضاء کی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُن کے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پیراں کا بے شمار فوائد و مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جسے عقل کو ایک جرت سی ہو جاتی ہے۔ افہام پیراں و پیراں رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا تدبیری حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرنا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

تو اس کی ساخت و باطنی حواس اور اعضاء کی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُن کے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پیراں کا بے شمار فوائد و مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جسے عقل کو ایک جرت سی ہو جاتی ہے۔ افہام پیراں و پیراں رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا تدبیری حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرنا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اُسکے اوپر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طبعوں اور ساری رطوبتوں پر اسلئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ مخلوط رہیں اُن کی اصل اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اُسکے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے صلب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گہری کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اترتا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گہری کا شیشہ پتیل کی چوڑی میں اترتا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرینہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام شبیمہ ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا غل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے۔ صلبہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے۔ تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے۔ اسکی ساخت آنکھ کے اُس پتے کے پہلے جلنے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکلا آنکھ کے پچھلے حصہ سے آئیں داخل ہو جاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجئے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیدہ کہتے ہیں وہ پہلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرینہ کے اوپر ایک گڑھے میں بہری ہوئی ہوتی ہے اور اُس گڑھے کو اوپر اوپر سے ایک پردہ پر گڑھے سے ہوتا ہے جس کے بیچ میں ایک سورخ پایا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قرنیہ ہے اوس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ یا لالی ہے یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سورخ کو عربی میں بوریو کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک ہچک دار چکنا اور سور کی طرح دونوں طرف سے صلب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قرنیہ کے اوپر رکھا رہتا ہے تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور سردار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے اوپر جمہد رخی جگہ بچتی ہے۔ اوسکو بہر تا ہوا شبکیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر جس چیز کو جس سے دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ اُن چیزوں پر چھینیں کہ ہم دیکھتے ہیں کرتی ہے۔ اور او نے منعکس ہو کر آنکھوں کے اندر پہنچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے۔ اور پھر انہیں مرسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آئینہ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضائے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پہیل کے رجحانیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور گہرے جسم پر گرتی ہے تو اُس سے منعکس ہوتی ہے اور اُس کی صورت مقابل کی شے پر مرسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کر وہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کر کے مقابل کے جسم تک پہنچتی ہے تو صورت کو اس پر غیر واضح طور پر مرسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعلاں جس قدر دراز ہوتی جاتی ہیں اوس قدر وہ پہیلی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑھتی جاتی ہے اسلئے مقابل کے جلا کر وہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ فوری خطوط اسی وقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی سور کی شکل کے شفاف جسم سے گزریں یعنی سور کی طرح اسکی دونوں جانب صلب اور

اُبھری ہوئی ہوں یا ایک جانب محذب اور دوسرا برابر ہوا ایک جانب محذب اور دوسرا مقعر ہو۔ پھر ایسی شکلوں میں گزرنے کیونکہ
سے جو ان خطوط میں اجتماع آجاتا ہے وہ زیادہ تر وسط میں پایا جاتا ہے۔ ان اشکال کے کناروں پر اس درجہ کا اجتماع
موجود نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ وسط کناروں سے زیادہ دبیز بھی ہو۔

اسی طرح یہ فوری خطوط اسوقت بھی مجتمع ہو جاتے ہیں جبکہ وہ کسی لطیف جسم میں سے گزرنے کے بعد کسی کیف
اور شفاف جسم پر سے گزریں اور یہ بات اسوقت نہیں پائی جاتی جبکہ پہلے وہ کسی کیف جسم سے گزر کر پہرے اس
جسم سے گزر جائیں کہ جسمیں پہلے سے کثیف رکھ کثافت پائی جاتی ہو کیونکہ اسوقت یہ فوری خطوط پہلے لگتے
ہیں اور باہم ان میں دوری آجاتی ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ سیاہ رنگ کے علاوہ جتنے رنگ ہیں سب سے فوری
ہوتا ہے ہاں سیاہ رنگ سے منعکس نہیں ہوتا ہے..... کیونکہ وہ ہلکپی جاتا ہے اور جذب
کر لیتا ہے اسلئے اس سے انعکاس نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ جسم جو سیاہ یا اس کے قریب قریب کوئی رنگ رکھتا ہو اس کے
اگر پارہ فوری نہیں جاسکتا ہے لیکن یہ سارے رنگ فوری ہو سکتے اور اس کو ہلکا کر دیتے ہیں جنہیں سے سیاہ رنگ فوری
کے جذب کر سنے اور جس لینے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر فوری خطوط کے مجتمع ہونے کے بعد واضح طور
پر اسوقت صورت مرتسم ہو سکتی ہے جبکہ وہ جسم جس پر صورت مرتسم ہوتی ہے اس جسم سے جس سے کہ فوری
ہو رہا ہے یا جس کے اندر سے وہ نفوذ کر رہا ہے ایک خاص دوری بدلتی ہو۔

جب یہ جگہ امور قرار پا چکے اور آپ کو روشنی کے قوانین مذکورہ سے واقفیت حاصل کر لی تو اب آئے ہم دیکھنے کی
کیفیت کی تشریح بیان کریں پس ہم کہتے ہیں کہ جب روشنی ان چیزوں پر پڑتی ہے جو کہ نظر آتی ہیں تو اسے منعکس
ہوتی ہے اور اس کے خطوط آنکھوں میں جا کر طبقہ شبکیہ پر ان کی صورتوں کو مرتسم کر دیتے ہیں اور وہ ان کو
اساس کر کے دلخ مت پہنچا دیتا ہے لیکن شے مرئی سے منعکس ہونے کی وجہ سے فوری خطوط مستقیم ہوتے
ہیں پس اگر بغیر اجتماع کے اسی طرح پر شبکیہ تک پہنچتے تو ضرور وہاں پہنچنے کے وقت منتشر اور پہیلی ہو
ہوئے اور واضح طور پر اس کی صورت کو مرتسم نہ کر سکتے اسلئے خداوندی حکمت نے یہ انتظام کر رکھا ہے
کہ فوری آنکھوں میں داخل ہونے وقت سب سے پہلے قرینہ سے ملتا ہے اور اس سے نفوذ کر کے آگے جاتا ہے
اور چونکہ اس کا بیرونی رخ محذب اور اندرونی مقعر ہوتا ہے اسلئے فوری خطوط میں کثیف و اجتماع حاصل ہو جاتا ہے
اسکے بعد وہ فوری طوبت مائیں سے نفوذ کرتا ہے اس میں بھی چونکہ کثافت پائی جاتی ہے اسلئے اس میں سے نفوذ
کرتے وقت بھی فوری خطوط میں زیادہ اجتماع آجاتا ہے اور وہ باہم لجا لے ہیں تاکہ صورت مرتسم کرنے کی
ان میں قابلیت آجائے لیکن جبکہ طبقہ شبکیہ جس پر صورت مرتسم ہوا کرتی ہے مقعر ہوتا ہے پس
سارے خطوط جو رطوبت مائیں سے گزرے ہیں اگر اسی قدر اجتماع اس کے ساتھ شبکیہ تک پہنچتے
تو ضرور تھا کہ وہ اس کے وسط اور دونوں جانب صورت کو مرتسم کرتے پس اسوقت وہ پہیلی ہوئی اور منتشر ہوتی
خصوصاً اس حالت میں جبکہ فوری بکثرت ہوتا اور اپنی کثرت کی وجہ سے نگاہیں چکا چود ڈالتی اسلئے با حکمت خدا نے پاک

نور کی تابانی
کی کیفیت

لے اس بات کا انتظام کیا اور طوبت مائیت کے پیچھے پردہ قرعہ کو رکھ دیا جس کے وسط میں حلقہ کے مثل ایک سورج پایا جاتا ہے جس کی عربی اصطلاح میں بوبو کہتے ہیں اور اس کے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات کے سبب سے جتنے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کروا ہے تاکہ دیکھنے والا اس فرد میں سے جو کہ طوبت مائیت سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ جب نور کم ہو تو اسے وسیع کر لے اور پہلا لے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہو سکے اور جب نور بکثرت پایا جائے تو وہ اسے تنگ کر لے تاکہ صورت پر آگندہ نہ ہونے پائے پہر اطراف قرعہ کا رنگ کبھی سیاہ ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ مائل بسرخ یا اس کے علاوہ ہر حال وہ ایسا ہوا کرتا ہے جو نور کے نافذ ہونے کو روکے اور اس کو جذب کر کے خفیف بنائے تاکہ وہ نوری خطوط جو بوبو کے گرد اطراف قرعہ پر واقع ہوں وہ نفوذ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہنچ جائیں گے تو صورت پر نشان ہو جائیگی جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں پہر یہ خطوط طوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محجب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی وجہ سے ہی ان میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اس کے اطراف سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اور ذی حکمت اور خیر خدا نے اس بلوریہ کو ہی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع بنایا ہے تاکہ اس کے تحت بیضہ ابھار کو بڑا کر لے سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ کرتے ہیں اسکا تحت بقدر بڑھتا جاتا ہے۔ اور بقدر ان نوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی کہ اس کے تحت میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی لگے اجتماع میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے والے کو حسب ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی انہیں نصرف کر لیتا ہے کبھی اس کے تحت کو بڑا لیتا ہے کبھی کم کر لیتا ہے اس کے بعد خطوط کو بڑا جا جیہ میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ان میں اتنا زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے خارج طور پر مرسم کرنے کے لئے کافی ودانی ہے اور اس طوبت کی دہازت کی مقدار اس مسافت کے لئے جنہیں کہ نور قرعہ میں داخل ہونے اور اس سے اور اس کے بعد والی طوبت وغیرہ سے لے کر شبکیہ تک پہنچنے کے وقت تک ہوتا ہے بالکل کافی ہوتی ہے۔ پہر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہنچتے ہیں اور اس پر صورت کو مرسم کرتے ہیں تو بیاہٹ اسکی شفافیت کے انہیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کر کے صلیبہ پر جا کر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اس سے منعکس ہو کر کہیں ان شعاعوں سے متصادم نہ ہو جائیں جو کہ باہر سے آ رہی ہیں اور اس طرح پر صورت پر آگندہ ہو جائے خدا نے حکم دیا جسکی قدرت بہت بڑی ہے صلیبہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کر لے اور انہیں شکس نہ ہونے دے۔ پہر ان وسائل و وسائل کا متعدد ہونا جنہوں نے کہ اپنے کثیف ہونے اپنی شکل کے

محب ہونے شبکیہ اور اس جسم کے درمیان کی مسافت معین کرنے جس میں سے کہ نور نفوذ کرتا ہے۔ اور شعاعوں کے گذرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کرنے پر اور نیز محب کے زیادہ اور کم کرنے پر ارادہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے ایسے درجہ پر پہنچا دیا جو کہ صورت کے وضع طور پر مرسم کرنے کے لئے بالکل کافی ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ بذریعہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اس کے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ موجب کسی محب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فن طبعیات میں مشہور ہیں مخل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں۔

پس وہ صورت جس کو کہ نور محب جسم کے اندر سے نفوذ کر کے بچا جاتا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے جس کو خطا رونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اور آکات بصری کے صنایع پہلے جسم کے ساتھ ایک شفاف اور محب جسم کو ملا کر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف منحل کرتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پر وہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہنچا دیتا ہے اور خطا رونی اٹھ جاتی ہے۔ پس ان بعض لوگوں کے قول کی بنا پر رسوبات میں کہ وسائل و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز اکتفا نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیں مجملہ باری تعالیٰ کی اور محبتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطا رونی اٹھ جائے پس جب نور مثلاً قرینہ سے نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں منحل ہو گیا تو بانی اور وسائل یعنی رطوبت مائیدہ۔ بلوریدہ۔ اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرینہ کے خلاف اس کو اس کے ہی رنگ کی طرف منحل کر دیتے ہیں اس طرح یہ کہ وہ پہر صلی رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اٹھ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ حکمت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ حکما رسوبات کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائل مذکورہ یعنی قرینہ مائیدہ۔ بلوریدہ۔ اور زجاجیہ کے حاصل ہونے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اس وقت تک پہنچیں جبکہ ان میں تقاطع ہو چکے اور جو شے کہ نظر آتی ہے اس کے اوپر کی جانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارہ پر واقع ہوں..... اور جو شعاعیں اس کے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اس وقت جو شے نظر آئیگی اس کی صورت انٹی ہوگی۔ لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے بچکرائے ہیں کہ باوجودیکہ شبکیہ میں صورت الٹی مرسم ہوتی ہے لیکن پہر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اسکی صورت سیدھی ہی معلوم ہوتی ہے اور حتمی وہ ہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں ان سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدھی ہی دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ حتمی چیزیں نظر آتی ہیں اس لئے ہونے نہیں سب کی سب کیساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر انہوں نے

نور
شبکیہ میں خطا رونی
جو کہ اس طرح ہے

نور
جو کہ اس طرح ہے
نور
جو کہ اس طرح ہے

ہرگز نہیں۔ اس بات کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کر لیں اور میرا تو خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہو گا اور اسے کچھ بھی سمجھ ہو گی تو وہ آنکھ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کر لیگا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا مدبر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کر سکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اُسکے منکر جن بیہودہ باتوں کے قائل ہیں اُن سے بالکل متنفر اور متبر ہے۔ اور پھر ہم اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پر بھی اُسکے شبکیہ پر اتنی برقی زمین کی صورت سخت و نرم زمین۔ پہاڑوں۔ وادیوں۔ چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی جملہ اقسام کے ساتھ مرسم ہو جاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ٹھہرا جس کی طرف نوری موجیں چاروں طرف سے چلی آتی ہیں۔ اور گردوں کے گردوں ہی اُسکے پاس آکر ٹٹے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرسم ہوتی ہے ہماری عقلیں جکڑ جاتی ہیں اور خوبی یہ کہ باوجود اس کے حجم کے اس قدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور آئن تمام اشیا کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے جتنے کہ ذرا سی شے ہی اُس میں سے چھوٹے نہیں پائی اب اس موقع پر سمجھئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اُسکو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اُس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بر ہے اور جب ہم آنکھ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُنکے عظام و اعصاب کو دیکھیں کہ اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور ویدوں سے واقف ہوں جسے کہ اُس کی پرورش ہوتی ہے اور اس کے علاوہ رباطات اور رطوبات وغیرہ سے آگاہانہ حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑبڑ جاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھ کے باہر تک پہنچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے آنکھ کی حفاظت اور اُسکے کام کے باسانی انجام پانے کے لئے خود تیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی صناعی پر مبنی ہیں۔

بیان اسکا یہ ہے کہ آنکھ جبکہ لطیف شے ہی اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اُسکو صدمہ پہنچ جانے کا بہت اندیشہ تھا اسلئے اُسکے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جس پر سے کہ اُس میں صورت کے مرسم کرنے کے لئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھ دیا ہے اور اُسکا پہلا طبقہ جسے کہ صلبہ کہتے ہیں مع قرینہ کے بوجہ بنا دیا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا تھوڑا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ علاوہ بریں اُسکو پوٹوں ہی چھپا دیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے زمینت ہی حاصل ہو پھر پوٹوں کے کنارے پر اسنے مڑگاں کو آگادیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کی مقدار دیزین لوج دار اور کھربہ ہو جس سے بال ہوتے ہیں جنہیں سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی طرف

مڑگان اور اسی سے کیا فائدہ ہے

کو اور انکے رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اُس نوز میں سے جو کہ باہر سے آنکھ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ نوز میں زیادہ قوت ہی پائی جائے دونوں بہوں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا لکے مشابہ رنگ کی بغرض زمینت رکھی گئی ہیں اور نیز اسلئے کہ جو نوز باہر سے آنکھ پر آکر پڑے انہیں سے کسی قدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جبکی بہوں اور مڑگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اُسکی آنکھ چونکہ سیاہ جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ذرا بند کر کے دیکھتا ہے۔ یہی بات کہ نوز کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سورخ قرنیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں کیا گیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چند ہی رہا کرتیں اور دیکھنے میں ہی بدناما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دبیز اور باوجود دوج دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجسام کا جو آنکھ پر گرس مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھ جب کوئی مٹی کا ریزہ گر تپے تو اکثر وہ مڑگا پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند رہتے ہیں اُس کو اندر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اپنی پلک سے اُسکو دور پہنکدیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں مائل رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے کہ جب پلکوں کا کہونا منظور ہو تو آسانی سے کہل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مڑگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور اُنسو کی ترسی سے جو چپٹ کر رہ جاتے تو پہر اُنکے جدا ہونے میں بڑی وقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اس طرح ہر قایم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو اُنسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے اُنکے جدا کرتے میں اور بھی زیادہ وقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح ہر ہونے سے وہ نوز کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک اونکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظر آتیں اُنکی صورتوں میں پراگندگی واقع ہو جاتی۔ پس اُن دونوں کا اس طرح ہر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب اُن میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے لکے سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر ہی کیا جائے تو مڑگان سے زمینت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اِن کسی کو ذوق سلیم ہی نصیب نہ تو بات ہی دوسری ہے پہر جب آنکھ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ پوٹوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت آنکھ کو ہونے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مڑگان ہی اسکی دفع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ سے قرنیہ کی شفافیت میں فوری پرتا تھا اور جو غرض اُسکے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھ میں غبار کے جم جانے سے اُس کا ضرر بھی تصور تھا اسلئے خدا نے حکم دیا اُسکے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اُنسوؤں کی گلیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھ کے دُستیلے کے پاروں طرف پائی جاتی ہیں کسی قدر اُنسو نکلا کرے اور اُسکی وجہ سے آنکھ میں تروٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھینچنے اور بند ہونے کے اعتبار سے تو خدا نے

ایسا سر بیچ بنایا ہے کہ انکی سرعت ضرب المثل ہو رہی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ دیکھنے میں عجب واقع نہ ہو اور
پر انگہ نہ آئے پائے پس آنسو تو اس غبار کو جو تلی پر واقع ہوتا ہے وہ دیتا ہے اور پلکیں اپنی حرکت سے اسکو صاف
کرتی ہیں اور غبار آنسو کو فوج کر دیتی ہیں۔ پھر یہ آنسو جو کہ غبار سے لکڑیلا ہو گیا ہو۔ اس کا آنکھ سے کسی نہ کسی
طریقہ سے نکلنا بھی ضروری ہے پس اگر وہ پلکوں کے باہر نکلے گا لوں پر بہا کر تا تو چہرہ نہایت بد نما معلوم ہوتا
اور گویا کہ چہرہ پر دو گندے نالے ہر وقت بہا کرتے اسلئے خدا نے ہیکم سے اسے گرد ہمیر آنسوؤں کے پتلی سے
دور کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اسنے اندر سے پلکوں کے کنارے اس شرب سے بنائے ہیں جسے
یہ آنسو اس کو چشمہ کی طرف جو ناک سے بلا ہوا ہے باسانی پہ سکیں پھر اسنے اس مقام پر فرا اور پرو کو سولخ بنایا
ہے جو کہ ناک کے اندر آ رہا رہا رہا ہے۔ اسکو قنات و معیہ یا آنسو کے بہنے کی نالی کہتے ہیں یہ آنسو اسکی
راہ سے ہو کر ناک کے اندر پہونچتے ہیں۔ اور اسکی رطوبت سے بلکہ وہاں جم جاتے ہیں پھر حیوانات اس کو ناک
چھینک کر یا کسی اور طریقہ سے نکال ڈالتے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں ان ساری تدابیر سے اگر قطع نظر ہی کی جائے تو فقط قنات و معیہ یعنی آنسو کے بہنے کی
نالی ایک ایسی چیز ہے جس کی نسبت میری عقل تو اس امر کو کسی طرح نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ اتفاقی طور پر یا علی
وجہ الضرورت جگئی ہو بہلا کوئی بتلائے تو یہی کہ کوئی ضرورت اسکو مشغفی ہو گئی تھی اس موقع پر بے ساختہ زبان
سے نکلتا ہے کہ وہ ذی حکمت اور پوری واقفیت رکھنے والا خدا نہایت منزہ ہے۔ جسکی قدرت کے یہ سارے
کارخانے نظر آتے ہیں۔

انکرم ان منافع کی طرف نظر ڈالیں جو حیوان کو آنکھ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اسکے ذریعہ سے اپنے
معاش کے طریقے دریافت کرتا ہے خوف ناک چیزوں سے نجات پاتا ہے خوش آئند چیزوں کو دیکھتا ہے اسکے
ذریعہ سے اس کو لاکھوں میل کی دوری کی چیزیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ قریب کی اور ایسے ہی اور فوائد
کو سمجھ لیجئے پس ان سب باتوں سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جسے آنکھ عنایت کی ہے اسنے بہت ہی بڑا
احسان کیا اور بہت کچھ بخش دیا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے سلوک سے پیش آیا وہ نہایت ہی
مقدس ذی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وجہ ان اوضاع اور ان قوانین قدرت
کے ساتھ نظر آنے کی کیفیت کے انتظام کو دیکھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں اور اسی بات کا انہیں یقین ہوتا ہے
کہ نظر اتنا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

ہاں یہ اوضاع اور یہ قوانین قدرت جن پر کہ دکھلائی دینا مشروط سمجھا جاتا ہے وہ صرف عادی شروط ہیں یعنی خدا
نے یہ اپنی عادت جاری کر رکھی ہے کہ ان شرطوں کے پائے جانے کے وقت وہ نظر کو پیدا کر دیتا ہے۔
جس کی وجہ سے چیزیں دکھلائی دینے لگتی ہیں۔ اور اگر وہ اسکو بغیر ان شرطوں کے پیدا کرنا چاہے تو بھی پیدا کر سکتا
ہے جیسا کہ وہ اسماء بہ بقادر ہے کہ باوجود ان ساری شرطوں کے پائے جانے اور موانع کے مریض ہو سکے

ن
قنات و معیہ کے
بہنے کی نالی
ن
ذی حکمت اور
پوری واقفیت
رکھنے والا
خدا نہایت
منزہ ہے
ن
اسکے ذریعہ
سے اپنے
معاش کے
طریقے
ن
ذی حکمت اور
پوری واقفیت
رکھنے والا
خدا نہایت
منزہ ہے
ن
اسکے ذریعہ
سے اپنے
معاش کے
طریقے

بھی اگر وہ اس کا پیدا کرنا نہ چاہے تو ہرگز اس کا وجود نہ ہو اور کوئی چیز بھی فطرۃً آئے اور اس امر کے پاس بہت سی
 قاطع اور یقینی دلیل موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدا
 عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے مقام پر پیشتر ہمارا بیان گذر چکا ہے
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر غیر خدا کے پاک کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کے ہرگز نہیں پایا
 جاسکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا ہی بخلاف آثار کے ہے تو اسکی یہی ہی حالت ہونا چاہیے۔ اور اے اہل سامعین اور اے
 مادہ کے قدیم ہائے والو ہمارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر ولالت کرتی ہے کہ یہ ساری
 شرطیں عادی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے
 محسوس ہونے کی حالت میں ہی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو ہمارے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچا
 ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے خلا سفروں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں
 میں سے ہی بعض بعض نے اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں ایک جوان عورت کو کوئی مرض
 ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوتے میں جاگنے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی۔ اٹھتی تھی اور باتیں
 کرتی رہتی تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہنچی کہ دن رات وہ انہیں ہتلا رہا کرتی تھی جسبےض
 کا اسکو دورہ ہوتا تھا تو انکی آنکھ عجب قسم کی ہوجاتی تھی کہ اس سے عجیب تر کہ یہی دیکھنے میں نہیں آئی اسوقت
 وہ بڑی شدید تاریکی میں نہایت ہی باریک حرفوں کو پڑھ لیتی تھی اور خوبی یہ کہ اسکی دونوں آنکھیں اس حالت
 میں بند رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض
 خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے
 احساس کے لئے جتنی شرطیں مقرر ہیں وہ سب عادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر ہم سننے
 سونگھنے چکھنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کے اعضاء سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر
 کریں اور ان عجیب و غریب تراکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے مکمل ہونے کے لئے
 کیے گئے ہیں بیان کریں اور انکے ذریعہ سے اور اک کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان
 حواس سے جو ان کو کیا منفی حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس ملے گئے ہیں جتنے کہ
 انکے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف
 طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مہنوعات میں کس کام مرتبہ بڑا ہوا ہے اور بلاتامل خلوص قلب سے ہم اس امر کی
 شہادت دینے لگیں کہ جس نے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت۔ نہایت وسیع علم اور علم اور
 کی حکمت والا ہے۔ انکی عطیات بکثرت ہیں اور انکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام کرامات
 سے بالکل ہٹا اور نترسا ہے۔ لیکن نیچے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے
 کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی۔ اور عجب نہیں کہ ناظرین انکھا جائیں۔ اور اصل مقصود ہاتھ سے جاتا رہے لئے

میں اپنے قلم کو روکتا ہوں منہ کے طور پر لے کچھ بیان کر رہی دیا ہے۔

اگر ہم ساخت انسانی اور اس کے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور ان میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور ان کے اور ان کے منافع کو جاننا کریں تو ہمیں یہ امر کہی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرورت کوئی ذی حکمت منتظم اور اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کروں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور انہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ ان چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا، گودے دار بڑی، پٹھے، دل، دو پیٹھے، جگر، طحال، دواگرہ، معدہ، ہتھیں، درید، شریانیں، اوتار، عضلے، خردو، کری، ہڈیاں، سخت ہڈیاں، جالی دار ہڈیاں، سائل ہشیاں جیسے کہ خون، صفراء، لعاب، معدہ، آنتوں اور پنکریاس گلی کے عرق مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال، تحریکات، اور وہ اعمال جو ان سے بدن میں مثل ہضم کرنے، پروش کرنے، سانس لینے اور شیا کو باہم جال کرنے کے انجام پاتے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہیں اور اعضا و توالد، ان کے افعال، ان کا استحکام اور توالد و تناسل اور ان نظام کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے، بچہ کے محفوظ رکھنے، اس کے نشوونما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بھری جاسکتی ہیں۔

اور وہ علماء و جوان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ان پر ان سب کی باریکیاں، اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیل قائم کرتے ہیں گھر خدا پر ایمان لائے اور اس کے وجود کو اس کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب شیا کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا نے پاک کے وجود پر سوائے اس کے کہ اس کی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور ان کی تفصیلی حالت پر اسے اطلاع ہوگی ان کا استحکام اور یہ امر کہ ان کے بنانے میں ضرورت اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اس کے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ ایسی شخص کے دل میں ایمان نہ پھاڑے ہی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمایا ہے اور آپ کو نظر آئے گا کہ ضلالت و گمراہی کی درست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اس پر

عہ پنکریاس معدہ سے متصل ایک گلی ہوتی ہے جس سے عرق باہم نکلتا ہے۔ ۱۲

نہ
جسمانی جن اعضا میں
جس کے لئے خالق نے ان کا
جہان جان اور خدا کی حکمت
کا مظہر ہے

نہ
علم کائنات کا منبع ہے
خدا کے قیود اس کے ذی قوت
وہی حکمت ہے جس پر کائنات
اور خدا خدایا سالک بنے
وہی مستحق ہے یہ ۱۲

اس کا ہرگز نہیں چل سکتا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ ان کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑایا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں ان کے عقائد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجود عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزاء اور وہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت قدرت وغیرہ اشیا کے حوالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو پھر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی نے شعور نا سمجھ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے انشا برا اسلامی رکن مہندم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہر؟ اب او نے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور ان کی کونسی حصلت کو نسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبیعات ہی پڑھ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو ان کے لمحہ نہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں؟ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اس کے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

اس اشکال کا جواب مجھے سنئے انشا اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی ہمایوں کو معذرت کر کے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلائے بے درمان کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ ان کی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آئندہ نسلوں میں جا کر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اس لئے بہتر ہے کہ اس با وقت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اس کے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنہیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کھربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں ان میں تو ذرا ہی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر جگے احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر ہے اس کے آثار ہی کو دیکھ کر ہست لال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور اس کے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کسی کسی اختیار سے اپنے قصداً اور ارادہ سے بنائی ہیں اور ان کے بنانے میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور

ف
ہو جو لوگ ان کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑایا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں ان کے عقائد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجود عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزاء اور وہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت قدرت وغیرہ اشیا کے حوالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو پھر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی نے شعور نا سمجھ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے انشا برا اسلامی رکن مہندم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہر؟ اب او نے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور ان کی کونسی حصلت کو نسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبیعات ہی پڑھ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو ان کے لمحہ نہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں؟ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اس کے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خدایہ بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ نوثر پر استدلال
 کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں اوقات و دشواری و دشواری ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم در مشکل سے
 جھینے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش ہے پھر سنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل بہ آثار کو دیکھتی ہے اور انکے
 اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اسے ہر ایک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب
 تک پہنچ کر رہ جاتی ہے اور اسکو نوثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پہلے ہی رفتار کو وہیں ختم کر دیتی ہے
 اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں ان میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر چھنے کہ ان علوم میں بحث
 کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوتی اور وہ بغیر اسکے کہ ہر ایک بینی سے کام لیتے اور بحث میں خود فکر کرتے ان آثار کے اسباب
 سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و تخیل متنبہ کرتا اور نوثر حقیقی اور
 واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچ کر
 رہ گئیں اور انہوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اسکی وجہ کے متعقد ہو کر
 رہ گئے اور چونکہ انکی نظریں ہر ایک بینی سے قاصر تھیں اسلئے انکی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اسبات میں غور
 نہیں کیا کہ کیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا
 نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسکی وجہ کو کہیں مادہ میں قائم موجود ہی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی صادر
 نہ ہو یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی ہی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا
 اس سبب سے کہ ہمیں پر وہ ٹھہر کر رہ گئے اور انہوں نے انکی عقلوں سے اس سے کہ کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس
 امر کا وہ اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ اور قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت
 ہی ہے اور خدا نے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہو گئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا اور
 اسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو انہیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا
 اختیار کیا جس سے وہ صرف اپنی من بہوتی کر لیتے ہیں پس کہی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبعی کے فعل سے ہوا کہہی کہتے ہیں قوانین
 قدرت کا فعل ہے اسی طرح اور مختلف عنوانات ہی میں غلامیہ یہ کہ وہ اپنی اس ناتمام تحقیقات کے برسر شرمندہ سے محقر
 پہر بعض کی یہاں تک نہایت پہنچی کہ انہیں علوم کی رنگ تینوں کیوجہ سے ان مدارس میں جنہیں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ
 کے ٹیچر ہو گئے اور انکے پاس انوجان ناواقف طالب علم ان علوم کے متحمل کرنے لگے جنہیں اسلام کے سچے اعتقاد کی اطلاع
 تک نہیں اور نہ انہوں نے کسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونیکا کیفیت کی نسبت
 مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے اسکی وجہ کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجود کے پیدا کرنے سے موجود
 ہوتی ہے اب ان علوم کے پڑھانے والوں کو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو انکے لوگوں
 میں تمام تحقیقات کیوجہ سے جھکر رہے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلائیں پس جب کہی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی
 یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کر نہیں اکی حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے
 اُسے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب خیز فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس
 ایسی ہی اور غریب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ ہم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب و غریب
 ہے اس میں سمجھ لو کہ جسے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا باحکمت اور قادر مطلق ہو گا؟ لیکن انہوں نے یہ تو
 کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہنچ کر گئے اور اس کی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا کئے اور برابر اسی طریقہ کا ان کے ساتھ برتاؤ
 کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت ان کے دلوں میں بخوبی جا گریں ہو اکی اور اسی قسم کے خیالات ان کی عقلوں میں بھی منقوش ہوئے
 ہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم ہی نہیں ہو پاتا کہ اس سے پہلے ہی ان کے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سب کا
 طبیعت مادہ کے ذرات اسبطہ کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی قائل ہے ہی نہیں اور ان کا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی
 خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جو وقت وہ مدرسہ کو چھوڑے ہیں تو ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی
 آباء و دین کو بھی یہ براؤ کہہ چکے ہیں اور اہل اسلام کو اُس نے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہو
 یہ لوگ دین سے وقف ہوں گے اُسے اسلام کو نفع پہنچا کر شریعت محمدیہ کی حمایت کریں گے ہم وطنوں کے کام اُن کے اُن کے کیا نتیجے
 کی ترویج بتلائیں گے لیکن حقیقت میں ان کی یہ ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں ان کی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہے اور ایسے
 لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے نقصان اٹھانا پڑتا ہے جبکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہیں لوگوں میں سب سے
 تعلیم یافتہ دینی بہائی ہیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ وہ بین بدلت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد ان کے اہل اسلام کے خلاف
 ہوتے ہیں ان کے طرز رفتار براؤ و غیرہ جہیں دیکھئے کسی میں اسلامی ہوتا ک نہیں باقی جاتی ان کے مقاصد اور ارادہ اسلامی
 شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں ان کی حالت دیکھ کر تو براچی و کھٹا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا مددوانا الیہ اجعون نکلتا ہے
 خدا ان کو ہدایت کرے۔ پس یہی خوالان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تذکرہ کریں خصوصاً ان لوگوں کو
 تو اس کا پرانا انتظام کرنا چاہئے جو حاکمین اسلام میں تھا صاحب حکومت اور ذی اختیار یہی ہیں ان کو یہ خیال کہنا چاہئے کہ ان کے لئے
 حق اللہ صریح ہے جس شخص کو خدا تعالیٰ کو عقیدہ اسلام موافق سمجھیں ہوں طبیعت میں ملت دی یا نہ ہو اسلامی تعلیمات کے صدقہ دل مقصد ہوں نہ نام کی
 معصیت پر مناسب علوم ہو بلکہ اس امر کو ظاہر کر دوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون فطرت کسی با اختیار کام
 کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اس کی مثال ریل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی
 ہے ہرگز کہ ان کی پٹری چھٹی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے
 لئے محض پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے جو اس کو ان کے لئے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون
 قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹری چھٹی ہو لے کو اختیار ہے کہ وہ ہر جا ہے اس کا رخ بدلے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ
 جسے کرے اپنے طرز عمل ایک طرح پر مقرر کر لیا تھا جس کو قانون قدرت کہتے ہیں وہ جیسا کہ کوئی دوسرا قانون مقرر کر دے پس جسے کہ ریل کے چلنے میں
 موثر آئیم یا ڈرائیور سمجھا جائے اور پٹری کو کوئی موثر نہیں کہتا اس طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہی اور قانون قدرت اس کا طرز عمل جو خدا کو اُسے
 اپنے اختیار سے مقرر کر رکھا ہے اس لئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں کہہ سکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت الہیہ ہے ۱۲

قانون قدرت کے لئے
 دیکھنا کہ یہاں پر
 سمجھ

مسلمان ہوں بلکہ یاد دہشتی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب اخلاق بھی اگر سہتہ ہوں اور حتی الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں
اس لئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار سے پہل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اس کی صورت
اس میں منقش ہو جاتی ہے اور نظر کرنے لگتی ہے اسی طرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے استاد کے
خیالات کا شاگردوں پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا اہم یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں
تک ہرگز داخل نہ کیے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تکسینی مدارس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر انہوں نے اپنے
اسلامی عقیدے پر پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں تاکہ ان کے بعد شہادت الایمنی سے انہیں تزلزل نہ گئے پائے اور لوگوں کی بے
سرو پایا میں اور رنگ میزبان انکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ کے انکی اصلاح ہو جائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے
عادی ہو جائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جوان دینی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے
زیادہ مناسب ہے یا نہ سے جانا رہیگا تو یہ امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علمائے رکھے جائیں
کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرورت کا مقابلہ کر سکیں ان مدارس میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر ان کے پورے
کے وقت تک یعنی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی سی دیر کیوں ہو لیکن ہو بلا ناغہ اور تنگ
اونکا مدارس میں قیام رہے اس زمانہ تک برابر علمائے ان کے عقائد آداب عبادات وغیرہ کے فکرائیں اور انکی اصلاح کرتے ہیں اور
جہاں کہیں دینی احکام نظر آ رہے ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں انہیں باہم تطبیق دین اور دینی امور کو عقلی دلائل سے ثابت
کر دکھائیں پس اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کی جائیگی جنہیں اول تو یہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لئے انتخاب کیے جائیں وہ اسلام کے
پابند ہوں اور عقائد اسلامی تعلیم کو صحیح سمجھیں اور دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کو اسلامی احکام کی عوامی عقائد اسلام کی صورت کافی ہو گئی کیسا نہ تیار کیا جائے تاکہ انکو
اور کاجوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کا نظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ ہی تعلیم جاری رکھی جائے تو یہ بہتر
تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے انکی دینی حضائل و آداب میں فتور نہ آنے لکے گا عبادات میں انہیں بے پرواہی
ظاہر نہ ہوگی بلکہ ان کے عقیدے اور نہایت ہی پختہ ہونے کے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں انکو خداوندی
مخصوصات ان کے حیرت انگیز افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب
صفت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راہ مشاہدہ کریں گے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ خداوندی
صفت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصلحت میں جو اپنے اپنی اعلیٰ وجہ کی پادار اور حکم حکمت سے کام لیا ہے کہیں غور کرو پس اس وقت
بلا تامل انکی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا نکلیں گی اور تسبیح اور تہنید میں مشغول ہو جائیں گے ہر طرح خداوندی عظمت کے لئے دلوں
میں روز افزوں ترقی کرنی ہوگی اور اسکی قدرت انکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اس قبل ہی انکے
قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائے گا کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور محدثین میں سر برآوردہ اور فاضل شمار کئے جائیں گے مستحق ہو جائیں گے
اس وقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک اور سلطنت
کے کام آویں اور جب تک کہ یہ تعلیم نہ ہوگی اس وقت تک ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص
میں شمار کئے جائیں گے انہیں اسلام یا مسلمانوں کو کچھ ہی نفع پہنچ سکتا ہو کیونکہ جب ان کے عقائد جو اسلام کا رکن عظم ہے وہی

درست نہیں کرتا اہل اسلام کو اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے جبہ خود ہی اسلامی تعلیم سے نا آشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو کچھ بیشیہ اسلام کے کیا نفع پہونچا سکتے ہیں۔ دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظر دل میں جو مسلمان کو ہرگز نقص نہیں ہو سکتی یا م اسلامی مقتضی کے بالکل خلاف ہے بغرض محال اگر اُن سے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کی جاوے تو دنیاوی ضرر کے مقابلہ میں پہونچا سکتی کسی کوئی قدر نہیں کیا سکتی علاوہ بربا اس امر میں انکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہونچا نہیں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر تو میں بھی برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جا کہ میرا مقصود افسوس کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی جو کہو جو کرتی ہے کہ اپنے بہائیوں کو زراستہ نہ کروں۔ آپ میں خدا کے پاک اس امر کی التجا کرنا ہے کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے۔ جہاں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور انکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

اہل سائنس اور ادب کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال ہیں تو ہم نظر نہ کر چکے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت۔ متذکرہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو ہم کو ایک بہت وسیع میدان نظر آئے گا جسکو دیکھ کر ہم پر حیرت چلائے کہ اور کچھ نہ ہو سیکے گا اور ہم اُسے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ اشتہار کی صورتیں انسان کی نزدیک کیوں نہ رکھو نظر رہتی ہیں بہت سے کیوں نہ یاد آجایا کرتی ہیں اُسکے صفہ فکر سے کس طرح پیچیدہ یا بالکل زائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا ہے کلی اور جزئی کے احکام کیوں نہ کر اُسکے ذہن میں قائم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کھاتے رہیں گے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ پیچھے گا اُنکی نسبت یہی دریافت ہو گا کہ علم اور حکما کی عقلیں اُسکو حل نہ کر سکیں اسکا راز کسی کی سمجھ پر سے طور سے نہ آیا یہ محاکسی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت نہ ہوا کہ جو کہ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہہ سکتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ ہی سکتا ہے پس انسانی معقولات ان حقایق کے مخفی رکھنے میں مجب نہیں کہ ان کے تھلے کو اٹھا کر ظاہر کرنا مقصود ہوتا کہ اپنے کو ان اشیاء کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز پا کر اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب فکر انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پوری طور سے دریافت نہ کر سکے تو وہ اُنکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیوں نہ قدرت رکھ سکتی ہے کہ جسے ان حقایق کو پیدا اور بجا کیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ انسان کہ جسے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملاوئے۔ افلاک۔ اور سیارات کو دریافت کیا جمادی بنائی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی ہے اپنی نفس اور اپنی اور ان قوتوں کی حقیقت کے دریافت کر لینے عاجز رہا اور تمام عقل پر تک کہ مرگم کو ایک اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قائم کی جس سے کہ دوسروں کے انکار کیا ہر حال قطع فیصلہ ان امور میں کسی میں بھی نہ ہو سکا اب اُس تہرا اور متنازع خدا کی قدرت کو دیکھئے کہ جس نے بتلائے کو تو انسان کو عقل نہ کیا وہ وہ چیزیں بتلائیں کہ جسے وہ بالکل واقف تھا لیکن پہر ہی اُسکو اُسکے نفس اور اسکی قوتوں کی حقیقت پر آگاہی نہیں بخشی اسی موقع پر پہونچ کر تو انسان کا مطلق بالکل بند ہو گیا اور پھر کیوں جسے ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا اسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

تو حیات عقل قوت
بدن میں اپنی کیا جگہ
ہو رہی ہے تو عقل
جو بدن میں اپنی عقل
کی حقیقت پہونچے
ماہر جیسا کہ ارسطو

پیش آئے مگر وہ قدیم زمانے والو اور کچھ سے انسانی بہاؤ کیا ہے جس میں تمام کائنات کے حادثات ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کر نوالے کے وجہ سے
 ہونے پر تھے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو کچھ اسکے بعد بھی آپ بارہ کے قدیم ہونے پر ہرگز کرینگے اور یہی کچھ جائیں گے کہ بارہ ورت
 بسطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خالص عالم کا جسے کہ اپنی خود پرور روشن کے شکل کی کبلی بلیس قائم کر دی ہیں انکا
 ہی کہتے ہیں گے ہیں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختلف ہونے سے غرض نہیں اور آپ تمام شیا کو انصاف کی نگاہ
 دیکھیں میں بمقتضائے انسانی بہمدردی کے آپ لوگوں کو اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکر میں سے آزادانہ طور پر غور کرنا
 اور سوچیں اور ان منالطہ کمزراتوں اور وہابی بنیادی شہدوں کو جاننا کہ کیا اسکی وجہ سے خدا خواست آپ کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے
 کیونکہ زندگی کی مدت بہت سی تھوڑی ہے چند روز میں گزر جائیگی اور کچھ عرصے بعد اللہ علیہ وسلم کے ہر دستہ میں اسکے صحیح ہونے کی
 صورت میں آپ کو اس زندگی کے ختم ہونے کے سخت ہولناک چیزوں سے سنا پڑے گا اسوقت پیشانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر
 ہمیشہ افسوس کرنا پڑے گا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی غلط طریقہ کہ جس کا
 مرقع ہونا اور مشکل ہے کیوں نہ ہو چھ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل انسان ہی ہو اور اسکے وجود میں آجائیکہ امید ہی پائی جاتی ہو
 پہلا پہلے پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا یہی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی مثال اسکے ساتھ
 ان دونوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں جن میں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشست گاہیں
 پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور کنگڑوں سے اس قدر بھر پور کر دیتے ہیں اور پورے گھر میں بہت انتہا اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں
 اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش پچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت برتن اسکے چاروں طرف
 قرینہ سے رکھے ہوں مختلف گہروں متعدد مقیاس البحر است اور مقیاس البحر اسکے درمیان سے اٹکی دیواروں کی مزینا بینگی ہوتی ہیں
 بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں
 نظر آتی ہوں گرد گرد اسی جہن ہندی لگی ہو جیہیں درخون کا صنف باز صکر ایسا وہ ہونا لگا ہوں کہ بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو
 قسم قسم کے پھولوں کی کیا ریاں حلقہ حلقہ سے بنائی گئی ہوں انکی نبروں اور جدولوں میں پائی شوخی سے رہا ہو۔ انکی مستحکم
 بنی ہوئی خوبئیں لیا لب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان میا ہوں کہ جو انہیں دیکھے ہی کہنے کے خلاف چیز
 فلاں حکمت پر مبنی ہے۔ اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور تدبیر تھا جس نے کہ جو چیز بنانی ایک قرینہ سے
 بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویزی اسکے لئے وہی مناسب تھا اب ایسے مقام پر پہنچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
 یہ کہنے لگا کہ ساری عسائی خود بخود تو ہونے نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صنایع سے اسکو بنایا اور انکی تمام شیا کو مستحکم کیا ہے صاف
 آہیں تو ذرا ہی شک نہیں کہ اس کلنا بنیوالا ان ساری صنایعوں پر خوب ہی قادر تھا اور اسکے تالیف و تزیین کے طریقوں سے
 بھی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب تو اس نے انتہا درجہ کی حکمت کے سوا اسکو اس قدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی پر کہ اسکے تمام ہی
 لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی اور سائش میں غفل نہ
 ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے مگر اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تکے سالی رہی
 کہ ہم انکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا ہی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور انہیں علم قدرت پر ہم

ان سائنس کو سائنس
 بنانا اور ان کے قیاس کا
 بنانا بنانیوالی ضروری ہے

ان سائنس کو سائنس
 بنانا اور ان کے قیاس کا
 بنانا بنانیوالی ضروری ہے

حکمت وغیرہ ایسے صاف جی کہ اس کو ٹہی کے بنائیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے
 کے وجود کا اور اسکے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اسکو پہنے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی
 اثر نہ ہو مگر وہ ہم کو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے ہی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کو ٹہی کے بنانیوالے کے اثر کا ٹہی
 ہی کو ٹہی اور جو صنایع اس میں پائی جاتی ہیں دیکھ لینا اسکے بنانیوالے اور اسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے
 کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہو جاتی ہے ہر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کو ٹہی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض
 ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں لی لیکن ان میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی اگرچہ اسکو دریافت نہیں ہو سکا
 کیونکہ جن اشیا کی حکمت میری سمجھ میں آئی ہیں اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہے کہ اسکا بنانا
 والا بڑا حکمت والا ہے تو اسنے بلا کسی حکمت کے اسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھ سے کہنے لگا کہ اسکے
 بنانیوالے کا تو نے جو اعتقاد کر لیا ہے تو اسکو اپنی آنکھ سے اس کو ٹہی کو بننے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اسکے وجود
 کا ہرگز اعتقاد نہ کروں گا اور نہ ان صفات ہی کو مانوں گا جیسا کہ تو نے اس کو ٹہی کو دیکھا اسکی نسبت اعتقاد کر لیا ہے لیکن
 ہاں اس کو ٹہی کے اس عجیب کام کیساتھ موجود ہو سیکے ہے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ حکم
 وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اسکی نظر ایک پہاڑ پر پڑی جو اس کو ٹہی کے پاس ہی ایسا وہ تھا اور اسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ
 جاری تھا جسکا پانی اس کو ٹہی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اس شے کو دریافت کیا جس سے
 کہ یہ کو ٹہی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی اشیا کہ ہمیں پائی جاتی ہیں ان سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی
 جڑ سے اس قطعہ زمین کی جانب جہیں یہ کو ٹہی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گزرا
 جسے کہ یہ ہوا ٹہی پتھر کو کھپاٹے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں
 اور بارش کا پانی ہمیشہ انہیں کچھ تصرف کرتا رہا کہ یہی اسکی شکل کچھ ہو گئی اور یہی کچھ اس طرح کہی وہ سب چیزیں جمع ہو گئیں اور کچھ
 پر لگندہ۔ اور انکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی کو ٹہی یہ تبدیلی برائے نظامی کے ساتھ
 ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھ یہاں تک کہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد اس کو ٹہی کی باقاعدہ صورت بن گئی
 کہ کمرے نسبت گاہیں۔ دروازے بن گئے۔ برآمدے۔ سوختہ۔ جوئیں اور نہریں سب کچھ پائی جاتی ہیں ٹہی کے ٹہیے اور پتھر بارش کے
 پانی سے جو ٹہی گیلی ہوئی تھی اسکی خاصیت کی وجہ سے جم گئے ہیں اس طرح برائے مستحکم اور مضبوط کو ٹہی مع تمام صنایعوں کے تیار ہو گئی
 اور انہرول کا جاری ہونا اسکی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ پانی پھر اس قدر کے صحن میں مختلف
 طریقوں سے جاری ہوا کہ یہی برائے نظامی کے ساتھ اور کبھی باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اسکی ٹہی گلی تھی ہوا اور بارش کا ٹہیے راستہ میں
 اثر ہوتا رہا شدہ۔ شدہ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور جوئیں بن گئیں اور انہیں پانی اس موجود
 انتظام کے ساتھ پہنچنے لگا اب اسے برتن۔ فرش۔ گھر۔ ٹوں۔ اور مختلف قسم کے مقاسوں کو بھیجے۔ انکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ
 جو کبھی اس پہاڑ پر آتا ہے اس میں اترا تو قافلہ والو کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا انکو مختلف طرح پر اور ہر گز منتقل کرتی رہی کہ
 کوئی چیز نہ برباد ہو گئی کبھی کوئی شے کمرہ کے اندر چلی آئی کبھی باہر گئی خلاصہ یہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے بعد یہاں تک

نوبت پہونچی کہ فرشتہ قاعدہ پچھلے کو برتن قطاروں میں اس پرستہ ہو کر گم ہواں اور مختلف قسم کے مقیاس پوار پر اوڑھناں ہو کر گویا تھیں ان درختوں
اور پہونکیوں کی ہوتی جو یہاں کی سیر گاہوں میں باقاعدہ لگو ہوئیں ان کے چہرے میں اس طرح یہاں تک پہونچ کر اور اس میں پہونچ کر گئے اور وہ کچھ
سے اوپر اُڑ کر منتقل ہوئے جو باقاعدہ طور پر راستہ ہو گئے تھے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر کرنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے
کبھی کوئی چیز دہر ہوئی کبھی اور کبھی انکی صورت مناسب وضع پر ہوئی کبھی ان کے خلاف اس طرح مختلف صورتیں بدلا لیں یہاں تک کہ ان اسباب سے
موجودہ ساخت پر پہونچا دیا اور جب وہ کوئی آتش کا کام اور باقاعدگی کے اس مرتبہ کو پہونچ گئی تو اب ان میں ہوا اور بارش کا تقاضا کر نیکی پوری قوت گئی انکی سے
ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس پہونچنے پر واقع ہو کر گئی تھیں اب نہیں ہوتیں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ پہونچنے کی شکلوں میں اس قدر تنوع کام نہیں آیا تھا جتنا کہ
موجودہ اور زمین پر کیا اس کو بڑی کامیاب سازگار و سامان کا کہیں اسباب مذکورہ کی وجہ سے موجود اور مرتب ہو چکا ہے مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں
اگرچہ کچھ عقل چور نہ علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام اپنے مقصد کو راہ دہ کرتے ہیں لیکن انکی حرکات اور تصرفات کا بیشتر رقع ہونا اور ان میں فرق کا لگنا پایا
جایا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ اس کو بڑی اور کس سازگار و سامان کو حالت موجودہ پر پہونچا دیا اور اس میں اس قدر تنوع کام لیا اور زمین پر کمال بات کی دلیل
کہ یہ کوئی کسی نے اپنے مقصد کے تین نالی اور نہ کسی حکمت کی ان میں عاید کی گئی یہ کہ ان میں بعض ایسی چیزیں ہیں جنکی اتنی میں جن میں ارادہ و حکمت کا نام و نشان ہی
نہیں معلوم ہوتا ہے بل سائنس اور وہ قدیم دانے والوں نے دونوں شخصوں میں ہیر و ان محمد صلی علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ
کہتے ہیں کہ جس نے یہ تمام کائنات ایجاد کی جو وہ خدا ارادہ فی تدبیر علم اور حکمت رکھنے والا ہے اگرچہ یہاں تک انکی رسائی نہیں ہے کہ خدا کو وہ اپنی انکسار سے
دیکھ لیتے لیکن انکو مصنوعہ کا کوئی کمزور نہیں ان کے وجود اور کثافت پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں انکی کسی مصنوعہ کی حکمت انکی سمجھ میں نہیں آتی اسکی دلیل
اس امر کو تسلیم کیا کہ ہمیں ہی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہم پر پوشیدہ ہے جو کہ کوئی نہ تسلیم کرنے وہ ہمکی باقی مصنوعہ میں نہایت حکمتیں شامہ دہ کر رہی ہوتی اور
دوسرے شخص کی مثال لے کر کوئی ہی جو اس بات کے قابل دیکھ ماہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اس طرح بنایا جو کہ نہ حرکت اجزا اور نہ کبھی طرح کی
صورتیں ہوتی ہی تھی کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہونچ گئی اور انتخاب طبعی کے قانون کو موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہونچی جس پر کہ اسکو فراموش کرے اور یہی قانون کائنات
کے نظام کا قیاس ہے اور یہی نہایت عمدہ شیا کو بنانی و کشا جو اس عالم میں حکمت اور قصہ کے پائے جانے پر آپ کا استدلال ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی ہوتی جانی
ہیں جن میں حکمت اور قصہ کا نام و نشان ہی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں کہوں حکمتوں کو اس امر کی کئی کئی شہادتیں دیکھیں کہ اس کائنات کا بننا و
برپا ہونا ہی حکمت سے غافل ہو کر تو کہہ کر ان دونوں شخصوں میں کون اس امر کا مستحق نہیں کہ اسکی عقل سلیمہ و حکمت میں اس میں اور انسانی فصاحت
اور عقلانی خواہشات سے آزاد و عقلمندانہ تسلیم کریں بل عقل و رایسا اندر میر کہ حق کو واضح ہو جائے بعد ہی انکو ساتھ روگردانی کو کام لیا جائے اور اس
کے ظاہر ہو جائے کہ کبھی اپنی ہمت کچھ کچھ کے شرم و اہم سکی ہدایت کا خدایا مالک جو ہے چاہے وہ ہدایت کرے۔
اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اس کے تمام صفات کمال کیساتھ متعجب ہو کر تمام خاص و منفرد چیزوں اور اس امر پر کہ وہ ماوراء و جوع کائنات کا پیدا کرنا والا
ہی خدا ہے آپ لوگوں کی کوئی دلیل قائم کر چکا جس سے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ انکی عقل کو تسکین ہو جائیگی اور وہ دلائل آپ لوگوں کے لئے راہ ہدایت میں چلنے
کا باعث ہو جائیگی تو اس کے بعد مجھے آپ لوگوں سے کچھ عرض کرنا ہے کہ میں آپ لوگوں کی کتابوں میں چند شے دیکھتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں کو علم ہی دیا
سودھ نہ کریں تو وہ آپ کی ان میں ضرور خدہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور انکا نتیجہ نہایت بد ہو سکتا ہے ان اگر آپ لوگ بہ تمام کیساتھ حق تسلیم ہو جائے
طالب ہو جائیں ان دلائل کو جس پر آپ لوگوں کے قائم کی ہیں یہ دونوں میں جگہ دیں اس خدا کی عظمت کو پیش نظر کر لیں طریق معرفت میں اپنے بچہ کا اعتراف
کریں اور تسلیم کریں کہ خدا پاک اور اس کے تمام اعمال کے احاطہ کر نیسے ضرور ہم لوگ تاحریر و توبہ پر سارے شے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا اعتقاد کر لینا

ذات خلد از دی ۱۶۰
 عالم کو رسکا عدم محض
 پیدا کر دیا اور اوس کی
 مخلوقات میں رسکا
 عالم میں باغ و بو
 میں نباتات کے نعل
 سائنس کے ہر وزارت
 اور مصلحت کے ہر

کہ خلاصہ جو اگر کسی نے ساری کتابت کو پڑھ لیا تو آپ کو کون باطل آسان ہو جائے اور کون ہی وقت پر موعود اب آن نہ ہوں میں جو آپ کو کنگی (یعنی اہل سائنس کی)
 کتابت میں کوئی نہایت ہی مشہور شہر ہو گا و اگر کتابوں اور انشاء و مذاہبات کے رد و ثبات کو دیکھ کر وہ باطل ہی سمجھیں پس سنیوں پہلا شبہ آپ کو کہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقل و فہم
 نہیں آتی کہ کوئی شے جو موجود ہو لیکن وہ جسم ہو نہ جسم ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی عقل منقول ہو جس میں سنیوں کے انکو مفصل اور کھینچتے ہیں کہ جس
 جسم کے تھیں اس کا عقل تو ہی اس کا مادہ لیکن اس کے ساتھ متصل نہ ہو پس آپ کا مقصود عقل و پاک کی وراثت ہو جو سراشبہ آپ کو کہتے ہیں کہ یہ بات ہم
 سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے علم متصل ہو جو اس کے لئے پہلے نہ ہو اور یہ موجود ہو جائے اور اس کا مطلب یہ کہ مادہ کا عدم جو ہیں جہاں ہماری عقل نہیں
 سمجھ سکتی تیسرا شبہ آپ کو کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصداً اور حکمت کی رعایت ہوئی تو ہر شے میں قصداً اور حکمت کو پوری طور پر نہ ہونا ضروری
 تھا حالانکہ عالم الہی شایاں ہی ہم دیکھتے ہیں کہ قصداً اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہیں بلکہ قصداً اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے علی وجہ الضرورت ہی کمال
 انطباق ہو گا یعنی تمام شہاد میں جب قصداً اور حکمت کے آثار ہماری سمجھ میں نہیں آئے تو میں ہی کہنا چاہو کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں اس
 کہ کتابوں کے سابق کی تمام بحثیں آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو خدا و عالم اور کسی تمام صفات پر ہی کائنات استدلال کرتے ہیں
 اور اس کو کہ کائنات کھاتہ جو پھر دلیل قیام و حیات اور اس کا خوب وجود یا انا محال ہے اور یہ کائنات غفلت عجیب صنعت سے کام اور مضبوطی اختیار کیے مشہور ہیں
 ہر گز ایسی چیز کا اس سب پر حاوی ہو جائے اور سب کا حلقہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں ہے اس سب کا کل عاجز ہی پس اس وقت یہ کائنات اپنے پیکار و نیوا کی صفات اور خود اس کی
 عظمت پر ہی حکمت نہایت ہی عالی طور پر کہ جس کا ہر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار و مکتوبات ہی ہر سب کی ہر نہایت چھیڑے کے لئے نہ کرتی ہے اور اس کا
 عقل کو اپنے ہاتھ سے کڑا کر کی عظمت کو خود کی عظمت استلال کیا کرتی ہے اور بقدر کہ آثار عظیم ہوا کرتے ہیں اس بقدر کو خود کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ
 ہر ایک گدہ شدہ کو سنی اور زہر و زہر کے آثار کی عظمت ہی کیجئے استلال کیا کرتے ہیں۔

پہر اگر آپ کی علمی تحقیقات میں اور بریں کے پکڑے ہوئے ہوگی ہیں ان شیار کے ان کا مقابلہ کریں جو ایک معلوم نہیں جسکے میں اور جہیز کہ اب تک پردہ پر آسوتا تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں کی حکومت بہت ہی کم ہر تھی کہ جو نسبت ایک شہر کو سمجھ کر سچا پتہ ایک نہ کو گشتیان کہ کیا ہمارے ہوتی ہو وہ ہی شکل و شکل سنگی اور ایسا دعویٰ ہو کہ حکما آپ ہرگز انکار نہیں کرسکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تشریح علم فرائضی اور علم جہیز احضار حیات وغیرہ کے افعال اور حکم سے بحث ہوتی علم تانوی علم جہیز علم طبقات الارض علم فلکیہ علم کائنات اور جو اسکے علاوہ اور علوم میں جس میں آپ کو کوئی مہیا ہے جسے چونکہ کسی کی ہر ہی ضخیم علمیں کی جلد آپ کو گولڈن ٹائفل کر ڈالیں اور ان کے بیان میں آپ بڑی طاقت کا کام لیا اور ان سب علوم کو سمجھنے انکی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا نہ ہو کہ جس میں آپ کو کوئی تہی ہو نہ پائیں کہ فلاں امر کی حقیقت ہے یا معلوم ہے یا اس کی حقیقت کافی طور پر بیان کرتے تک علماء کی رائی نہ ہوگی یہیں نہیں ہے اور فلاں کیا فلاں شے کے بارے میں کہی قطعی راقائم نہ ہوگی فلاں شے داخل جہیز تھی رہا فلاں شے کا نام کی اطلاع ہی ہوتی علاوہ اسکا طریق اور عبارتیں لکھا کر کہہ رہی ہیں کہ کائنات میں بہت بڑی چیزیں ہیں جن کی حقیقت نامواقفیت کے آپ کو خود خاں ہیں اور آپ کو تو ہمیشہ ہی ای کو شش میں سرگرم رہتے ہیں کہ کسبہ بیچ شیار عالم کی حقیقت کو دریافت کریں چاہئے تو علمی مجالس میں بارشیا کائنات کی نسبت باطنی اپنی اسے ظاہر کرتے ہیں اور بہتر دیکھائی دے گی علمی ہی جو انہوں نے اپنا ہنر نہ کر کے خدائے متعال کی نسبت تمام کی تہی نہ ہو جائیگا کہ تو اور کیا باطنی ظاہر ہے جس کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو ان کے یہ تہی نہ دیکھتے ہیں اس امر کو اب انھیں نہ کہ اپنی مثال میں جو کہ کواکی شکاری نہیں اگر شاید آپ کو کہ اس امر انکار کریں اور کثرت اشیا سے اسے نادھنی اور ان کے قات کام نہ رہی سے افراز کریں میں آپ سے کہہ گا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ امد کی حقیقت سمجھ کر آپ اسے نہ سمجھتے اور جہیز میں ان کے نام واقفیت میں ایک فلسفی نمایاں کی حقیقت کی نسبت اپنی خاص راقائم میں ہی مالا مال دہی آپ کو کہیں نہ کہ کائنات کی اس سطح سمجھتے

[illegible][illegible][illegible]

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کرتا ہوں ہمیں بہت بڑی گنجائش ہے اگر میں اُن تمام شہداء کو جنہے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں لائے گا نظر ہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصب کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور تہہ کلمے کی بات تو یہی ہے کہ موجوداتِ عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناداقی اعلیٰ درجہ ہے اور بہت ہی بڑی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اُسکے آثار و احوال سے بالکل غافل باوجود عظیم اور خدایں شہداء کی نسبت اپنی ناداقی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر کہیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شہرہ بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوندِ عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اُس کی مصنوعات میں سے اونی اونی چیزوں کی حقیقت سے آپ ناداقف ہیں بقول شخصیکہ

تو کار زمین را بنمو ساختی	که با آسمان نیز پرداختی
---------------------------	-------------------------

اور وہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجے کہ ایک گہڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت کے دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا غرر ظاہر ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس گہڑی کو دیکھ کر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بٹا والا ہے اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گہڑی ہی کو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں کہ اُسکے بنانے والے کی کیسی شکل و صورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ و رازق ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا ڈبلا۔ بے سطر ادا چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گہڑی دیکھ کر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارتے ہوئے سنے گا یہی کہہ گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی سپہرہ باین کہتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو سہی کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اُسکا بنانا جانتا ہے اور اُسکے بنانے پر ہر گز قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے

اور اس کی شکل و صورت کسی سے محض گھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز مقتضائیں ہو سکتا کہ اس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ لوگ کے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ ترے سامنے موجود ہیں تو پھر انکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے مانتی اپنے نفس کو تکلیف دینا ہے۔ یہ امر نہایت عجیب اور سرسبز ہے الضامی پڑتی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارے گزیرے مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھ کر اس کے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اس بات کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے اس کی حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خاص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو ان کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جلتے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اس بات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جا سکتی کہ جو ان خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو۔ علیٰ ہذا قیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اسے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بھرت ایسے حقائق ہیں کہ جنکو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور کچھ بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لئے کہ ان کے وجود پر دلیل قاطعہ ہے ان کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کہ لینا کہ ایسی شے کا جو ان خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس بتیل سے ناشی اور اسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہو رہا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی مشاہدہ کیا ہے آپ قیاس کر کے یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے احدا کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ہر شے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ ہر اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اس دوسری شے پر جو کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اس وقت آپ لوگوں نے پوچھا جا سکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا ضروری لازم آتی ہے اور اس کے سامنے سے کونسا امر مانع ہے آپ لوگوں کا اس کی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالة کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح ان چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اس خدا کو قیاس کرنا کہ جبکی وجہ سے آپ نے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مخالفی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کیونکہ جو مع وجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت کیا ہے اور کوئی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اس خدا کے وجود کو مان لیں تو اس کا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے اس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس خدا کو جسم سے ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اس کا حکم دریافت کرنا قیاس بتیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منفرد نہیں تو ہم کہیں گے کہ انکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر ایسا ہی ہو گا تو اس میں مادہ کے خواص پسے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہرے گا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل مل جائے جسکے ذریعہ سے ہم اس خدا کی حقیقت تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اسکو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدا کے سبحانہ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقول کا ادراک اسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارا ادراک کی حیثیت سے یہی ہیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور با عظمت ہو اسکی رسائی ہونا ناممکن ہے اور انکی شریعت نے انکو سمجھا دیا ہے کہ اس خدا کی جانب سے انکو اتنی قدرت دی گئی ہے جہاں تک کہ انکے آثار قدرت سے پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت سے چکے ہیں اور ان کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور ان کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ نہ جنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قائم ہے۔ اور نہ ان کی نفی پر۔ اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات انکو بتلائے ہیں پس انہوں نے اس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے ان کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ انکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے انکے خلاف نہ خیال کر لیں اور ہر قابل نہرت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسانی) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اس کے خلاف ہے)

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت رکھنے والا ہے اسی طرح اس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور ان عجائب و غرائب میں جو ہمیں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان عجائب میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور اب اس کو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اسکی مصنوعات میں سے بکثرت کشمیر کے سمجھنے اور ان کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت کہربانی کی بجائے منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہربانی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشتہار مذکورہ بعض بعض کی جانب کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر سمجھ کر کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپ نے سمجھا ہے

بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے پس تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوئے ہیں لیکن اس تغیر کا آغاز کر دینا اور اذہان کا اس کی حقیقت کو دریافت کر لینا پہر پہلے اور دوسرے انتقالات میں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز نہیں ہیں جب اُس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا مجرمانہ چوکا ہو تو پھر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہو سکتا ہے اگر آپ اسباب کو تصور نہ کر سکیں کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سنا اُس شے کے لئے نفسہ معدوم ہونے پر یوں نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کیوجہ سے موجود ہو جائے کیونکہ جتنی چیزیں ہم نے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہوگی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا ایسا وسط ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعیاً درست نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈال دیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو جہاں رہا یہ تو دیکھ لیجئے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

پہلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا نے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ نہ کہنا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیا میں بڑے فضل و کمال کی لگتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تخلیق کر لیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جہیں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی زبان دونوں بسیط امروں کے بنائے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اسے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدا کے قاصر کی ذات پاک پر اور اپنے اعمال کو اُس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ میں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو صواب تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو شے عناصر کی بنا پر تخلیق کرتے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عنصر سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو دیکھیں۔ آپ کو بات ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تخلیق یا ترکیب میں انہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور انہیں کو جاری کر دیا جن پر

میں یعنی ہر عنصر کی تخلیق کے لئے ذرات بسیط نکال دیتے مثلاً آئینہ کو تخلیق کر کے اُسکے ذرات بسیط نکال دیتے ۱۲

کہ آپ کا اطلاع حاصل ہوگئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بھجوا دینا وغیرہ
 یہاں تک کہ اس طرح پر غمخیں یا ترکیب حاصل ہوگئی۔ باقی رہی عناصر کے متینہ ہو جانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے
 جدا ہو جاتے ہیں یا ذراتِ مادہ کے خاص طور پر مل جانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوبہ حاصل ہوتی ہے واقعی بات
 تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں
 چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کر سکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات
 بسیطہ کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی
 ہیں ملا کر ترکیب دے لیں۔ اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجیب ظاہر ہو گیا جیسے کہ ادراک اور معرفت میں ظاہر ہو چکا
 پس اسے عقلمند کیا اس کے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ
 مار سترے رہو گے اور بھی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کر سکتے تو وہ خدا کے قادر بھی اس سے عاجز
 رہیگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجیب ظاہر ہو چکا پھر بھی آپ دہوکے میں پڑے
 ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار
 کرنا چاہئے جس پر کہ بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف
 پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ
 اس کی یہ ہے کہ اُنکے نزدیک خدائے عالم کے وجود پر اس کی قدرت کے عجیب و غریب اور با عظمت آثار کے مشاہدہ
 کرنے سے قطعی دلیل قائم ہو چکی۔ اور آپ نہ بحث و تدریق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں
 اُنکے قوائے ادراکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے ایسی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا اُنکے امکان سے باہر ہے اور اس سے
 وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود آٹھ رشتہ کی دلالت سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منقہ نہیں
 ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لے آنے کے منافی ٹہر سکتا ہے۔

پہرائے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر بات ثابت ہو گئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور کس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس اشعار اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے گئے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں حکمہ پروان محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کہ ناز کر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اُس کے لئے اجسام کے صفات
ای ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں
تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے ہمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سید ہے سادہ طور پر

یہاں غلط ہے کہ ان کا علم نہیں ہے کہ ان کا علم کے اعطاء سے ان (مضین) کا علم ہے ۲

یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دہند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان ہولے بہالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ سبب ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعہ سے ان ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو چکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اس کے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور متقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدائے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُسے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے اور اک سے کہ اُسے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جس کے نفس الامر ہی وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اُس شے کے وجود کے اعتقاد حازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس ان بعض لوگوں کا کیسا پھر خیال ہے جتنی بات کہ بیان کرنے میں انہوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق کرنے میں کیسی غلطی کھائی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب سے کامل نوع کو ایمان کہتے ہیں۔ ناواقفی بھی کیا بُری چیز ہے۔ خدا اس ناواقفی اور جہل کا مستیاس کرے۔

اور سنئے کہ پھر یہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعات خداوندی میں طرح طرح کے اسرار اور ایک سے ایک بڑے بڑے حکمتیں مشاہدہ کیں اور رازِ راز جو حکمتیں برسوں تک انہیں مخفی رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اس سے اُن کے نزدیک یہ بات اور بھی پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ خدائے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اُس کی حکمتوں کو ہرگز حاوی نہیں ہو سکتیں اس کے بعد کائنات میں سے جب انہوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ جسکی حکمت انکو ظاہر نہ ہوئی تو انہوں نے اُس کی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض عبث اور بلا کسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنے والا حکمت والا ہے اس دلیل سے کہ ہم نے اُس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کیں ہیں کہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا اور ان میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر مدتوں تک مخفی رہیں اور پھر اُس کے بعد ظاہر ہوئیں پس اس شے کی نسبت یہی جتنی کہ حکمت ہمارے نزدیک بھی ظاہر نہیں ہوتی ہے ہمیں یہی کہنا چاہیے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہ گئی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلا کسی حکمت کے پائی گئی اور سہارا ہے جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی نشانیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے چنانچہ ہم اُس کے صفات اسرار اور حکمتوں کی عظمت اُسکی خلق میں دیکھتے ہی ہیں۔ اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ اُس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اُسکی عظمت پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی اور اک کی اُس کے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اسے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امرِ صواب یہی ہے کہ آپ بھی اسی سربا پنا منصفانہ طریق پر جس پر کہ پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں اُس سے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپ کے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز ان کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے ہی حکمت سے خالی نہیں۔

اور ہمیں سے آپ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں گے اور سمجھ لیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھن ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوتی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی دلیل ٹھہرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنائے کہ وہ بے ہوش ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں ان پر قیاس کر کے ہم کو کبھی حکم لگانا چاہئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔ اور بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں ان کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علوقہ کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی بخاطر کہیں کہ انسانی عقلیں خدا کے لئے اسکے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور ان کا اور اک اسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں چوٹ کود ہو کا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

پس آئیے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر ان کیٹروں میں جو کہ بذریعہ مانی کراسکوب (میکرو سکوپ) کے ایک ذرہ سے قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی قطرہ کرتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجودیکہ ان کی اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے جتنی قدرادرک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں انکے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ چمکنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ خدا کیونکر حاصل کرتا ہے اسکے اعضا غذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں اور ان خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور اوراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہانی کلیں کن اصول پر مبنی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کیڑے انسان کی طرح بنا کر تلسے اسکی استعمار خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں اسی طرح اسکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فونوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اسنے آکھو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ کوسے اور باقی معدنیات کو اسنے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور گلوں کے ہر ہر پرزے میں کیا حکمت مد نظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بیروں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہوتے ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری گلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بیروں اور لوہے کے تاروں کے جو آپرنگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر اسکو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور اس کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے اسکی مصنوعات کی

نشان
ذاتی عقلیت
کے مقابلہ
انسان کا
خیال ہے
جسے خیال
ہے خود
پانی میں
نظر آئے
وہ کیونکر

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر لیں اور اس سے انہوں نے اسباب پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیرٹوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہو گا کہ میں اسے سے اور اک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اس کے اعمال کی عظمت اور اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں نہ کر کرنا بھی نامناسب ہے اس کی حقیقت کے اور اک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اس کے وجود اسکی قدرت اس کی حکمت کا یقین کر لوں اسلئے کہ میں نے اس کے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اس کے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز فکر اس کا تذکرہ نہ کر سکی اس کے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھ پر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اس کے اعمال کی کثرت حکمتوں سے اسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور ہمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی گئی ہے پس یہ کیسے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اس کے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب سہتوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مد نظر رکھی گئی ہوگی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اسے اصل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اس خدا کی عظمت اس کے اعمال کی عظمت اور اس کے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مائکروسکوپ کی کیرٹوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اس کے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاوے ہے اس کے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جو جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گردہ میں سے ایک گمراہ اور متدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدا نے تمہارے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اس کے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسباب کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکروسکوپ کی کیرٹے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدا کے پاک وہی ہے جسے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جافوں کا علم لا اطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی ملکوت چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ملکوت میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کھے لیکن اس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ نیلے حالانکہ اس میں ان مائکروسکوپ کی کیرٹوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اسے آگ میں ڈال دے

جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات لٹنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہے سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہو جائیں تو کیا اس موقع پر کسیکے دل میں یہ بات گزر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بچارے جو انات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں مناہت کر سکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز ان تمام جانداروں کی جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ خطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنے کا عادی ہو چسما کہ اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دے اور کوئی مناہت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دے کر نالا مال کر دیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں بیجا بطور وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض انکی مہربانی اور احسان ہے یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں نہ تھیں اور بجائے اسکے طرح کی مصیبتیں اپنےر مسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا اسکے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے مناہت کرنے کا کسیکو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اسکا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس اے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے واسی تباہی شیعہ سافط ہو گئے تو آپ کو چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے مناہت کریں آپ نے کبھی سمجھا کہ ہماری انسانی تخلیق اس امر سے بالکل قاصر ہیں جہاں اسکی اُسی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ کے نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ نے کبھی سمجھا کہ ہم نے خدا کے تمام اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی چیز اور ہم لوگوں کا جسکو تصور نہ کر سکتا اسکا مقضی نہیں ہے کہ ہم اسکا انکار کریں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات میں بکثرت حکمتیں ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو بھی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکتا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کریں اور اندھا دھند ضرورت کو مان لیں کہ اُسی سے سب چیزیں ہوجاتی ہیں۔ خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

اے اہل سائنس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُس کے تمام تنوعات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قائم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام ان صفات کے ساتھ جو حکمت ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور شیعہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور وہ گفتگو چارہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سداوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو و نما ہے یعنی پہلے

میں نے اس میں
دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے
تو وہ عالم کو عدم سے
کیونکر بناتا ہے
اس کا جواب دینا
ہوگا اور نہ اس سے
یہی لازم نہیں آتا
کہ ہم کو بھی حکمت
ہی نہ پائی جاتی ہو
کیونکہ ہمارا نہ
سمجھ سکتا حکمت
کے نہ ہونے کی
دلیل نہیں ہو
سکتا اور نہ اس
سے یہی لازم
آتا ہے کہ ہم
عالم میں حکمتوں
کے پائے جانے
سے ایک سرے سے
انکار کریں اور
اندھا دھند
ضرورت کو مان
لیں کہ اُسی سے
سب چیزیں
ہوجاتی ہیں۔

وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔

اور مشہور وہ ہے جس کا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے جسے کہ "قلب کو اس کے وارد ہونے کا
اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب قریب یقینی کے ہو اور اس کا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر
متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو گا جس کے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اس میں احتمال
ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنی کی طرف نہیں پھیرا جاسکتا اور اس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات
پر کہ وارد ہوئی ہے ان میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معنی کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم
متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہو گا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اس کی دلالت ہو لیکن نہیں
کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو قیسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اس طور پر بھی واقع ہوئی
ہے کہ قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کی مناقض ہے اس کا نام ہم ظاہر المعنی رکھے لیتے ہیں۔ پھر سننے کے شریعت
محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی متعین کی تصدیق کرنا ضروری
ہے اور اس کے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اس کے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنی اسلامی بن سے خارج ہونے
کو مستلزم ہے اس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ وہیں تاویل کا احتمال
ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کی مناقض ہے یہاں تک کہ اس کی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین
مشہور ہے تب بھی اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے
معنی کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اس کی تاویل کرنا اور اس کو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اسی
دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے
وارد ہونے اور اس کے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے معنی کی تکذیب کرنے کے
تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اس کی تاویل کرنا بھی جائز
نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اس کے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی جانب احتمالی طور پر پھیرنے
اور اس کی تاویل کرنا اس طرح پر کہ اس میں اور اس میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موانعت ہو جائے۔ اور اگر نص ظاہر
المعنی مشہور ہے تو اس کا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اس کے وارد ہونے سے انکار کرنے سے
یا اس کے معنی کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر
اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جس کے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اس کی تاویل ہی جائز
ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور ان میں سے بھی کسی کی تاویل کرنا اور اس کے ظاہری اور متبادر معنی سے کسی دوسرے
معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اس کے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہو جائے
اس وقت بیشک اس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اس کے متبادر معنی کے اعتقاد پر جسے رہنا اور اس امر کو جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دلالت
کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور مبادی کو گمراہی دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اس رسول کی جسے کہ یہ تمام انصوص شریعت میں

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اس رسول کے دھوسے رسالت میں صادق ہونے پر کس قدر لالہ ہو سکتے
پس جب یہ آل ہی ہندم ہو جائیگی تو فرج کا بھی لائحہ اندام ہو جائیگا۔ پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا عقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا
سہا اور یہ خلاف مقصود اس لئے ہر نص ظاہر المعنی کا ایک کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے منافی ہو رہی ہو یہی حکم ہے یعنی اس میں تاویل کی جائیگی
اور پیروان محمد علی الحدادیہ سلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی اکثر اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی
میں آیت لا یكلف الله نفساً الا و سہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور واقف میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر زوال القرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجد ما تعرب فیہ من جمہور یعنی یہاں
تک کہ جب (سکندر زوال القرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے ایک دلہن جیسے جمہور میں ڈوبنا پڑا۔
پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ ڈوبا کرتا ہے پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری
معنی کے خلاف اور ناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں ہی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اس کی تاویل
جائز نہ ہوتی اور اسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نہ لینے کے لئے ظاہری معنی سے اسباب پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے
چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اسباب پر قائم ہو چکی
ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں
محال ہے اور علاوہ اسکے اسباب پر بھی عقلی قطعی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس
نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اسکا اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اندہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے
لیکن مثالیوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ مطلب ہو کہ زوال القرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اس
مقام پر پہنچا تو اسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلہن جیسے چشمہ میں غروب ہوا ہے کیونکہ جو شخص کسی
بلاد کے سواہل پر آفتاب کی جانب نظر کرے گا تو اس کے خیال میں ہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جو ان بلاد کو گھیرے ہوئے
ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کیچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گری بھی بہت ہے اور یہ اس
جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں
یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقتہً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل
تفسیر رازی۔ جلالین۔ اور تفسیر کواش سے اخذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی البھنبلی نے کتاب عجائب الخلق و قات میں نقل کیا ہے
اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہہ دیا ہے کہ آفتاب حقیقتہً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹہرگانے بات ہے
اور امریقینی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی باتوں سے بالکل برسر ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے
کے اور کوئی صورت باقی نہیں ہے ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح ہر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور
فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے نیچے۔ یا فلاں داوی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا اسلئے کہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ
ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اسیکو

فصل فی اثبات خبر
مغرب جہا
تغیر فی زمین
کی تاویل کی جائیگی
کہ عقلی قطعی
دلیل اسباب پر
قائم ہو چکی ہے

پھر شریعت سے محمد پر میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرائط جنسے کہ وہ مستورات و مشہور کے درجہ کو پہنچ جاتیں اس کا اطلاق
پر نہیں پائی جاتیں اسلئے انکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد سے یہ بھی مستثنیٰ المعنی اور ظاہر المعنی کی
طرف تقسیم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں آپس پر دجواً اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے
حق میں فقط ظن کافی ہو سکتا ہے لیکن اسلامی مستقدمات کے بارے میں آپس پر استقلالاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے وارد
ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اس کے شریعت میں وارد ہونے یا اس کے معنی کا سنک کافر نہیں سمجھا جاتا۔
(چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتماد و اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عباد
کے بارے میں ان پر اعتماد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معارض نہ ہو اسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں
تاکہ کہیں اس طرح پر مستورات و مشہور کے انکار کرنے تک فہرست پر پہنچ جائے ہمارا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آجائے کہ ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جسے اُس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہو
انوار اللہ البتہ اسلامی عقائد میں بھی اُس پر اعتقاد کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر
اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصد دینی ہے اور گاہ بیان کرنا چاہئے جسے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کجاں ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُسکی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُسکے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جا جسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ یہ علوم کائنات (طبعیات وغیرہ) کے مباحث اور ان کا بتلانا جسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو فرضی یا سادہی اختیار میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

عہ البتہ ملائکہ شرعی پر انکار بوجہ ترک واجب کے موجب نصیحت ہو گا۔ ۱۲۔

[illegible]

کے معلومات ہیں جنکو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کہی تو اسے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کی جانب اول تو مقصود ویت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ ان کی تفصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کہی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو اس قدر ذکر کر دیا کرتی ہیں جتنے کہ اُن کے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ ان میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدائش کا اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع و اقسام کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اُن کے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدا کے وجود پر اُن کے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کبھی کسی مقتضایہ سے کہ جسکام جج اُن کے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو نصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش اور اسکے انواع و اقسام میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی نصوص ہیں جنہیں کہ پیدائش اور اُن کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وہ اسکی وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ اس قسم کی اشعار شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں بلکہ ان مباحث میں سے شریعت میں اس قدر ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا پس اُسے اُس کے سات آسمان بناوے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانے کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے) اب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی کسی دلیل کے ساتھ متسلک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چھ ایام کے برابر تھی کیونکہ اس وقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ وراق کی مباحث الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لمحہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قائم ہو چکے ہیں اور اُسے جو صرف چھ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا انہیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق ایسی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدائش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو پہونچا کر انہیں سکھائے کہ جلدی کرنے سے ٹھہر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ محالہم کہ جلدی کرنے سے بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

شرعی دلائل سے رو
مذکورہ بالا کائنات
اور زمین کے علمائے
اس کی پیدائش بیان
کئے ہیں اور کسی قدر
اعتقاد کافی ہے

گنجائش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے) اور پھر وہ ان محمد علیہ وسلم کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اس کے قائل ہو جائیں گے لیکن اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اس سے ستاروں اور زمین کو اسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت چکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدائش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض اُن کے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر ان میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ وہ قوانین قدرت جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی پیدائش کے لئے مقرر کیا ہے۔ آپس نہات مثلاً بدریہ پانی روشنی اور مٹی کے بخارات سے اور نہات کے پیدا کر دینے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں اس کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت اُن کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئے ان میں سے کوئی بھی اُس طریقہ پیدائش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنے والے پر مہفی نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار خود بخود کھڑے ہو کر پستل لال کرنا ہے۔

اے اہل سائنس جب آپ اسلامیین کو قبول کر لیں اور اس امر کے معتقد ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ماوہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قائم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کر لیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اُس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نیز اُس کے موافق جیسا کہ اُسے شریعت کے بعض علماء سمجھتے ہیں اپنے اعتقاد کی تقریر کریں پس اسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اُسکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اسے دھان یعنی دھوئیں سے موسوم کیا ہے جسکی تفسیر علماء نے پائیکے بنار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم قسم ہیں جو خلا میں منتشر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنی مادہ آسمان کو اُس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے کہ اُس کا ارادہ آفتاب ستارے اور زمین بنانے کا تھا اور فتن کی تفسیر میں ابن عباس اور اُن کے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اُسکے موافق یہ تقریر حل ہو سکتی ہے جیسا کہ ابھی ذکر کیا ہے اس کے بعد مادہ آسمان کو اُسے اشعار مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اُسے آفتاب بنایا اُس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا یہ تقریر اُن کے قول کے موافق ہو سکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کو اکب کبھار کا نام ہے یعنی اُس خلا کا جس پر کہ وہ کو اکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں (لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اسوقت پہلی مٹی نہ تھی یعنی اس وقت پہلی مٹی نہ تھی کہ وہ قابل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دھواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اُسے اُسکے سات آسمان بنا دئے۔ اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کہ وہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے) پھر اُس کے بعد اُسے زمین کو پہلیا دیا یعنی اُسکو بودہ باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور ان میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چہرُن کے ساتھ موسوم کیا ہے تاکہ

ف
اس وقت اس کے
مستند ہو جائیں
تو وہ عالم کے
میں کی کیفیت ہے
خیال کے موافق
اسلامی طریقہ
بیان کر سکتے ہیں
اور وہ مفسرین
علاء جی منقول
کے موافق حوالہ
دینا بھی ممکن ہے
کے لئے کافی
ہو سکتا ہے

وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم ہیں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب ستار اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھ دیا ہے قائم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب ستاروں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہونے کے یہ تفصیل جسے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت مل گیا تو بے شک اسکا التزام کر لیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں سب سے واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور جمالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنہیں ایسے امر یا سیکے مثل اور امور کی نسبت چلے کہ انکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ انہیں قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہوں بلکہ ان کے دلائل ضمنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ وہ امور ان کی شریعت کے منافی نہیں وہ منافی ہوئے تو وہ ان کو ترک کر دیں گے اور ہرگز انکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر منطوق ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اسقدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اس لئے اُس کے واسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور سکون انواع پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کیجاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبعیت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے سمجھ کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی سبب ہیں جنکو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اسقدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر اسکی قدرت۔ علم اور تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہوئے ہر جن پر کہ اس کے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی و ذاتی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصہ زمین کے تین عالم یعنی معدنیات۔ نباتات۔ اور حیوانات کے بننے کی حاجت انتظام کرینگے تو ظاہر ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُنہیں ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا کرنا اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُنہیں اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پہنچایا ہو کہ اُنہیں مادہ کو انکی البسطات سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچایا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدا کے پاک فاعل مختار ہے جو طریقی چاہے اختیار کر سکتا ہے گسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اسے بسط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر محاذوں یا سب سے بسط ذری حیات جسم (برٹو بلاسم) تک پہنچا دینی درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر پہنچا دیا ہو پھر اسے طبعی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو باقی رکھا ہو..... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب ان قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ ہم تخلیے نے مادہ میں رکھ دیا ہے اور انہیں کیوجہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں جسے کہ یہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے پس یہ دونوں صورتیں یعنی طریقی خلق اور طریقی نشو جس حالت میں کہ انکو اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسیکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مافی جاوے یعنی خواہ انواع ہی کو ابتداء میں مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض ذہنی و انتزاعی ٹھہر لگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرنے کرنے حالت موجود تک پہنچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی دوانی ہیں لیکن وہ لصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے کائنات ارض کی پیدائش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں انکا خلاصہ یہی وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات شے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اسے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے پرانگندہ کیا یعنی اسے زمین میں جانداروں کو کھیلایا اور یہ کہ اسے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی ہر اور مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے جوڑے جوڑے (یعنی تلم اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) ہر اور مادہ۔ اور یہ کہ اسے زمین میں ہر ایک شے کو جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں لصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقی خلق کے موافق کی جائے یا طریقی نشو کے۔ اور لے اہل سائنس پہلی کی دونوں لصوص کے نوآپ لوگوں کا جذبہ قول کذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے سب میں باقی لصوص مذکورہ انکے بیٹا در اور ظاہری معانی ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معنیات۔ نباتات حیوانات) کی انواع کو بطریقی خلق کے ایجاد کیا یعنی اسے ہر نوع کو جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے عام ہے کہ اسے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہمانوں کے سامنے کہا نے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اسے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہر نوع کو مستقل طور پر طیار کیا اور اسے اپنے مہمانوں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اسے پہلے سارا کہا نا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو۔ پھر طبعی کی صنعت کے موافق اسکو ترقی دے کر اس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنی ارادہ سے دور میں اسکا دل میں خیال بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض آحادی لصوص کہ جو اعتقاد نہیں قرار پاتیں ان لصوص کے خلاف حجتی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیلئے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض احادیث مخصوص میں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہ دونوں میں سے جنہیں کہ اُسے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے درخت کو فلاں دن پیدا کیا۔ پھر اُس کے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدائش درخت کے بعد ہے رہا یہ امر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بارِ مخصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت محارضہ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی متعینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنیات، نباتات، حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُسے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امور میں سے وہ کسی نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے اور حکم شریعت کے مقتضائے موافق اُنکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کر کے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو اُن کی تاویل کرنے پر مضطر کر دے قائم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال یقینی ساقط ہو جایا کرتا ہے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر اُن دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک کیفیت پہنچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُنکے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے اُنکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قائم ہو جاتی اسوقت اُنکے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنیاد ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد یہ ہے کہ کسی شے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہے وراثت ہو جائے تو ہمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کر لیں اور اُنکے ظاہری معانی سے پہرہ دیں اور اس طرح اُنکو طریق نشو کے جس پر قطعی دلیلیں (بالفرض) قائم ہو سکیں ان موافق بنالیں اور اُنکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو ہمیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح ہر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت - علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز نہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ اپنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اس لئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا باوہی ہے۔ کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا ہے اس کی پیدائش کی نسبت میں مستقل طور پر گتہ گتہ کرتا ہوں۔

پس میں سمجھتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں علماء و کما جاسکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اس نے اسی مٹی سے چمکتے ہوئے گارے سے - نچھڑے ہوئے گارے سے - شرعی چوٹی سیاہ مٹی سے - ٹھیکرے کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس نے پانی سے پیدا کیا۔ پس پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اس کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا نے پاک نئے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کی زوجہ (حواء) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پہیلا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے ہمیں پیدا کیا اور نہ اس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نفس جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ہے۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اس کی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ یہی کوئی شک نہیں کہ یہ نصوص با نفرد ہا مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گندی نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد نہیں تائید و تقویت کر دیں۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اسے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ جو بلا شک ہے پھر ادنیٰ حیوان تک پھر اس کے بعد ترقی کر کے بندرت تک پہنچا ہو پھر بندر سے انسانی بندرت تک اور پھر اس سے ترقی کر کے انسان بن گیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر کبھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدائش کو اسے مٹی سے شروع کیا ہے

۱۔ آیت یہ ہے بَرَّخْلِقِ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ۱۲ ع آیت یہ ہے خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ ۱۲ ع انا خلقنا ہم من طین لازب ۱۲ ع ولقد خلقنا الانسان من سلاۃ من طین ۱۲ ع ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمۃ من طین ۱۲ ع خلق الانسان من صلصال کافجر ۱۲ ع والذی خلق کل دابة من نار ۱۳ ع لا شک ان تشبه لما خلقت بیدي ۱۲ ع یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجا واثنتینما جالا کثیرا ولسنا ۱۳

فان
ان نصوص میں بیان
ہے بظاہر
انسان کا بطن
خلق کے مستقل
ہے یا ان نصوص
تو اسے اور اس
ہو ان نصوص کی
مادہ اس کا مادی
نہیں جیسا کہ
طریق نشو کے
دلائل سے بخوبی

بلکہ کسی حکمت کا تو مقتضایہ تھا کہ ان تطورات اور ترتیبات کی تشریح کرنا اور اسکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اُسے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعہ میں اُسے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی اسلئے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے مٹی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنی کہ اُسے (خدا نے) انہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو اُنکے لطف سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اُسے لکھنے والے کو مٹی سے بنا کر نکالا پس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت با وقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو و نما انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے وعتاً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض احادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اُسپر ایک طویل زمانہ گزرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پیدایا شروع ہوئے۔ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے حالت موجود تک ترقی کر کے نہیں ہو چکا ہے اور سبب یہ وہ یہ کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا لاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر بھٹا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان۔ پھر اس کے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر ان انواع میں انہی ایک ہی قصد اور ارادہ کے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیر ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تفسیر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نفس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلق من تراب ثم اذ انتم بشر تمشون ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم۔

اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزائے عظیمہ کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جہنم پروران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ ان میں سے بعض (اور وہ ابو القاسم بخاری اور ایک بہت بڑے مفسر ابو مسلم صفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کر کے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ جنت زمین ہی میں تھی اور ان دونوں کا اس لئے اسباب لینے لازماً ایک حصہ زمین سے دوسرے حصہ کی جانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں دوسرے مقام پر بھی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں) واقع ہوا ہے کہ تم سب شہر میں تیر جاؤ یعنی شہر میں چلے جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر کایہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے کچھ خداوندی قدرت کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اسی حیوان ہڈی کو دیکھئے اس کے تین حصے کر دئے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بن جاتا ہے جیسا کہ پیشتر ذکر چکا ہے لیکن ہم اپنے مقابل کی آسانی کی غرض سے اُسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اُس کی زوجہ (حواء) کو پیدا کیا یعنی اُس کی بائیں جانب پسیلیوں میں سے ایک پسیلی سے کیونکہ اُن کی شریعت کی بعض احادی نصوں میں وارد ہوا ہے کہ عورت شریعتی پسیلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے (اور وہ ابنا سعود اور ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہیں جیسا کہ تفسیر ابی السعود میں ہے) پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اُس قول کو مان سکتے ہیں جیسے کہ ان میں سے بعض نے (ابو مسلم صفہانی نے جیسا کہ تفسیر راوی میں ہے) اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کر دی ہے جیسے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول سے اُنکی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اُنکی زوجہ کو اُس سے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اُنکی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اُس نے (خدا نے) دوسری نص میں کہلے (خدا نے) تمہارے نفسوں سے تمہاری نسل کو بنانا اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کر کے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی بین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہوگی جس سے آپ اس کے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کر دئے جائیں اس لئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدار اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جس کا دین میں بالضرورت ہونا معلوم ہو چکا ہو منعقد ہوا تھا غایت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی انہیں آپ نے اکثر اوقات کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی و نقلی دلیل میں تطبیق دینے کے لئے آپ نے نصوں میں تاویل کر لی ہم سب کو خدا ہی سیلا پیوستہ دکھلانے والا ہے۔

پھر سنئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں اپنی شریعت کی ان نصوں کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں اعتقاد کرتے ہیں کیونکہ شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر عہدہ آیت یہ ہے اہبطوا مصر ۱۲ عجل لکم من الفکم ازواجاً ۱۲

عجل لکم من الفکم ازواجاً ۱۲ عجل لکم من الفکم ازواجاً ۱۲

عقلی دلیل اُنکے معارض واقع ہو تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی دلیل اُنکے معارض واقع ہوتی ہے اسوقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔ اس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرتا ہے کہ آپ لوگوں کو اے اہل سائنس کہتے ہیں کہ خدا کی پیدائش نکلے کہ ہم ماننے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص متعین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری معنی کا احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے قطعی ہیں شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلائل کے اعتبار سے اُن قطعی دلیلوں کے ساوی ہو گئیں کہ جو ہمارے نزدیک قایم ہو چکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اسکے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت قطعی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن مخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی ہو پس ہا کسی ضرورت کے بعید معنی کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے ظل لازم آئے گا اور اصل کو چھوڑنا ٹھیک اور سہی ہو چھوڑنا نہیں وہ کسی پر مخفی نہیں۔ پس اسوجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب پر اجماع کر لیا ہے کہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس صورت کے جب کوئی ضرورت اُس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنی مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنی ظاہر بن جاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کریں اور اُنکے خلاف سوائے اُس صورت کے کہ کوئی داعی و مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے اُنکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے مقتدر ہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جسکا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اُن پر کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر ہو گیا اور انہوں نے اُس نص کو اُنکے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جسکی انہیں تکلیف دی گئی تھی اور اُن پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہوتا رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا اسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑنے سے اس دلیل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جسکے ذریعہ سے اُنکے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے۔ رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنی کے چھوڑنے کے لئے اسوجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اس میں عقل کا بھی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہری معنی کو چھوڑ دیں اور اُنکے معتقد ہو جائیں اور جس پر دلیل ظنی دلالت کرتی ہے اس صورت میں اُنکے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت اُنکو

شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس وقت انکو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ وقت
 انکو ضرورت پیش تھی جبکہ عقلی قطعی دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع
 کر کے اپنی نصوص کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا اضطراب آئے اور بڑی گڑبچ جائے کیونکہ
 لوگوں کے فطوری اور گمان بہشت میں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے
 پس اس صواب ہی پر کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی ان نصوص کے (کہ جنگا دار و ہزنا یقینی ہے) ظاہری
 معانی کے ساتھ تسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے انکو ظاہری معانی سے نہ پھیریں۔ خدایا ہی ہدایت کرنے والا
 اب اس بات کا وقت آپہنچا کہ میں آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ جو دلیلیں اور توجیہات آپ نے طریقی نشوونما پر اپنی کتابوں
 میں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ظنی ہیں انکی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی نصوص کی جیسے ظاہری
 معنی پر ہیں کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ آپ اپنے اس
 دعوے کے ثابت کرنے میں جو تقریریں کی ہیں ان سب کے باطل کرنے اور رو کرنے کے واسطے ہو جاؤں کیونکہ اس طرح
 بات بہت بڑھ جائیگی اور میں اپنی بحث کے موضوع سے جیسے کہ در پہلے ہم ہو رہے ہیں نکلنا پڑے گا اور اسکے لئے تو
 ایک جدا کتاب بنانا چاہئے خدا اسکے تصنیف کرنے میں میری مدد کرے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے اس
 امر کو بیان کر دوں کہ نشوونما بارہ میں دلیلوں اور توجیہات کا جس امر پر مدار ہے تو ظن و تخمین اور انکس سے اس کا وجہ نہیں
 بڑا اور صرف اسی سے ہماری عرض حاصل ہو جائیگی۔ پس میں کہتا ہوں کہ طریقی نشوونما یعنی النوع کے ایک فصل سے نکل کر ترقی
 کرنے پر استدلال کے بارے میں سب سے بڑی چیز جس پر آپ لوگوں کا اعتماد اور آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ
 ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ اعضا کے نشانات بعض حیوانات میں مشاہدہ کئے کل یا اکثر میں بھی نہیں۔ اور وہ ایسے اعضا
 آثار تھے جو کہ حیوان میں پائے جاتے ہیں مثلاً پیروں کے غیر مکمل نشانات۔ پس آپ لوگ کہنے لگے کہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر نوع
 مستقل طور پر جدا ہوئی جیسا کہ طریقی خلق کے ماننے والوں کا مذہب ہے تو لازم آئیگا کہ ان آثار کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔
 کیونکہ مذہب خلق کا یہ مقتضا ہے کہ ہر نوع کے لئے جتنے اعضا کی ضرورت ہے انہیں لئے ہی اعضا موجود ہوں کچھ کی بیشی
 نہ ہو اور سب کے سب کام کے ہوں اور ان ناتمام آثار میں حالت موجودہ کے اعتبار سے کوئی بھی فائدہ نہیں پس معلوم ہوا
 کہ یہ ان اعضا کے آثار رکھنے جو اس سے پیشتر کی نوع میں تھے اور انکے لئے ضروری تھے ہر جب اس نوع پر ایسے
 تغیرات طاری ہوئے جو کا یہ مقتضا تھا کہ ان اعضا کی ضرورت نہ رہے تو وہ نابود ہونے لگے یہاں تک کہ اب انکا
 صرف نشان باقی رہ گیا یا یہ نوع ان اعضا سے خالی تھی پھر اس پر ایسے تغیرات طاری ہوئے کہ جو اسکو قابل بنادیں
 کہ وہ دوسری نوع بن جائے۔ جس میں ان اعضا کی جتنے کہ یہ نشانات ہیں ضرورت ہو پس انہیں یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں مگر
 یہ کہ یہ آثار یا تو ان اعضا کے آثار ہیں جو کہ پیشتر تھے اور اب معدوم ہونے لگے ہیں اور یا ان اعضا کے مبادی ہیں جو کہ
 مکمل ہو جائیں گے مگر حال دونوں صورتوں میں النوع میں تبدیلی واقع ہونا اور ایک نوع کا دوسری نوع کی جانب منتقل ہونا
 ہو جائیگا۔ اور یہی امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طریقی نشوونما اور انواع کا ترقی کرنا صحیح ہے ورنہ پھر یہ آثار کس کام کے طریقی نشوونما

فصل
 در بیان
 نشوونما
 و ترقی
 انواع
 و توجیہات
 و دلیل
 بر این
 کہ
 سب
 شے
 در
 دنیا
 از
 خلق
 است
 و
 سب
 شے
 در
 دنیا
 از
 خلق
 است

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے آپس سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم حیا لوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے پھر اُسکے بعد کچھ ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہو گا جس کا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ اُنسی پیدائش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ کے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد ناپود ہو گئے پس اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ حیا لوجی کے پہلے درمیانی اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں اُسکے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کر کے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پائیں گی۔ پھر ترقی ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہنچ گئیں اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تباہ بھاکے قانون کے موافق نابود کرتی ہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات سے ہے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے کے انواع کے ایک دوسرے کی بنا پر منقلب ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے طبیعت و ناپود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت سے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تباہات سے یعنی ہر فرع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور بیان بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سہقت حاصل کرنے کے لئے منازعت واقع ہوتی ہے اور گنہہ خارجی صدمات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف باعث قوی کے غالب ہونے کے یا بہ سبب صدمات کے ہلاک ہو جاتا ہے اور قوی حیوان صدمات کو برداشت کر سکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہو جاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے افتخار نشو وازس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ کون اول یعنی بڑا بلا سم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا ہوا ہے اس میں قواعد ہونے لگا۔ پس اُسکے فروع وراثتاً اُسکے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اُس سے بیان اور مختلف ہونے لگے اور اسی طرح سے فروع کا یہ سلسلہ مہول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک انہیں پہنچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ ہی رہے زمانہ دوزانگ فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں نئے مختلف ہونے اور ان تباہات کے جو کہ وراثتاً حاصل کئے گئے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک انہیں پہنچ گئی کہ انواع بننے اور ایک دوسرے سے نکلنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرے پھر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہو گیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہنچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے۔ صورت اور بعض

ف
ادنیٰ درجہ کی
نوع کا علی درجہ
کی نشو وازس
ترقی کا چار قدرتی
قوانین کے موافق
ہو جانا کا

جان ۱۲

احتمال کے اعتبار سے بھی کے قریب قریب تو آپ اس کے قائل ہو گئے کہ اس سے کوئی امر خارج نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچ گیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو چوالیس مذہب کو نہیں ماننے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیا ہے جن پر کہ آپ کی لکچر کا اسرارہ میں مدار ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کر کے اُن سے جان بچائے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں۔ سہارہ میں آپ کا اُن سے بہت سی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور سہارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے پیچھے نہیں ہونا چاہتا جس کے پیچھے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ طریق نشو و نما اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض فنی امور ہیں جن پر وہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ امور اُن کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انکو سوائے امر فنی کے معارضہ کے اور کوئی چیر مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اُن دلیل سے استدلال یعنی ساقط ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے۔ پس جب یہ امر قرار پا چکا تو اب سنے کہ آپ کا نشو و نما پر اعتراض کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جگہ کا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اُن میں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں اسی رنگین مادہ کو لیے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزاء بدن میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھ کی پتلی میں اس کے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو فوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیاء ہیں۔ پس آپ کا نشانات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یقین کر لیں کہ ان اعضا کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ اُن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض انواع میں موجود ہیں گل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کئی حکم لگا سکیں۔ گل کی مانند اکثر انواع میں بھی تو رنگ کا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر خارج ہو سکتا ہے کہ یہ قیصر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جن میں ان اعضا کے نشانات دیکھے گئے۔ پس اُن میں سے بعض انواع بعض کچھ جانب خدا کے معترض کہ وہ اس کا سبب کیونکہ بدل گئے ہوں باقی ہیں وہ انواع کہ جن میں یہ اعضا

ف
بعض جنات
میں بعض جنات
میں بعض جنات
میں بعض جنات
میں بعض جنات

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اپنی یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشوونما کے آپ کو عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنہیں آپ نے اعضا کے نشانات پائے ہیں واقع ہو جائے اور پھر اس میں حشرات کی طرح پیروں والا ہو پھر حرب انسان یا کسی اور حیوان کو اس سے تکلیف پہنچے ہو تو وہ اس کے قتل پر مسلط ہو گیا ہو۔ پس اسوجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اس سے ڈر ڈر کر پھرتا رہا ہو اور زمین میں گھسلا کر تاجو اور اس حالت میں ضرورت پڑی وجہ سے اسے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گزرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اس کی خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اس کے پیر بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ ہو چکا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہ گئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض آحادی اخبار میں ابن عباس۔ ابن مہرب اور ان کے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہو جانے کا یہ ذریعہ بنانا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں سوسہ ڈالے گئے اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر نازل کیا اور اس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اس کو کفر الہی میں نفل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے جنہیں کہ اعضا کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی زمین اور ازل و اول و بعد میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ ان میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں ویسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشوونما سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ہے اگرچہ گمان ہے کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص یقیناً حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں بسنے لگے مائے جائیں اور انہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ انہیں جانوروں کو دیکھ کر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگائے لگیں کہ کوئی جانور پانی میں رہتا ہی نہیں تو ان کا یہ استقرار محض ناقص ہو گا اور ان کا یہ حکم لگانا غلط ٹھہرے گا چنانچہ جب وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو انکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائے گی یہ تو ہو چکا پہر علم حیا لوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر ان کے بعد ارض سے ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اس کے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے ادنیٰ درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اس کے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشوونما پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی ان سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ حیا لوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشوونما ترقی انواع پر تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ بھی ظنی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کا حیوان پایا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اعلیٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عن حشرات سوسا زنا جانور نیست مشابہ بحر یا دائن در فاجی مصر خیزد ۱۲ منہی الارب۔

طریقہ حیا لوجی سے جو
طریقہ نشوونما
استدلال
نہیں ہو سکتا

اپنے سے اعلیٰ درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر اعلیٰ درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کی وجہ سے ہلاک کر دیا مثلاً اسی طرح
 سے کہ زمانہ کا وہ دور اس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اُس کے بعد والی نوع کے مناسب رہ گیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع
 کو اُس درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہو گیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے ہر زمانہ کے دوسرے دور میں اُس نوع سے
 اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ کبھی اپنے سے اعلیٰ درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اسکو بھی اور دنیاوی اسباب کی وجہ
 سے نابود کر دیا جیسا کہ پیشتر گذرا پھر اُس کے بعد والے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا
 پھر اسکو بھی ہلاک کر دیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل
 طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور خدا نے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے
 دنیاوی اسباب سے نابود کر دیا صرف طبقات ارض میں اُن کے نشانات اور آثار باقی رہ گئے پس جب تک یا احتمال قائم ہے کہ کائنات
 حیا لوجی سے ترقی اور نشو و نما کو لوگوں کا استدلال کہہ کر سے یقینی ہو سکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم حیا لوجی کی
 تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں رہتیں۔ اور اسباب کی نفیر کہ حیا لوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات
 کا مستقل طور پر وجود نہ ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں نہیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یا مرے
 جسا کہ ہم ہر سال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ حارے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل بچ
 اور گرمی کی آمد نہ ہوتی ہے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اسوقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی نباتات
 ہے جیسے کہ کالی اور گھاس پھوس جوں گرمی (ایک درجہ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نباتات
 پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا اڈے سے اسکا بچہ نکلتا ہے وہ اونٹ
 درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدبو سے پیدا ہوتے ہیں اور پھر اور کبھی وغیرہ یہ پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے
 یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدائش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک سب سے
 نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اُس خاص درجہ سے) زیادہ
 ہوتی جاتی ہے ان میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ ان میں گرمی کا تاثر نہ لایا گیا
 انواع کا پھر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہوئے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے ان اعلیٰ درجہ کی نوع
 کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہو جاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں
 اُن کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔ پس یہ سالانہ کیفیت علم حیا لوجی کی اس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسے کہ آپ نے اپنی تحقیقات
 سے دریافت کیلئے یعنی پہلے اعلیٰ درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کا پھر اس سے بھی اعلیٰ کا
 یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہنچ گیا اور اُن سے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہو گئیں۔ پس نشو و نما علم حیا لوجی کی تحقیقات
 سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل ساقط ہو گیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو و نما کو حوالہ کیا ہے وہ نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قائم کی گئی ہیں
 بلکہ عالم نباتات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو و نما کا واقع ہونا مانا گیا ہے اُس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو رد کر دیا

اس لئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اس ردش کو نہیں اختیار کرتا جیسے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور ان قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ ان کے مقابلہ میں انکو ثابت کرنے میں مصروف ہوئے بلکہ میں آپ کے سامنے صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پاپر ثبوت کو بہرہ پہنچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے ان سے کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروغ کا در اثنا حاصل کرنا تو ایک ٹھیک ہوئی بات ہے جس کا پیروان محمد علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اس کا حاصل ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس نتائج بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جس کے ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلاک ہو جاتی ہیں گو ہر حالت میں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے حالانکہ بیگز اس قانون کو مخلوقات میں حتیٰ کہ انسان کے احسان میں بھی کج تک مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ خواہ نشو کے ساتھ پائے جائیں یا خلیق کے ساتھ کوئی خرابی نہیں لازم آتی دونوں ممکن ہیں۔ اور جب یہ بات ٹھہری تو اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ تمام انواع مستقل طور پر رہتی ہوں اور باوجود اسکے فروغ اپنے اصول کی صفات کو در اثنا حاصل کریں اور باقی رہنے کے لئے باہم انواع میں منازعت متوقع ہو۔ پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جائے اور پھر بھی ہر نوع ان میں مستقل طور پر پیدا ہوتی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون نباتات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع کو اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کر لگی لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ مماثل بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو نباتات فروغ میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ عرصی ہیں جو ہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جائے اور دوسری نوع بن جائے اور آپ نے جواب دیا ہے کہ لاکھوں برس کے گزرنے کے بعد یہ نباتات بار بار اور پے درپے ہوتے ہوئے جو ہری بن جاتے ہیں اور پھر ان سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بننا لازم ہو جاتا ہے اور آپ نے اس بحث میں بہت کچھ الجھے ہیں اور محض قتل و لاطائل کر کے رائی کا بہاڑنا دکھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون نباتات یعنی یہ کہ فرع ان صفات کے اعتبار سے جو اس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مماثل ہوتی ہے نباتات اور حیوان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم ان میں تنازعہ پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم ان میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں خلل عظیم واقع ہو جاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے ہی طرح اسے اپنے اور غیر کے گھڑے میں بھی میسر نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اور یہ قانون تو نباتات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ اسکو اصول و فروغ کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو جیسے وہ اس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ ان دونوں کے بنانے والے نے ایک
پورے طور سے مشابہہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی سطح میں چھاپا ہو اسی
طرح آپ کسی سیال کو دوسرے سیال کے بالکل مشابہہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق دیکھیں جو گاگو وہ کتنا ہی چھٹی کیوں نہ ہو
اور یہ بار بار آپکے ذہن سے گام لے ہوئے نہ معلوم ہو سکتا ہو اور یہ محض لطف خداوندی ہے جو اسے باہم تمیز کرنے کے لئے مقرر
کر دیا ہے جیسا کہ ہم نے کہا آپس تمام موجودات میں تباہ کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ہی
قانون ہے طبعی قانون نہیں جو عیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فروع کا یہی حق
اور اس کے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اس کی ساری صفات کو ورثہ حاصل کرے اور
کسی شے میں بھی اس کے ساتھ تباہ نہ ہو ہاں جب اس کا کوئی عارضی سبب پایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا
اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اس وقت دو چیزوں کے درمیان تباہ کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں
اثر تا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ ان دونوں فرع کے درمیان جتنے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو چڑیاں بچے
جو کہ ایک ہی تہی اور ایک ہی چلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر ان کی پرورش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہاء درجہ
کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہو تا ہم ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ان دونوں میں ضرور فرق و تباہ پایا جاتا ہے اور اس وقت تباہ
اور فرق کے لئے وہی اسباب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو تسلسلہ سے وہ مزاحمت ہی
تکلف ہے اور اضاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی امر نافع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متباہ ہونا جیسے کہ آپ
لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بن جانے کے بارے میں اعتماد کیا ہے ایک جہنم حد تک ہو
جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکل سکے اور اعمیٰ مقدار سے باہم افراد میں تاثر قائم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جاتا ہے
پس ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متباہ بنایا ہو اور اسی سے ہذا القیاس
ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تباہ سلسلہ سبھی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو اسی حد تک چلا جائے
جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالیٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور ان کے اجداد
پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا
دور بھی ختم ہو جائے پہلے کے بعد آنے والی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ
ہو جائے اور یہاں تک کہ یہ امر ہمارے بعد کی آئندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تضاد پر
اس کے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو ان کے زمانہ میں ہوں تو نیز ظاہر ہوگا
کہ ان کے اجداد پیشین کی صورتیں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول
اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اس قدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی
صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی ان کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب نکل جانا

قانون تباہی
جو کہ اس کے
مقابلہ میں
ہو سکتا ہے

ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود و محدود ہیں جیسا کہ ہم نے فرض کیا ہے۔ اسی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر اسکے لاکھوں
 ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر ان میں کیسا وسیع فرق اور تباہی پایا جاتا ہے جیسے درمیان رنگی اور سفیدی کے۔ کیا اس تباہی اور
 فرق نے کسی صنف کو اس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کر کے اسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے
 تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد پیشین کی صورتیں کیسے پہر حاصل کر لیں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں
 ہیں اور وہ قانون (اٹا فیسم) ہے جسے دادا کیچناں راجہ ہونا اور بعض اہل سائنس (اس کا نام دور کا کافی بار جوت رکھتے ہیں
 پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی ہوتی ہیں پھر اسکے بعد ان کی اولاد میں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً
 جب کوئی جھنشی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے پھر کچھ سائنس
 گزرنے کے بعد کبھی کبھی بعض اولاد میں انکے اس جھنشی دادا کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون
 عادات، اخلاق، اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تباہیات کا محدود ہو کر پایا جاتا ہے اور پھر نہیں
 نکال کر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن الوقوع امر ہے جسکو عقول جائز کہتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت بھی
 میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کیچناں راجہ
 کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو مخاطب کر کے یہ قول (فی اسی صورتہ) مآثر کرکے یعنی جس صورت میں
 چاہا خدا نے تجھے ترکیب و بدیا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
 منقول ہے کہ لطفہ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اس کے اور آدم کے مابین جتنے لوگ سلسلہ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں
 کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس
 جب تک قانون تباہیات میں یہ احتمال قائم ہے کہ وہ تباہیات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع
 کیچناں خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تباہیات فروع میں پھر اندر نہ جاری کئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے نہ
 تک نوع کا ایسے درجہ تک چاہو پوچھا کہ اس کا تغیر جو ہر ہی پچھلے اور اسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک نئی امر ہے جن
 اعتماد نہیں کیا جاسکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور شور کیا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گزرنے پر جو آپ نے
 انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تباہی آپ لوگوں کے زعم کے خلاف
 غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت
 تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک نئی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع
 کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) ظنی ہو گا اور جب یہ حالت ہے تو پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ پروا نہیں
 کرتے اور نہ اسکو وہ نشو و نما دے سکتے ہیں اسلئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طریق خلق اور انواع کے مستقل طور
 سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا
 ہوئی ہے برابر قائم ہیں گے ہاں جب یہ بات مان لی جائیگی کہ یقینی قطعاً دلیل اسکے خلاف بر قائم ہوگی (اور یہ امر کو سوں دور
 تو اسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کر کے دلیل عقلی اور نقلی میں تطبیق کرنے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔

قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے سہ اسلئے وہ بھی غلطی ہی ہو گا اور اگر اسکا مانع ہوا تسلیم کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطور خلق باطنی کے ساتھ ہی پایا جا اس لئے کہ ہمیں پہلے ہی درجہ کی نوع موجود ہونی پڑے اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کے بغیر اس کے کہ انچوادی نوعی نوعی مستقل طور پر پیدا ہونی ہو گی بعد ازاں اپنے سے اعلیٰ کیسا تہ باقی کہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہونی ہو اور اسے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انبساط انواع کا پایا جانا ثبوت نشو و نمو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو و نمو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور بعد کی تفسیر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اعلیٰ درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اس کے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے پیشتر مستقل طور پر پیدا ہو پھر اسے پھر اسے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازعہ کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انبساط ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازعہ اور قانون بقا جس پر مشتمل ہے اور باوجود اس کے امتداد کے لئے فروغ کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور نیز فروغ کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مہمان ہونے کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ بتائیں ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ باہم ترقی قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت کے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتائیں ہیں جنکا شاہد کیا ہے جانا ہے باوجودیکہ انواع کا بطور خلق اور مستقل طور پر پیدا کرنا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جالوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تفسیر کے عقلی نظر میں طریق نشو و نمو طریق خلق پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظر میں نشو و نمو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو و نمو کا احتمال عقل کے نزدیک غلطی بھی نہیں قرار پایا سکتا بلکہ نشو و نمو دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن بیرون محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو و نمو پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

یہ تو ہر جگہ اب سابق الذکر تفسیر کے بعد حسب نشو و نمو کے طور سے ثابت ہو سکا تو اب پھر انسان اور بندہ کا ایک ہی اصل سے نکلنا

قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے سہ اسلئے وہ بھی غلطی ہی ہو گا اور اگر اسکا مانع ہوا تسلیم کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطور خلق باطنی کے ساتھ ہی پایا جا اس لئے کہ ہمیں پہلے ہی درجہ کی نوع موجود ہونی پڑے اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کے بغیر اس کے کہ انچوادی نوعی نوعی مستقل طور پر پیدا ہونی ہو گی بعد ازاں اپنے سے اعلیٰ کیسا تہ باقی کہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہونی ہو اور اسے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انبساط انواع کا پایا جانا ثبوت نشو و نمو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو و نمو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور بعد کی تفسیر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اعلیٰ درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اس کے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے پیشتر مستقل طور پر پیدا ہو پھر اسے پھر اسے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازعہ کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انبساط ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازعہ اور قانون بقا جس پر مشتمل ہے اور باوجود اس کے امتداد کے لئے فروغ کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور نیز فروغ کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مہمان ہونے کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ بتائیں ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ باہم ترقی قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت کے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتائیں ہیں جنکا شاہد کیا ہے جانا ہے باوجودیکہ انواع کا بطور خلق اور مستقل طور پر پیدا کرنا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جالوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تفسیر کے عقلی نظر میں طریق نشو و نمو طریق خلق پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظر میں نشو و نمو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو و نمو کا احتمال عقل کے نزدیک غلطی بھی نہیں قرار پایا سکتا بلکہ نشو و نمو دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن بیرون محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو و نمو پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

انسان کا بندہ نہ ترقی کر کے ظاہر اللہ کا خالق بن کر اور اس کے خلاف ایک عقلی دلیل موجود ہے ۱۲

ابھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں مٹی نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بند کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقتضاً
 کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ
 محض صوری مشابہت کا یہ مقتضاً نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے
 لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اس کا ظن اور گمان غالب پر رہا ہو جائے تو میں کہوں گا کہ یہ بیان محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں ظن پر اعتقاد نہیں کر سکتے اور نہ اس کو اپنی شریعت کی ظاہری خصوص کے لئے معارض اختیار کر سکتے ہیں
 علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پر رہا ہو تھا اسکے لئے ایک امر واضح بھی موجود ہے اور وہ ہے کہ ہم نے کچھ
 ہیں کہ انسان اپنی ابتداء سے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے نیچے پر کبھی قادر نہیں ہوتا اور نہ
 ذرا سی حرکت ہی کر سکتا ہے جو یا قاعدہ ہو اور یا وجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے ارد گرد کی اشیاء کو کبھی
 نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تغیر ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے
 بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی فہم نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چہاتی کیسے منہ میں لے چاہئے
 وہ کسی روز تک اس کو سکھانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد
 ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کر لے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر
 قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور بھروسہ ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اسے پہنچنے کی امید نہیں
 ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسے لئے
 کمزور اور اس قدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہنچا دیا جہاں تک کمزور حیوانات نہ پہنچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب
 غلبہ بن جاتا ہے کہ پتھروں کو اکٹھا کر کھینک دیتا ہے بڑی بڑی عایشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت کمزور اور
 عاجز تھا اسی طرح وہ مدققی عالم اور محقق فلاسفہ بن جاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نرمی نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے
 بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کر لے پرنندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی و قمری کا انضباط کرتا ہے اور پھر
 بھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدا سے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرے درجہ کا منکر بن جاتا ہے۔ رہا بند روہ اور اکثر
 حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس وقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ
 انکی ماں جو اسکی پرورش کرنا چاہے انکی وہ انکی کچھ مدد کر سکے اور اسوقت اسکو اس قدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچے کے
 پاس اسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کوشش و پیہر
 کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچے کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بند کا بچہ) اپنی ماں کی چہاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں
 چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تیز دلی مت میں جہیں کہ انسان کا بچہ اپنے سر پر بیٹھنے کے
 بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اس قدر سمجھ بھی ہو اس کے اور زندگی کی انشاء
 دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قائم مقام بن جاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے
 میں کچھ ہی رہتا ہے پس بند اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوئے اور

اُس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اُس کا یہ مقتضا تھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدائش کے وقت ہی
 سے تو کم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کر کے بنگیا تھا کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں
 اتنی لپٹی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اُس کا ساتھی جو اُس کے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی
 کر کے جلیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک
 (بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کی وجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہ گیا تو
 ہم کہیں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں اُن میں کامل ہوجاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں باتوں
 اور سمجھ میں کہیں زیادہ ترقی کجاتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امر آپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی
 اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بودا اور کثرتِ اہت کرتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں۔ اور اے اصل سائنس
 اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائے کہ انسان اور بندر کی صرف صورتی مشابہت اتنے
 بڑے عظیم فرق کا جو ان دونوں میں پایا جاتا ہے جس کا کہہ سنے بھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ
 دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا
 تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کریں گے تو یہ تقریر سب بات کے لئے کہ نشو کے بارہ میں آپ کے دلائل اور محضات محض ظنی ہیں
 اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کر سکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے مخالف آپ کے ساتھ مختلف
 بحثوں میں اُبھتے ہیں جس کی میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا چنانچہ انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا
 اور آپ اس پر دلائل قائم کرنے کے درپے ہو گئے اور اس کا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعی تبدیلی سے بھی۔ اور انہوں
 نے ابین ایک اور دوسری فرع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار
 کیا اور آپ نے انکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو ہائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کر لیا کہ حیالوجی کی تحقیقات
 میں عنقریب باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہو جائیں گے یہ ساری باتیں جملہ خبریہ ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال
 موجود ہے بہلا بتائیے تو ہم میں سے اس وقت کون بیٹھا رہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت
 حال کو خدا ہی جانے علاوہ ہرے اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال برابر قائم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں جس کا
 ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلین ظنی ہی ہیں مختصر یہ کہ میں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی
 طرح اُبھیں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلئے ہمارے لئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے
 اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں کہ آپ کی دلیلوں کی جن پر آپ اعتماد کئے بیٹھے ہیں کیا قدر و قیمت ہے
 اور آپ کے سامنے اس بات کو ظاہر کر دیں کہ ان کی بنیاد وہم اور محض تخنیتی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے تو فبق دی تو میں
 اس بحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

یہ بحث تو ہو چکی ہے آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزاء تھے کہ مادہ اسکے عناصر مترتبہ کی باہمی
 تاثیرات کے ظہور میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام میں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

ف
 خیالات اور
 عقل کے بارے
 میں شریعت
 میں جو درجہ
 اور اس میں
 کے قول سے
 ہیں تطبیقی
 دیکھ

ف
 حیات کے
 عناصر مترتبہ
 کی باہمی
 تاثیرات کے
 ظہور میں
 سے ایک قسم
 کے ظہور کے
 نام میں

انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُنسے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکا اسلامی شریعت پر الطباق ممکن ہے چنانچہ حیات کی توہیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور علم و قدرت کے مغائر ہے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ موصوف ہونا صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور کسیکے مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) آپس جب اُنکے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ احسن ارمادہ کے باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور کا نام ہے تو وہ یہ کہہ بیگے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلئے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے اسکے حدوث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزاء مادہ کی حرکت سے اُنکے حدوث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بنی ہو شہیک نئی طرح سے جیسے کہ اسباب سے سببات کو پیدا کرنے کی خدا کی عادت جاری ہو گئی ہے۔ باقی رہی عقل اُسکے بارہ میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اُس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہہ کر تو قصہ ہی اختیار کر لیا کہ وہ مغیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس النسب اور ادب کی بات یہی ہے کہ اُنہیں گفتگو نہ کیجائے پس اس بنا پر جب آپ لوگ اُنکے سامنے عقل کی ایسی ہی بیان کرینگے جو ان کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ آپسے ہی کہہ بیگے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا نہ جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں غرض کیا ہے اور جتنے اقوال میں سب اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا حاصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنی وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم اور اک کر لئے جاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا جانور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ مادر وی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول رد کر دیا گیا ہے (محمد السلام اور اُسکے حاشیہ اسیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ غریزی یا بطبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے یہی عقل کہ نسب جو ای غریزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل متیز صحیح سیتا اور رے کے صائب ہونے کا نام ہے (مادر وی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنا پر یہ امر صحیح ہے کہ آپ کے ادران لوگوں کے قول میں جنہوں نے عقل غریزی کی تفسیر میں غرض کیا ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دونوں قول اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے تو پھر اس بنا پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزاء مادہ کی باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور ہے تو یہ کہنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

ف
عقل غریزی
یا بطبعی عقل
کا نتیجہ ہے

باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا جسکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں اُن کی کوئی دلیل موجود نہیں یا اُن کی رو سے وہ قابل ترک ہیں اُن کی نسبت سُننے پر ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہو چکی ہیں بعض مسائل کی توپوری تحقیق ہو چکی تاہم آئندہ موقع بہ موقع ہم تنبیہ کرتے جائیں گے اور جو مسائل باقی ہیں بحون اللہ تعالیٰ اُن کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سُننے میں بیان کرتا ہوں یہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہو چکی ہیں کہ مادہ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جس نے اسکو عدم سے پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنادیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور محدود کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُس کی عورت کو بنایا اور دونوں کو ایک مکان میں جس کا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت کیوجہ سے دونوں کو نین پر تار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے ہوتا ہے یعنی وہ اُسے جانتا ہے اس کا ارادہ

ف
اَنْ اَبَی شَرعی
سائل کلیدان
جناب عالی سنس
الگا کر تصدیق فرمائیے
اتمان میں اسی
سے فخر و غرور حاصل کیا
عقل و حیوانات
فانی کے خلاف
تجربہ الہیہ کی ان
نہ کو سیدنا ہے

کہتا ہے اور اپنی قدرت سے اسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُس کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُس کے سولے کوئی خالق نہیں اگرچہ اسے سببات کو اسباب کے ساتھ مرتب کر رکھا ہے سببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُس کے بعد ہی سبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کی وجہ سے جو انہیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدا کے بھانے موجود ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اُس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اُس کے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب غنی ہے۔ کسید کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی تخلیق ہیں۔ موجودات میں سے وہ کبھی کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گز چکیں یا آئندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے بحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُس کا اپنی صفات کے ساتھ منصف ہونا اور بعض کو پیشہ آپ کے علوم کے ساتھ جھگے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اُس کے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں کی ہے وہ ادنیٰ غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جاسکتی ہے اور تفصیلی گفتگو کثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جس کا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

آپ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم نام ہے اور اُس کے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُسے ایک بہت بڑا جسم جس کا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں ثبت میں اور لکھی جائیں گو وہ اس کا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُس کے ایک نائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُس کا عذاب ہو گا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کرے گا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ مستد کے قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بعد ہے جسکی دست کو سوچ کر عقل حیران رہ جاتی ہے پہر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلا دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قائم ہیں اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور دیکھ معلوم ہوتا ہے

عہ خلا سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضا مراد ہے جو دیکھنے میں سب معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلا مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضا میں ابھر پہلا ہوا ہے ۱۲ متر جم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گھسے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلا میں قائم ہیں اور اس خلا میں جو انکا مدار حرکت ہے وہی انکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گزر چکا پس اس سے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلا درودراز میں ان ستاروں کے اوپر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور ان کا نظر نہ آنا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گزرا اور وہ ابو بکر بن العزلی ہیں) عرش - کرسی - لوح و قلم - جنت اور روزخ ہیں - اور خدا نے انکو وہاں اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے چاہے اُسے قدرتی قوانین میں سے جھینیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھتا کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا کہ اُسے آفتاب اور ستاروں کو اس خلا میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قائم کر رکھا ہے پہر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور و دراز سافت پر واقع ہیں جیسے کہ باہم خود انکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حامل ہیں اور خدا کی اور اس کی قدرت کی جو عظمت ہم اس کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کیچکے ہیں اس کے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی امر عجیب نہیں معلوم ہوتا پس یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے - رہا انکے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ ہر بیچہ جو اس ہوا بواسطہ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے کو مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا - ممکن ہے کہ اسی خلا میں جس میں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قائم ہیں چہرہ زمین اور بھی قائم ہوں اور ان میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں - اور اگر آپ کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوریوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قائم ہیں انہیں بھی شمار کر لیا ہو - اگر آپ کہیں سمجھنا کہ یہ سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کوئی اس امر باعث ہو کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث ان کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی انکے وجود پر ان کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ ہیں اسلئے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے انکار رسول بنکرنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسے ستاروں زمین اور مانی عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاضل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجئے - اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے ان کی کتاب

کو دیکھئے۔

آپ سہا یہ امر کہ اس خصلے کچھ نوزائی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جس قدر مسافت ہے وہ اسے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گزر سکتے ہیں کہ ہم انہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ اسنے کچھ دوسرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھ بعض خواص میں جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا نظروں سے پوشیدہ رہ سکتا۔ بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا) مشاہیر ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ ان کی طرح نوزائی نہیں اس طرح بعض اور اذان میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اجسام انہیں خواص کے ساتھ موصوف بنائے ہوں جنہیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں ان کی نظیر ہوں پیدا کئے ہوں جیسا کہ نام جن ہوا ممکن ہے کہ ان کا مادہ مادہ ایہہ کی طرح ہو جس کی نسبت آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام عالم میں بہا ہوا ہے حالانکہ اسے دیکھا نہیں یا ان کا مادہ مادہ ہوا کی طرح ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے بنا کر اس کے ذروں کو ایسی کیفیت پر مرتب کیا ہو جس کی وجہ سے انہیں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ اسنے جو ان کو جمادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ اسنے حیات اور اک۔ اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اس کے فیکھنے پر قادر نہ ہونا ان کی شفافیت اور لطافت کے باعث سے ہو جیسے کہ ہوا اور ایہہ کا حال ہے علاوہ یہیں پروردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھلائی دینا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سابق میں اسکی تقریر گذر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اس کے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی توجیہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جسکی وجہ سے وہ ہوا۔ ایہہ یا ان کے مثل کسی اور شے سے کچھ مقدار لے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اسکو کشیف کر کے جس صورت کا چاہیں خول بنا سکتے ہوں پھر اسے پہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اسی صورت کے معلوم ہونے لگتے ہوں اور کبھی ایسی اعمال میں جو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام کو بعض کچھ غائب منقلب کرنے پر جیسے کہ کشیف کو لطیف اور لطیف کو کشیف بنا دینے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقلوں کو بہت ہی آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہونا کیسے ہی کہیں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کی جانب منسوب ہوتا ہے جسکے وہ اعمال عقلوں کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نبات کو مختلف خواص عطا کر دینے کے واسطے میں ہوئے ہیں اسلئے اس میں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہئے۔

سہا یہ امر کہ مادہ یکہ لطیف اجسام میں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اکھیر کے پہنکے دیتی ہیں اور زبردت کمرانی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گراناہر اشیا کو جگہ ہزاروں کو می مل کر حرکت بھی نہیں دے سکتے کچھ لینے ہے دیکھ کر ملائکہ اور جن کے اعمال میں کچھ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا مخصوصاً جبکہ اسکا ہی خیال کیا جائے کہ انکو ان اعمال کی قوت بخشنے والا خدا ہے جس کی قدرت

فصل اول در بیان خواص اجسام
اور ان کے افعال و قوتیں
اور ان کے افعال و قوتیں
اور ان کے افعال و قوتیں
اور ان کے افعال و قوتیں

کی عظمت کے سلسلے یہ ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ دیتے ہیں حالانکہ اُن کی ہاتھ کی قوت محض اُنکے پتھوں کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گوڑے (مہدار اعصاب) جو دماغ کا ایک حصہ ہے اُنکے ہوتی ہے کہ حرکت کا مہدار ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے اوپر اُسے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہے خون کا ایک زیادہ قطرہ بھی اُسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہے جسکے بعد پھر انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو یہ دیکھ کر ہمیں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شے نازک و لطیف کو ایسی قوت عطا کرنے پر بخوبی قادر ہے کہ جو کثیف اور سخت شے میں موجود ہو کیوں نہ ہو اُس خدا سے پاک کی عجب قدرت ہے۔

سہ ماہی کا اتنی بڑی مسافت کو جو اسی مساوی اجسام کے مابین حاصل ہے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر لینا تو میں کہتا ہوں کہ عقلاً اُس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسلئے کہ حرکت کی تیزی کسی حد کے ساتھ مخصوص نہیں اسی روشنی ہی کو دیکھئے کہ آفتاب سے کہ جو ہم سے نو کروڑ میل سے بھی کچھ زیادہ فاصلہ پر ہے اُسکے منٹ اور کچھ کسر کی مدت میں ہم تک پہنچ جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ روشنی تو ہمارے نزدیک حرکت اور عرض ہے اور یہ اجسام ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ کے طبعی علوم (سائنس) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو جسم زمین پر گرنا ہے پہلے سکند میں اُسکے گرنے کی تیزی سولہ قدم اور کچھ کسر ہوتی ہے اور جب وہ آفتاب کی جانب گرے تو اُس کی تیزی پہلے سکند میں چار سو پچاس قدم اور کچھ کسر ہوگی۔ پھر اُسکے بعد کی تیزی دریافت کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جسم کے ساقط ہونے کی تیزی پہلے سکند میں جب قدر تھی اُسکو اُس عدد کے مربع کے ساتھ ضرب دیدیں جس عدد کے لحاظ سے آپ کو تیزی دریافت کرنا ہے مثلاً دوسرے تیسرے چوتھے سکندوں کی تیزی دریافت کرنے کے لئے ۲-۳-۴-۵ وغیرہ عددوں کے مربع کو علیحدہ علیحدہ پہلے سکند کی چال میں ضرب دیدیں تو یہی حاصل ضرب جواب ہوگا۔ پس اس قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اجسام کی تیزی اس قدر زیادہ ہو سکتی ہے کہ عقل کو سخت حیرت ہو ہی ستارہ مشتری کو دیکھئے جس کی نسبت آپ لوگوں کی ہیئت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل اُس کی چال ہے یعنی توپ کے گولے سے بھی تیزی تیز چنانچہ جتنی دیدیں انسان سانس لیتا ہے اتنے عرصہ میں نو میل چل جاتا ہے اور اُسکی محوری گردش میں اُسکے سطحی اجزاء کی تیزی چار سو گھنٹہ میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ حالانکہ وہ ہماری زمین سے بقول آپ کے یہاں کے ہیئت والوں کے جسکے ساتھ دوسرے ہیئت وال بھی متفق ہیں ایک ہزار چار سو گیارہ گنا بڑا ہے پس وہ خدا جسے اتنے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اتنی دور دراز مسافت کو اس قدر تیز تھوڑی مدت میں قطع کر سکے تو اُس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ شے تو بھی بہت ہی تھوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کر دے اگرچہ یہ مسافت اُس مسافت سے جسے ستارہ مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہ ہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح طور پر نظر کرنے سے اس بات پر عقل کی کچھ تسکین ہی ہو جاتی ہے کہ جس خدا نے اس ستارہ کو اس قدر تیزی سے چلا رکھا ہے اس جس کے بڑے سے بڑے عہ مثلاً ہم کو چوتھے سکند میں اسی جسم کی تیزی دریافت کر لے جسکی پہلے سکند میں سولہ قدم چال تھی تو سولہ کو چار کے مربع یعنی سولہ میں ضرب دیدیئے تو حاصل ضرب یعنی ۲۵۶ جواب ہوگا صورت یہ ہے $۱۶ \times ۱۶ = ۲۵۶$ جواب ہر متر

عمل پر بھی وہ قادر ہے خصوصاً جبکہ گرنے والے اجسام کے قانون نے حرکت اجسام کی تیزی کی بحد زیادتی اور بھی صاف ظہور پر ظاہر کر دی ہے اور اگر آپ کہیں کہ مشتری کی رفتار تو بڑی قوت کشش کے ہے جیسا کہ ہمارے علوم میں اسکی تفصیل موجود ہے اور اسی طرح گرنے والے اجسام کی تیزی بھی اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ وہ قوت کشش ہے کیا چیز جس کا نام لیکر آپ ہمیشہ ڈینگ مارا کرتے ہیں اور اس کی جانب کائنات میں بڑے بڑے اعمال کو منسوب کرتے ہیں حالانکہ آپ کو نہ اسکی حقیقت معلوم ہے اور نہ آپ یہی بتا سکتے ہیں کہ وہ اجسام میں کیوں قائم ہے اور اس کا کیا سبب ہے غایت سے غایت آپ ان حوادث کائنات کی وجہ بتانے کے لئے جنکو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے جیسے کہ نظام شمسی وغیرہ اس کے قائل ہو گئے ہیں اور ان کے ثبوت کے تسلیم کر لینے کی تہذیب پر بنائے تو سہی کہ اسے ایجاد کرنے کیا اجسام کا خاصہ کہنے بنا دیا اور کائنات میں اسے اسے بڑے اعمال اس سے کہنے لے کیا اس خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے جس نے کائنات کو عدم سے ایجاد کر دیا اعلیٰ درجہ کی حکمتوں اور کامل انتظام پر بنایا۔ پس جب یہ خدا قوت کشش کی ایسی چیز کے ایجاد کرنے اور اس سے ایسے ایسے اعمال کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس سے کب عاجز رہ سکتا ہے کہ لاکھ (فرشتوں) کو انہی ساف کے بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کرے اور قادر کر دے خواہ کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے جو ان میں اسے رکھا ہو یا بلا کسی قانون کے کیونکہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے اور اسکی قدرت عظیمہ کچھ ہی کہوں نہ ہو سب کی صلاحیت رکھتی ہے۔

رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بہرہ ہونا تو اس میں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی بخلہ مخلوقات خداوند ہی کے ہیں جنکو اسے انہیں آسمانوں ہی میں سکونت پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائنات ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کرڈل ہی حیوانات جو خورد میں سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور انکی قدرت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سب کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ کے علاوہ لوگوں میں سے بہتیرے بہتیت دانوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جنکے وجود پر ان کے اعمال کے آثار سے جو ذریعہ بڑی بڑی خوردہ جیوں کے خیال میں آئے ہیں استدلال کرتے ہیں وہ آثار یہ ہیں جیسے راستوں کا مفتوح ہونا انہیں کچھ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ۔ پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور انہیں آسمانوں کے پیر ہونے سے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ حمد گذشتہ امویعی ملائکہ اور جن کے ثابت ہوئے۔ ان میں ان خاص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پُر ہونے پر یہ بیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں ہے! تو یہاں بھی میں یہی کہوں گا کہ ان سب چیزوں پر ان کی دلیل ان کی شریعت کی نصوص میں جنکے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلق ہوئے ہیں اور وہ سچے ہیں اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق ان کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے سے ہو چکی ہے یہی امر ہے جسے ہمیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کروایا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جس کے نشے سے کوئی خیال نہیں لازم آتا ہے بلکہ کسی تاویل کے ساتھ ایمان لے آئے۔

اب رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے جسکے میں اور وہ اس کے بدن کے علاوہ ہے اور اسکو بدن سے ایسا متعلق ہے جیسی وہ جسم سے اس میں حیات پیدا ہوتی ہے۔ اور جب وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے تو اسکو موت آجاتی ہے اور یہ کہ یہ روح بدن سے جدا

ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اسے ادراک ہوتا ہے اور عالم حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہونے کے بعد خدا کا
پھر ٹوٹا لگا اور اس کے ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دے گا اور اس نے جو اپنی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوں گے
ان کی جزا دے گا اور برے عمل پر ان کی سزا کرے گا اور جو وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انہیں حیات قائم ہوتی
ہے اس وقت لذت اور عالم مجموعہ روح اور بدن کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی
ہیں اور انہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا کہ انہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل انکو نہیں
حاصل ہوتی جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات کو پس میں کہتا
ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کے علوم سے محض سیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اس کے
سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نہ جان سکے علیٰ ہذا القیاس حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سنئے کہ پیروان محمد
صلی اللہ علیہ وسلم سب پر متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اس میں خوض ہی نہیں کیا اس لئے کہ صاحب کعبہ
سے اس پر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر ان شرعی نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر
دلائل کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود ہے جس کی حقیقت خدا ہی
خوب جانتا ہے اور اس کے وجود کے قائل ہو جانے سے عقل کے مزاحمی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اس کا محسوس نہ ہونا اس کے عدم
کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اس کو اسکی لطافت کی وجہ سے محسوس نہ کرتے ہوں جیسے کہ ایتر جس کے آپ قائل ہیں
حالانکہ آپ نے کہی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُس کے بہت باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے
کہ وہ حیوانات جو بزرگ و خرد ہیں (مانی گراسکوب) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے اس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں خوض کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ نووی ہیں جیسا جو ہرہ کے حاشیہ ابتر
ہے کہ روح کے بارہ میں جننے اقوال میں سب میں زیادہ صحیح بعض محققین (وہ امام اچھر میں ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک
لطیف شفاف بالذات ذمہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سبز شاخ
میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مقربہ ہے۔ بعض کہتے ہیں
قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر انہوں نے نفس حقیقت انسان میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے
ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ رازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اس کے روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر ذکر
ہوئے کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جب تک کہ تعلق بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے
اور بدن صرف اس کا قالس ہے۔ لیکن بعد اسکے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے اور ان کے بدنوں کے فنا اور
منتشر ہوجانے کے بعد ان کے بدنوں کو دوبارہ بنا کر انہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور ان کی ارواح کا ان کے بدنوں کے ساتھ تعلق
پیدا کر دے گا اور ان کے حساب لیگا پھر ان میں سے بعض کو جنت جزائے مکان میں داخل کر دے گا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے

مکان میں داخل کر لیا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اسکے قوا میں سب کچھ اسلامی بن کے قطعی ہوں میں سے ہے جس پر ان سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اسکے ممکن ہونے یا اسکے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اس پر دلائل قیام کے لئے ہیں۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بحث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مشرک کہتا ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بحث کے تمام عالم کے شمار ہو جائے تو کون کونسی قیامت ہے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس شمار کا امکان چونکہ نہایت دور پہنچا تھا تو نہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں شمار ہو چکے جاتے ہیں سو ان کائنات فانیہ دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جائیں اس لئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بحث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اور میں گفتگو شروع کر دی مگر زمانہ حالی کے خیالات کے مطابق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اس لئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرتع عالم کی تقریر دلپذیر سے خلاصہ کیلئے جس میں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب بخیر کر دکھایا ہے اب قیامت واجب کا مضمون مکمل و مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا اثر مقابل پر غالب آنے کی قوت، جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں مبداء کہتے ہیں (کبھی ضائع جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جاوے گی چنانچہ پروفیسر لٹلٹن نے بھی کتاب کنسر ویژن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) میں اسکو خوب ثابت کیا ہے اس لئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور سیکے ہرگز پر آپ ٹرے دعوے سے کہہ کر تے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہو گا تبی کہتا ہوں آپ بولتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بہر میں آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں دو چیز کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مدوجز (جو آفتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت یا رفتار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اس وجہ سے زمین اور بانی میں بے انتہا گرہ پڑتی ہے جس سے بانی بانسوں اور پٹا جاتا ہے اور یہ لگا لگا چڑیوں گھومنے والی زمین کی رفتار کو فوراً روک یا کم کر سکتی گراں رفتہ رفتہ اس کے زور کو کم اور فنا کو مستحکم کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوے کا ثبوت ان انجمن کی تحریرات سے آپ کو مل سکتا ہے جنہوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے درست کیا اور اسکا مقابلہ تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کم پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات اٹھو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور دورانی تیز اس رگڑ کا یہ ہو گا کہ اب چوبیس گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جائے والی زمین آئندہ کبھی اس قدر زمانہ میں حرکت کر سکے گی جس قدر عرصہ میں کہ آفتاب حرکت کرتا ہے یعنی تیس دن بارہ ساعت چوبیس دقیقہ اور تین ثانیہ اور ہر رگڑ کو تو فوج ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلا محال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب چھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے باہر کوئی مادی

عہ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت ایسی ہے ۱۲ مترجم

یہ تمام کتب فنا ہو چکی ہیں
صرف ایک مصنف باقی رہا

کسمات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُسکے ختم ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور اوج کا اُنکے ساتھ مکررتعلق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بحث اور اُسکے قواع ضروریات ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم (تقریباً حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضروریہ جس کو ایتر سے تفسیر کرنے میں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہونے کے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دم وارستارہ جس کو ان کی حرکت کہتے ہیں بلکہ وہ غالب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہو گا کم کو حساب سے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آیزروٹین (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کی ہی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہر ایک طرح سیاروں کے مابین میں واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر پھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے متبادل میں گو بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن دق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرے گی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آ جائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر ہم فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور ہر اس وسیع اور پھنسا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار باہر نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہونا ناگزیر کیونکہ اس سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اُسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے رنگ جانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی؟ لیکن بعض بعض فلاسفوں کی تخریص سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ نہ تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ تو ہر ایک محققین میں سے سر مہری ڈیوی۔ بنجمن۔ ٹامسن۔ کائونٹ۔ کرمفرڈ۔ سی۔ کوپن۔ میر۔ کوڈنگ اور میرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس آئی بنا پر ہم بھی اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب ضاب ہو جاتی ہے حرارت تمام عالم پر پہنچتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اسکا بڑھنا کبھی ہر محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلا کر ایک ایسا وقت نہ آئے گا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈیوی۔ ٹامسن کہتے ہیں کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منظم) ہے جسکی ابتدا حق اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک سال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹہر سکتی۔ ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے ہر ذیہ کمال اور رابرٹسن صاحب نے کیا خوب کہا ہے اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا سبب فرض کریں جو ہمیں جلا سے قوت شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اسکو مثل ایسے لپکے خیال کریں کہ جو جلا یا گیلے ہے ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ ٹکٹل ہو جائیگا۔

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے عمل کا مں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹیمپریچر) پر ہے جسکا اعتدال اس قیق ماوس پر منحصر ہے جو غالب زمین۔ اور سیاروں کے مابین ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر رہا ہے اسے ملانرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے

عہ دیکھو انسائیکلو پیڈیا ریٹائنگار ۱۲

عہ دیکھو پاپیر ریٹائنگار آئن سٹائن گالائیڈ رابرٹسن ۱۲

ماتے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرورتاً کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانے کی تفصیل اور اُس کی کوئی کیفیت ہی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُن کی نسبت کچھ جانب سے انہیں اُس کی تکلیف ہی گئی لیکن جب اُن کے مخالفین نے جو بحث کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جسے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں لفظ ہر عقلی محالات لازم آتے ہیں معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں اور اُنکی ممکن کیفیت کے بارے میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُنکی تفصیل میں غرض کریں اور حور کر کے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقول کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پر نشان نہ ہوں۔

چنانچہ جو اشکالات بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کچھ جانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کی وجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جائیگی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اُس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کچھ جانب سے اُنکی توجہ سے وہ انسان ہی نہ ہو جائیگا پھر جب اُنکی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہو گا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلا انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابل یا قابلِ مذمت اور ستی ثواب یا عقاب اپنے مادہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے ہے پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ کو کار یا بدکار انسان نہ ہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھانا جائے تو اُنکی غذا بنانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بحث کے وقت دہروح ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعراض کہ کھروے زمین پر پرلے مردوں کی لاشوں کے اجڑا ہوں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کی دشت لگائے گئے اور اُنکے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بن کر اُنکے بدن کا بھی جز ہو گئی پس ایک اصل اور ایک دہ لائے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکہ ہو سکیگا فقط ان اشکالات کے مقابلہ میں بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے دفع کرنے کے لئے اجمالیوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور اُنکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اسے مستحق کے عجائب اُسکے اعمال کے غرائبِ دفاعی کے ذریعہ سے یقینی دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے

محاط سے بحث کا ایسے طور پر ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی ایسے طریق پر واقع ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری کرے گا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کر سنے و تقبیہ حاشیہ متعلقہ ۱۴۲۱ اس ایتر کا پیر اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو دینار بننے کی جگہ نہیں رہیگی۔ ہانات کا زمین پر نہیں نام نہ رہیگا کیوں سو کہ جائیں دریاؤں میں خاک ڈیگی اور ہر کل جاندار کیا چرند کیا پرند کیا انسان کیا حیوان سب مرکز بجائیں گے۔ سیاروں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوئے بہت کم بن جائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ سب سیارے کیسے وقت میں اُنہیں بٹ جائیں گے۔ حشر پرا ہو جائیگا۔ زمین بہت چلیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑیں گے ہستی کا یہ سارے ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۴ ترجمہ۔

فصل
میں سے کچھ
دوبارہ زندہ ہونا
اور اسکی شدت
میں کی کیفیت
میں میں اُن
اور افعال کا ثواب
میں میں ۱۴

اور کہ وہ دین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء ٹوٹا لئے جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے یعنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زاد اجزاء ایسا ہی اُس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دو سنہ انسان کو کہا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اسکے حاشیہ کمال سے نقل کر کے یوافت میں

اصلی اجزاء اور زاد اجزاء کا امتداد کر رہے اور اسی امر سے باقی مشبہ ہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اُنکی تقریر کرتا ہوں پس امر مانع ہو سکتا ہے اگر امتداد تعلق جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو مشغول ہونے اور اپنی صورت کے داخل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے سے چاہے وہ زاد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء ان کے منتشر ہونے کے وقت لئے جدا ہو جائیں گے پھر بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا نہیں اصلی اجزاء کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زاد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء پر مشتمل ہو گا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات ٹوٹا لی گئی ہے اور ان کے ساتھ زاد اجزاء ملا دئے گئے ہیں جن کے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اُس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دوسروں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ ہر تہہ آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اُسی طرح بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اُسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور اُنکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی خیال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدر فی قانون کے درجہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا اکتونہ دیکھنا اُن کے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زاد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آ سکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایئر وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی مخصوص بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر عن ظاہر ثابت ہے کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زاد حیات میں سب کے بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بچائے اُن کے بدن پر خدا کے دوسرے اجزاء جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اولیٰ تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بنتا بلکہ اُنکی صورت اُس کی روح کا اعتبار ہے اور ذاتی تقدیر پر اصلی اور زاد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بااثر کلفت نہایت ہر دو قسم ہے ۱۲ ترجمہ

انسان کے دو قسم کے اجزاء
پہلے جن کے اجزاء تبدیل ہوتے ہیں
اور دوسرے جن کے اجزاء تبدیل نہیں ہوتے
اس بنا پر تقدیر ۱۲

ایسے طریق پر ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیل کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی پہچان تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی و کافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارے میں ہمارے آن میں سے کسیکے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علماء کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کروں تاکہ اُسکے پہنچنے کے بعد توجہ و توجہ اچھی طرح دل کو لگے

پس سنیئے کہ شریعت محمدیہ کے علماء کا بڑا حصہ جس شخص سے سب پر کہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ڈھانچے کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی) ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں (چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات کا تو ہمیں یہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزاء کی اور یا دنی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہونے میں اور بیات بھی بالبدن است معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے مختار ہے اور ان دونوں باتوں کے ملائے سے اسکا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے یا وجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہو جاتا ہے پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مختار ہوا اور کچھ کہتے ہیں کہ کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الْإِنْسَانَ شَيْئًا ۚ يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ وَإِنَّكَ لَعِندَ رَبِّكَ لِرَءُوفٌ رَحِيمٌ" یعنی ہر جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتے ہے پس یہ نص اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: "انبیاء اللہ تعالیٰ لا یموتون و لکن ینقلون من دار الی دار لیخلفنہم خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردئے جاتے ہیں" علیؑ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ" اور حضرت من جعفر الناریؒ یعنی قریب باوقات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا اگر یعنی نوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق" پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان ان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بدست عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز نہ لکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہونگی۔ اور یہ نرا دھوکہ ہے۔ اور حجب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جہن کو کاسخ ہو جانا معلوم ہوا ہے ان کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت سخی میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی جانب وہ سخی ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہو گا حالانکہ سخی سے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ سخی ہونے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مختار کوئی شے ہو۔

جہ فقہ و اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ اگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کئے جاویں انہیں شبہ ظالمت سے علیٰ علماء امت کا نہ ہو و اللہ اعلم۔

فہم
امام رازی کا اس بات
پر استدلال کیا ہے
کہ انسان کا بدن
مردہ ہوتا ہے اور
اس کا مختار کوئی
شے ہوتی ہے

پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب اور اک عقلی ہو نا ضروری اور اور اک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہو تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان ہی یہی ہے اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسپر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اسپر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جانا چاہئے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کا قول وارد ہوا ہے (واذا اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذرہم وامنہم وامنہم علیٰ انفسہم۔ الست برکھم قائلوا بی شہدنا) جس کا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے انفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر رکھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو تمہارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی نبیئت پر ان کی پشت سے نکالا، پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علمائے اس مقام پر کہہ رہے۔ (جیسا کہ تفسیر حلائلین کے حاشیہ جمل میں تفسیر فاران سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد ذرہ کے مانند ان کی پشت سے نکالی پھر ان ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے ان کی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر ان ذروں میں سے بھی ان کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اسی طرح یہ سلسلہ نفع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر ان سب میں عقل۔ فہم۔ حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست برکھم" کے ساتھ خطا کیا اس کے جواب میں سب نے بلی (بے شک) یعنی تو تمہارا رب ہے کہا اس کے بعد سب کو آدم کی پشت میں پہر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود بنی ہوئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ (السیلای جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ جمل میں شعرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ان کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہ انہوں نے گویائی کے ذریعہ سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دی ہو (میں کہتا ہوں کہ جس نے وہ حیوانات جو بذریعہ ماگڑ اس کو ب (خود بین) کے نظر سے دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جس قدر اور اک انہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں ان میں تو والد و تناسل ہوتا ہے۔ ایسا رسال چیزوں سے بنتے ہیں۔ ان کی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کمر جاتے ہیں تو انے اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہوگا اور خدا کے علم و قدرت کو خاطر کر کے اسکو ذرا بھی سبست نہ سمجھیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق انہیں پر آیا کرتا ہے جسکی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے انکو زندہ نکالا ہے کیونکہ انکو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بالوں کی پشت کی تار کی ہیں ان میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ ان کی ماؤں کے پیٹ کی تار کی ہیں ان میں ارواح پیدا کرے گا

میں ان میں اولاد دے رہا ہے
یعنی ان ذرہ کو نکال کر انکو
اللہ تعالیٰ نے ذرہ سے
انسانی تخلیق کیا ہے

اور تیسری مرتبہ اس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خلقنا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث" کا مطلب ہے دیگر تین تاریکیوں میں پہلے بعد دیگرے پیدا کرنا خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہے پہر کہا ہے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرے کے بعد زمین میں ٹوٹانے کے وقت کیا کرتے تھے اس کا قیاس اسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتے تھے اور زمین میں انکو ٹوٹا دیتا ہے۔ انتہی باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور شہور ناموں میں سے بعض نے (امام ابو طاهر ابن کثیر) سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب ابو اقیس سے معلوم ہوتا ہے (سابق الذکر مشہوروں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کہی نہیں رہتا۔ اور ہر ذرہ ہی جزا ہے جو قائم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ ذروں کے خطاب کرنے کی اہمیت میں ہے جو پیشتر گزری) اور قبر میں اسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ دار بنتا ہے اس طرح کہ اس میں روح ٹوٹا دیا جاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اسی کے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجا دیں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بنجا دیا گیا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالفت ہے نہ شرع۔ انتہی بعض اختصار۔ (امام ابو طاهر کا قول) کسیدہ اختصار کے ساتھ تمام ہوا آپس میں دلائل جنہیں کہ اس عالم (رہزی) نے اس بات پر قائم کیا کہ انسان اس ڈھانچے کا نام نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جنہیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا نہ کرے اور جو کچھ اس بار میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ محل سے پیشتر منقول ہو چکا) لکھا ہے کہ سب سے کہا گیا ہے اور وہ مقرر ہے کہ اس اسلامی عالم (ابو طاهر) نے ان مشہوروں کے رد کرنے کے لئے جو بحث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اس کے مخالف نہیں جب ہم ان سب کو خیال کر کے سمجھتے اور لفظ دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ روان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ ان اجزاء اربعہ کی تفسیر انہیں ذرات کو ٹھہرائیں جسکی نسبت پیشتر گزر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور ان سے عہد لیا گیا تھا سو انکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ حلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ نامزد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو کئے جاتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو بارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے حقیقی کے ہیں جو ان میں حلول کرتے ہیں اور انسانی ہیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ نامزد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدائش کے متحقق ہونے کے باب میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ان اجزاء زندہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ اچھینا عادہ کے جائیں یا ان کے مثل اور اجزاء ملا دئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جسکا اعتبار ہے وہ صرف حلی اجزاء ہیں جن پر سوائے اسکے اور کوئی حالت ظاہری نہیں ہوتی کہ ریح ان سے نکل جاتی ہے اور نامزد اجزاء ان سے جدا ہو جاتے ہیں اور رجعت میں انہیں کیجا بن روح ٹوٹا دیا جائیگی اور نامزد اجزاء انہیں کے ساتھ ملا دئے جائیں گے۔ اور پیشتر گزر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پرکتھا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاقت اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں بانی۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور سیکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا فردہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے بہرہ اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنا لئے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے قوت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اس کے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور ان ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دئے ہوں جیسے کہ ان حیوانات کے اعضا ہوتے ہیں جو مائیکر اسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا بیشتر ذکر ہو چکا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو ذرا بڑا کر کے بنایا ہوا اور ان کی اس ہیکل میں کہیں پرانے اس فردہ (جزر اصلی) کو بھی رکھ دیا ہوا اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فرمایا لو جی صاحب والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) بہرہ ان کی (ادراک) ساری اولاد کے ذہن کو ان کی ہیکل کی پشت میں رکھ دیا ہوا اور ان میں ان کے طول ہی دروں کی گنجائش ہونا کوئی عجیب چیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکر اسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہو گا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ ان کی پشت میں جمع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سمائے ہوں۔ بہرہ خدا کے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو ان کے فردہ (جزر اصلی) میں جو ان کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہوا اور وہ ان میں حلول کر گئی ہو۔ اور عجیب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) اس کی طرف اشارہ ہوا اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جس کے نئی طرح پر پیدا کرنے اور ان کی پیدائش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ مستغرق ہے۔ پس اس فردہ (جزر اصلی) میں اس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل میں پھیل کر گئی ہو کیونکہ خدا کے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا کہ اس کی پشت سے بنی آدم کے سارے ذرے کو نکالا ہو اور ان میں ان کی روحیں داخل کر دی ہوں جسکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بن گئے ہوں اس کے بعد ان سے خطاب کیا اور عہد لے لیا ہو بہرہ ان کی روحوں کو لئے جا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا دیا ہوا اور مسامات کی راہ سے ان میں

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور سیکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور سیکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

داخل کر دیا ہو جس طرح آنے نکالا تھا اور سی طرح تو اہر اس کے کپڑے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور نہیں سے نکل آتے ہیں جسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی جڑ کے رحم میں آئے لگے اور انکی زوجہ کے تخم میں حلول کر لے گئے۔ پس انکی ہیکلیں ان تخموں سے منی کے ساتھ ملا رہنے لگیں اور خدا اُس کو طرح پر نشیخ کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بن گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے تخم کی جانب منتقل ہوا تھا اُس کے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہو کر چلے آئے ہوں چکا سلسلہ قرآن اس ذرہ سے چلنے والا ہو گا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ ہی یہ ذرے اسی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت انکی اور ان ذرہ کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے ختم نام تک یہی کیفیت رہی۔ اور شاید اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الْأَسْبَاطِ مِنْ أُولٰٓئِكَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِكَ لَقَدْ كُنَّا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَٰكُم بِحُسْنِ الْحِسَابِ) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا کہ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو ہر جہت پر تیار ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اور اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سران ہو جاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل اجزا کہتے ہیں اور یہ تمام عمرانی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے قح کے عود کرنے سے حکم خدا زندہ ہو جائیگا اور جسے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زائد اجزا ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پر اُس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زائد اجزا سے بنی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اس کے بعد ہیکل مٹل ہونے لگتی ہے اور اس کا پراگندہ ہو جانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے جو سیدہ اور مٹل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف انکی ہیکل کی ترکیب میں جو زائد اجزا سے بنی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ مٹل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل مٹل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اہل اجزا کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کی وجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ انکی روح کا اُس سے جدا ہو جانا اور انکی ہیکل کا مٹل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو انکی روح کو پھر اُس میں داخل کر دے گا پس انہیں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل مٹل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اور اُس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے لئے جائے اور اسی کے مثل اور ان بزرخی امور پر جنکی نسبت شرعی انصواب وارد ہیں جو شبہ کئے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعثت ہوتے ہیں انکی صورت بھی سمجھ میں آگئی پھر جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اکٹھا یگا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلوں کو جو کہ زائد اجزا سے بنی تھیں دوبارہ بنایا گیا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزا سے بنے جسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزا

عہ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مترجم

سے کیونکہ دارو مدار توان اکی فردوں کے نہ بدلتے پر ہے زائد ہزار چلے ہیں بلیں یا نہ بلیں۔

اور ان فردوں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ صوح متعلق ہو چکی ہوگی اسلئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قائم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھ دیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد ہزار کئے کائنات حاصل ہوئے ہوں۔ انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور اے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے قطرہ ہر پانی میں ان کے بکثرت پائے جاتے ان کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکرا سکوب (خوردین) کے ذریعہ سے تحقیقات کر کے قائل ہیں خود کرینگے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحصال نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اس بات میں تامل کریں گے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور انہیں اٹکے دوبارہ داخل کئے جائے ہیں آپ کو ذرا بھی استعجاب نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا جیسے کہ ملیریا میں بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقائق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم و اکثری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ مٹی میں کیڑے پائے جلتے ہیں جو نہ کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور اداہ کے تخم کو حاملہ کرتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکرا سکوب (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذروں کو اس طرح ہلکے جس سے ان کا مختلف سمتوں میں چلنے مٹی میں حرکت کرتے بہتے ہیں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہتی بشرطیکہ مٹی کے طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق ڈالنے پائے اور اداہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قائم رہتی ہے اور پھر چوبیس گھنٹہ تک اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا اور بعض علم فریالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی مٹی میں پائے جاتے ہیں اور اداہ کے برعکس یعنی تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فریالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سجائے نہ مٹی کے انہیں کپڑوں کو نبی آدم کے قدروں کا جو کہ آنے بھی چھوٹے ہوں حال بنایا ہو اور وہ انہیں مٹی میں لئے
پہرے ہوں یہاں تک کہ اس کے تخم میں اٹکڑا تے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے مٹی سے مادہ کے تخم کے نشوونما
پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جس میں کہ روح حلول کرتی ہے اور اس میں اول نباتاتی ہے پھر اس سے تمام ہیکل
میں سرایت کر جاتی ہے وہی ہو جس کے حامل یہ مٹی کے کپڑے تھے اور جسے کہ انہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کروا تھا اس
آسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتے ہیں جو اس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں اور اس کی ہیکل بناتی ہے
ہوں حتیٰ کہ اس کی مٹی میں نکلے ہوں اور اس کی فروغ کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا رہا
اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شعاع مانع نہیں تو پھر وہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بشارت عقلا کا یہ قول تحقیق
ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے مختلف اس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں
کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی مٹی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔
پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اس کے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل
ہو گئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ
سے جڑا ہو کر آتا ہے اور اس سے صرف اسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جڑا ہو کر آنا ایسا
امر ہے جسکو کثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے
اسکی کسی قدر تائید ہو سکتی ہے۔

پھر علماء علم فراہم کرنے والی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور انکی داری بتا ہی وہ ہیں تائی
ہیں اور پھر خود ہی انکو توڑا ہے آخر کار جس امر پر کہ قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر
انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت کا نظام ان عصبی گانڈھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں اس نظامی
عمل کے حقیقی مرکز بھی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے
یعنی انکی حرکت باقاعدہ اور رکنگ کر کیوں ہوتی ہے یا برکیوں نہیں ہوتی ہوتی۔

پھر انہوں نے کہا ہے کہ کثرت تحریروں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے ضرورت
وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک انکا کلام ختم ہوا پس جب آپ اس قول میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر
اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب ان میں روح حلول کرتی
ہے تو ہمیں وہ حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام
ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی
حیات اور اس کے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ ہستیرے ایسے نہایت ہی بڑے آلات
ہیں کہ جب انکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے
کافی ہو اور اس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جسکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر پہلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کوئی استبعاد باقی نہ رہتا ہے جو علم اور کمال قدرت رکھتا ہے جسے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیلئے جسے خواص کو دیکھ کر فکر و دل کو حیرت دیتی ہو جاتی ہے۔ اور عقلمیں اپنے آپ میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ فرد ہی ہے جو تاب میں حلول کئے رہتا ہے اور جس میں کہ روح حلول کرتی ہے پس اس میں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض سمات کا آئہ ہے کہ اس عالم میں یہ ذرہ اپنے اعمال پر کئے اور اس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کر لے اور یہی فرد مع اس روح کے جو ہمیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعادہ کیا جائیگا اس کا نعمت ملیگی اور اس کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے مشبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بحث قبر میں سوال ہونے۔ اس میں نعمت یا عذاب کے لئے جاتے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اس کے بعض اجزاء کے اعادہ کی ان میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ (سن عجی العظام وہی میم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرة) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ (تو اے پیغمبر اُٹھ) آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جسے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بحث اور اعادہ کی اس توجہ کے ساتھ کیونکہ منطق ہو گا جس کو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجہ کا یہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے میں بحث ہو گا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بحث ہو گا لیکن پیشتر جو اشکالات بحث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے منفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات منفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کے جانے پر جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بحیثیت اعادہ کئے جائیں یا نئے مشد و سرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء ایچے ہیکل کے اعادہ کے جانے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اصل جاہلیت کے خیال کے موافق ان کے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بحث کے ذکر کرنے کے وقت ان کا خیال صرف ہی ہیکل کی جانب جکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جانا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے ہو کر آئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پہلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکہ مجمع ہو جائیں گے پس نصوص نے اسکے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ اسے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا اس کا علم تمام وجود کو محیط اور اس کی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس اسکے اہر اضوں کے ایسے ہی اور یہی جوابات ہیں۔ آجیہ اعراس توجہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذرے کے اعادہ کے جانے کے

فصل
خلاصہ جو انسان کے
ذرات زندہ
کیے جاتے ہیں
بارے میں
ذکر ہوتا ہے

بارہویں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ مذاخیر کر لیا جائے۔

لے صاحبزادہ کچھ میں اس سے بیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی سبکیں کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ تفصیل میں سننا اس مقام پر بیان کی سہولت سے سبب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا آنکے ذمہ بحث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے جسم اور دائرہ و قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے انہوں نے ان شہیوں کو دفع کیا ہے جو باعث و فیروزہ پر وارد ہوتے ہیں اور آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے کہ امام ہاشمی) اور ظاہر مہضف سراج ہشول شہرانی، خازن، اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر منع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء جسے جنہیں انہوں نے اعضا منوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ جن انہیں ذروں کے ساتھ ملکہ حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ دائرہ اجزاء سے انسانی سبکیں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقرر تمام سبکیں میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ سبکیں جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ قرار کیا گیا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بحث پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے ان کا منفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہیوں کے جواب دینے کے لئے انکے قائل ہو سکتے ہیں۔ اور نہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرنے کے بعد ضرر مرد و بارہ زندہ کرے گا۔ اس سے حساب لیگا۔ پھر اسے نعمت۔ یا عذاب دیگا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمیں اسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔

پس اے اہل سائنس اس مقام میں مداخلت کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سائنس میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہونی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سوا سکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں جہت تسلیم کرتے ہیں کہ پیشینگی جملہ باتیں عقلاً ناممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی بیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں آپ کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے

لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو انکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جن میں ان امور کی تصریح موجود ہے وہ سب ملکہ تاویل کو بھی قائل نہیں ہو سکتیں۔ پس جب تک یا امور عقل منطبق اور انکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اس وقت تک انکے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کیجا سنا مال ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاص کہ بحث و حشر گو اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ انکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے انکی نظیروں کی اور انکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر ایک نبی سے کام لیا جائے تو انکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برائی نہ ہوں لیکن اطمینان محض ضرور میں جھین عقلیں مان جاتی ہیں اور انکے دولوں کی تسکین ہو جاتی ہے اور اگر ان بکو کیجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بحث کے وقع ہونے میں درابھی شک و شبہ نہیں رہتا انکے وقع ہونے کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جن میں نے بغرض ضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑا لیا ہے یا اسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدا نے عالم موجود سے وہ تمام صفات کا مدہ کے ساتھ متصف ہے انکی مخلوقات میں انکی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے۔ انپر انکی مہربانی اور رحمت بہت بڑی ہوتی ہے۔ قطعی دلیلیں قائم کر سکتے ہیں کہ بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اسکو عقل دی جس سے وہ نیک بد میں تمیز کر سکتے ہیں انہیں قدرت عبادت کی جسکے سبب سے بہلائی و برائی کے کرنے پر قادر ہیں تو انکی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے پر اجالت نہ دے۔ اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی، خلاصہ یہ کہ جتنے بے جا تہقیر کام ہیں سب سے منع کر دے۔ اور انکو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے انکی زندگی مقیم اور قائم رہے اور سب جانتے ہیں کہ اپنے اسکا کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور بے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ برقرار رکھا جائے یہ دونوں امور ہرگز چھوڑے نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہی پیشہ نہیں لگاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ گمراہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اسی سے محض ترہیب (ڈرانا) و ترغیب (دلانا) کافی ہو جائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش انسانی وہ لوں انسان کو اسبات پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یکساں لگی ہو تو انکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجع اور کمال معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر مدد

و قید۔ جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نیکو کار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی کلڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہترے نیکو کار کی بسے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق واضح و امتیاز حاصل ہو پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف و حادہ چھوڑ دیا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے

ن
بحث و حشر
واقع ہونے کو
عقلی دلیلیں
جو متصف ہونے
و اطمینان محض
ن
قائمت کی دلیل
دلیل

نفس
قائمت کی دلیل
ن
مشکلات
نفسی

نظام معاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی شکل ہوجاتی اور مکلف کو ان امور کی سجاوڑی کے لئے وقت ہی نہ ملتا جبکہ وہ دنیا گیرانہا
اس لئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی
بہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بد معاش لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ
مچائیں گے تو آپس میں ان کا بھی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ ان کے قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے
ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کرینگے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اس کے لئے
کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔
پس اگر رعیت سے نہیں ڈرتا اور اس کے ساتھ ہی اسے محاذ کا بھی خوف نہیں تو اسوقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت
کی ایذا رسانی پر پیش قدمی کرے گا کیونکہ اسکی خواہشات نفسانی اسکی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دینی یا اخروی مانع موجود نہیں۔
اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اسوقت رعیت اس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف ان کو ظلم اور بُری باتوں سے
روک نہ سیکے گا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رعیت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

ف
سب سے پہلی

پہرستے کہ جب کسی حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بُری رعیت ہو اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جلتے ہوں تو
اسکی حکمت رحمت اور عدل کا یہ مقتضا ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اندر سجانہ و تلخالے تو بہت بڑا حکیم و حکیم
اور عادل بادشاہ ہے اسلئے اسکی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں
سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ مظلوم باوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت
ذلت خواری، مقہوریت، اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گزار دیتا ہے اسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اس کے خون کی کوئی پروا نہیں
کیجائی۔ اور ظالم کو دیکھتے کہ وہ اسلئے درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم
ہونا چاہئے جس میں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

اور لیجئے اگر انسان کے لئے معاوضہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ تمام حیوانات سے گیارہ گنا زیادہ ہوگا۔ اور بیان اسکا یہ ہے کہ دنیا میں
تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک انکو کسی قسم کی
تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اس سے پہلے پہلے ان کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا انکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے
کیونکہ وہ غور و فکر تو نہیں کرتے رہا انسان چونکہ اسے عقل حاصل ہے اسلئے وہ ہمیشہ اپنے گذشتہ احوال اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے
پس بہتر ہے کہ گذشتہ احوال کی وجہ سے اسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اگر آئندہ احوال سے اسے طے طرح
کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سے سخت نفسانی آلام
کا باعث ہے پس جسمانی لذتیں سو ان میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گویر کا کپڑا گوہری میں خوش ہے
جیسے کہ عمدہ سے عمدہ ٹھکانا انسان کو لذت معلوم ہوتی ہے پس اگر انسان کے لئے معاوضہ ہو جسکی وجہ سے اس کی سعادت
ظاہر اور حالت مکمل ہو سکے تو پھر اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ کمال عقل اس کے لئے عظیم دالم کی زیادتی کا باعث ہو جائے اور کسی شے سے
اسکی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت خواری، بد بختی اور شقت ہے سو دس گنا ضرر ہوگا

ن
سب سے پہلی

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادتِ اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظہ کے کیڑوں سے بھی گنا گدرا ہو گا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے لہٰذا ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا کو یا نیک چلن اور شہریر کے درمیان میں امتیاز کروٹتا ہے تاکہ اول کو ثواب - اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں انہیں لگے لگے ہی مناسب ہے۔ وہ اپنے وجود کا شرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شہریروں - اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

اور اسی مقام سے لے لے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سب اہل شریعہ کا آپ کی نسبت یہ قول کر رہے ہیں کہ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل کوئی شر نہیں بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازماً آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آبادی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظامِ عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور اُلان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو انکے ذمہ ہیں اور انکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عالم علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات - شہوات - اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قائم کرے گا ہرگز متبادل نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مان ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجع ہو جو طریق خبر کی پیروی کرنے اور راہِ شریعت سے اجتناب کرنے کو ترجیح دے اور وہ مرجع معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گہاس کی طرح اگتا ہے پھر بلا اس بات کہ اسے کہیں جانا ہو وہ سر سے زائل ہو جاتا ہے اور اس کے وجود کا فائدہ ہی جوانی لذتیں ہیں جو مدتِ حیات میں اسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اس کے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر لئے ہوں لیکن جب اسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسی قتل کر کے اسکا کھڑول روپیہ کا مال لے لے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اس کے کہ کسی کو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے منکوحہ باز رہ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اس بات کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگا ہے۔

پس جو شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسانِ جانج تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اسے بننے سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے محققین تاہم ان میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جنکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں تھا تو اسوقت ان کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ خدا وادب رانی کے برابر ہے تو جب پہاڑی بنجایا۔ علماء میں جن فرقوں میں آج کل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے ان میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ ہر اسکاری جس سے کہ لوگوں کی نسبت ضائع ہوتے ہیں اور باہم بدادہ ہر روی کا شہسرا نہ کہلتا ہے پہچانتی جاتی ہے۔ قتل خودکشی

نہایت کجی
سے کجی
بارہ میں
کا خیال نہایت
شریح ہو چکا
جلیہ کوئی دوسرا

مسکراؤ نشی کشیار کے استعمال سے عقلوں کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ دغا بازی کرنا۔ خوب دینا ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جنسہ اجتماعی ہیئت کے نظام میں غلط واقع ہووے مہذب لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے وہیں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقہ ہلاک ہونے لگتے اور جو ہر سچی آنکھ نام و نشان مٹنے کا لگا لگا جاتا اور آپ کی جس بات سے دار و قطار روتی ہوئی عورت یہی شہس پڑے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اسوقت تک نظام عالم کی رستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ تمام اور عام ہو پر آپ سمجھتے تھے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئے گا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجیب کہ ہزار ہا سال کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھڑنے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کا اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس احق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو بہتر کرنا چھوڑ دے اور جوجی چاک کہا یا کہ اور میں لیتے لیتے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا ملاؤں گا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشہور مثل کہ تاتریاق از عراق آوردہ شود بارگزدیدہ مردہ شود پوری پوری صادق آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر۔ اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اُس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے نوجوانوں کو اسکا سبق پڑایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تمام اور عام نظر نہ آئے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دیکر عالم کیا خرابی کے دروازے کھولتے ہیں علم لوگوں میں اُس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدا غمناستہ یہ خیال عام طور سے کہوں پہیلے لگا عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کی ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض غیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ خدا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر آپ معاد کی تصدیق کر کے اُس کا سامان کر لیں گے پس اگر وہ واقعی امر ہو تو آپ کو نجات مل جائیگی اور اگر بالفرض باطل ہو تو آپ کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوری حاکم کی لیکن ماقبل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا ہی پروا نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل میں کہہ سکتے ہیں کہ کٹر سے کٹر یہاں تک کہ علینط کے کٹر سے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ خالی سیرم الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اُس شے کے بارہ ہیں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا جسکے برے نتیجوں سے خوف و اندیشہ ہو۔

مذکورہ الصدر شرعی مسائل میں سے چکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ آسمان سے

اور انکار علماء سے دریافت کرینگے تو انکو کوئی شے بھی ایسی دینی کی جو قانون عقل پر یا کسی جزو الفتنہ کے صحیح طور پر منطبق نہ ہو یا ان کو یکن شرط ہے کہ اسلام کے
 ان تہمات کے گنگو گچا کو جو شرعی قواعد پر گورے طور سے واقف ہوں اور ان اقوال پر حاوی ہوں جو ان جلیل القدر حکام کی زبان کو شرعی نصوص کی
 تفسیر میں نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بد و باتیں کرنا اس لئے تھے وہ ان بیچاروں سے کیا کام نکلے گا جنہیں سوائے رسوم
 عبادات اور احکام معاملہ کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ انکو فاضل ترین علماء اور بختہ کار دانشمند و محکم سمجھیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے
 ایمان میں بسا اوقات سدا رہہ سکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے نہیں اور یہ انہیں بھی خبر ہے کہ فقہ
 شرعیہ اصول عقلیہ میں کیونکہ تطبیق دیکھائی ہے اور کہہ سجاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور نادانستی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کر رہے ہیں جس
 لئے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کرینگے لیکن نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ بجا سے رغبت اور اسلام سے انس ہوئے گئے انکی تقریر سے اعلیٰ لغزت
 پیدا ہوگی۔ پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں اسکے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں۔

(میں نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلامی دین میں براعظم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز
 ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا ٹول اور کردی ہونا لازم آتا ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے) یہاں تک ان کی
 نظریہ تمام حوالی آپس خیال تو کیجئے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کی وجہ سے سب مل اسلام کو امر محسوس اور شاہ کے مقابلہ کرنے کی
 تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو مل لگی ہیں اور ان میں حاشا و کلا اسلامی دین ہرگز ایسا
 نہیں وہ اسقدر سستی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا پر کے دیوں میں سے ہی کو عقل میں
 سب سے بڑا جگہ ملتی ہے اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جسے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب سے
 زیادہ ہی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں گفت آنٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی
 تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو فو اتر اور شاہد سے ثابت ہو چکا ہے انکار کرنا اور جب یہی بات ہی جیسا کہ اس کا گمان
 ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کردیت کو قطعی طور پر مسترد ہو جائیگا تو اسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء
 میں جو لوگ زمین کی محدودیت کے قائل ہیں جیسے کہ امام رازی انکے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جسے
 کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب مان لیں کر لیتا مثلاً اس نص قرانی کی تاویل میں جنہیں یہ ہے کہ والارض
 بعد ذلک وحاماً یعنی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا، یہ کہتا کہ زمین کے پھیلانے سے مراد اس کی ظاہری سطح کو پھیل
 دیا جس کے قابل بننا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور یہ اعتقاد شریعت میں اسوقت تک مضرت نہیں ہو سکتا
 جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے ہی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارے میں قابل
 اعتماد خیال کئے جاتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجہ میں سے کسی وجہ پر ہی منطبق ہو سکے۔ لیکن اس بیچارہ کو اپنی ہمت
 کہاں چر جان سکے وہ تو صرف حکام کے چند لفظوں کو مانتا ہے اور سیکو بنگبارا کرتا ہے کہنے کو وہ دین کا دوست ہے
 لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے دشمنوں کی سی راہ چلتا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق
 میں رہنے کی توفیق دے آمین)

یہ تو جو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ ماہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک چوچا اور

ف
 اس بات کا بیان کہ
 کوئی حدیث ہے
 بعض اوقات ان کو
 کہتے ہیں کہ شاہ
 کہ اس کا وجود
 زمین کے خلاف نہیں
 مانا جاتا کیونکہ
 زمین کی کثافت
 اپنی جگہ اسی کی بنا
 کہ زمین کی کثافت
 اس کا جانشین ہے
 اس بات کا بیان
 کی حقیقت یہ ہے کہ
 جو امام اور علماء
 فقہ کے ہیں

یہ تو بہت بچکا بے سمنے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے خواہ انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں ان کی بات بھی چلی تھی دلوں میں ان کا رعب و واب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے حکم کی نافرمانی اور ان کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ اہر و داران کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس دیکھا کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ کیس جبوقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے گا دعوے کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گزری جو کچھ گزری پھر آخر کار ہوا
نے اُن دلائل کے باعث سے جو ان کے نزدیک آپ کے صدق پر قیام ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنی تو ان
رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے رخص ہونے کے باعث سے انہیں
بھی پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت کھدے
اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے سے انہیں مانع ہوئی اور اُن کے دل میں یہ گنہگار کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے
اور آپ کے مطیع بن جائیں گے تو اُن کی سرداری چہن جاگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو
اور لوگ اُن کی اطاعت کرتے تھے اب انہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اُن کے کہ اُن کی کچھ رعایت
کر کے کچھ فرق کیا جائے اُن پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تفصیل احکام کے لحاظ سے
اُن کے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ ان کو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حقاقت
میں داخل ہو جائیں گے اس وقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچ
سکتا ہے اور یہ کہ اُن میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آبرو یا جان کے معاملہ میں زیر دستی کر لیا اُسے ساتھ مولے اُس
صورت کے کہ صاحب حق محتاج کر دے اور کسی صورت میں ذرہ بزرگ بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو اُن کے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی اُس کو چھپا ڈالا اور ایسے
امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف نشان ہوں اور آپ کے متبعین کو ہلاک کر دیں۔ پس انہیں انہما مقصد اس
تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ اُن فرقوں پر شبہ ہے کہ ناشروع کریں جو آپ کے پیرو بن جائے
تھے تاکہ آپ کی جانب سے اُن کے دل شکوک ہو جائیں سو وہ ان دلائل میں جس سے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح
طرح کے احتمالات نکال نکال کر اور تاویلیں کر کے اُن کے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہو گئے تاکہ وہ دلیل اُن کی نظر
میں یقینی نہ رہیں پھر اس وقت اُن کو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں
اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیلیں ہیں اور صرف انہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ
اپنی مالوت رعیت اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گنہگار رہیں سے جو دین آپ کو حاصل
ہوئے تھے اُن کے تارک بن جائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

پس انہوں نے ان داہی تباری شہوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اُس فرقہ کے پاس آئے جسے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا
کہ تمام فصحاء و بلغاء اُس کی جیسی ایک سورت کے لائے بھی عاجز ہیں اور اُس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و
بلغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی
پس اُن سے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ اُنکو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ کو
میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور یہ وجہ سے آپ لوگ اُن کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہو کر آیا

اس فرقہ کے
قرآن کے مقابلہ
سے عاجز رہا
صلی اللہ علیہ وسلم
کے رسول بننے کی
تصدیق کی تھی
اور احتمالات وار
قرآن اور اُس فرقہ
کا جواب دیا ۱۳

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کمال و مستگاہ حاصل ہوتی ہے جسے کہ اسی فن کے باقی جاننے والے اُسکے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سرِ دار ہے اور ہم لوگ اُسکی گرد و کوہی نہیں پہنچ سکتے۔ پس اُس فقرے نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطری قابلیت اور استعداد پر ہے لیکن اُس میں کمال پیدا کرنے اور اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے بہت کچھ مشق اور اُسکے طریقوں کے مہارت کی ضرورت ہے مثلاً اشعار کہنا انہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھانا فصاحت سے سوال و جواب کرنا۔ بلاغت سے سبقت لیجانے کی کوشش کرنا کہ اُس کا قوی لکھ پیدا ہو جائے اور اپنی فطری استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے انہیں کے زمرہ میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی تو ضرور ہے کہ اُسکی نوع میں سے اُس کی کوئی نظیر موجود ہو اُس کی صنف میں سے اُسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اُس سے کسی وجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطری طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے امتدائے پیدائش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے آپ ایسے درجہ پر پہنچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر کوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ یہ کیا آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں سنبھلے ہی دیکھا کہ فصاحت سے سوال جواب کرنے اور بلاغت پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے ان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں رہتا اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پالیتا ہے جیسے دن دو پہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلیٰ درجہ کے منافخ میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہنچتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیئے اور بالکل ہی ہموار کر دیا اور ابن ثابت کو دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے ہمیں کہیں اُس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے اور خطبوں اور رسالوں کا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اُس میں اقتداء کیا گیا ہو تا اور سوچو کہ وہ اپنی خواہش میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پہلا بتائیے تو ہسی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کر لی جو اُسکے قرآن میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اُسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور پہلے میں ایسے درجہ پر پہنچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اُس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اُسکی تربیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہ ہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی بلکہ استقرار کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اُس صورت کے کہ ایجاد ادا نہ ہو جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہنچ جائے جس پر ہر مصلیٰ اور عالم کا ہر علم کے گزشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہنچ جائے

جہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے
ایسے درجہ پر پہنچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہ گئے یہ دونوں امراں اقبال کو سر سے باطل کرتے ہیں جسکے
آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ با کسی شک و شبہ
کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہیں گے اور مسلمات کے قائل ہیں گئے کہ قرآن کا
جیسا کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدای کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے
اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ اسے
آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہو جانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا
کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کی جانب جسے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپ کی شریعت کی تمام
ہر اکل منتفی اور باقاعدہ ہے انہیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی
پوری پوری کھینچل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے
رسالت سے پیشتر بلادروم کچاں تجارت کے لئے دومرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوئے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے
ملنے کا اتفاق ہوا ہے (پھر اراہب جو آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور اُس وقت
علامات سے اُنہیں پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام
یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور اُنہیں آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے ہلا میں اگر مدعی رسالت بن گئے ہوں
اور اپنے دعوے کی تائید ہی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے ہلا میں ایسے واقعہ کار لوگ موجود نہ
تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُسکے مثل وہ بھی لا کر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ
لائے ہیں وہ خدای کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی
ایسی تمام جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو چکی شرح اول اس کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو سب
یہ نہیں ہو سکتا اور سیاست و ملکی نظام کے باہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاف
حسد اولان جمادات پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور ہمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات نظم
اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علی ذالہمنا اس اور دیگر امور کو بھی نہیں پائے جاتے ہوں جسکے پورے پورے بیان
کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑے گی ہاں حالاً اُن کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت
اگر بغرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ
اسکے لئے اتنی مدت مدیدی کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد ہلاؤں سے گئی جائے اسکے اگرچہ ان باتوں کا سیکھنا
والا بہت ہی کامل حکمرانی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا فکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
جتنی فکر ہم لوگوں میں گذاری ہے اُس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجارت قریش کی ہماری ہی وجہ سے
شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور ہی مدت میں آپ کہ سے بلادروم نکلتے

ان باتوں سے قرآن و حدیث کا اختلاف نہیں
اور اگر ان صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہو جانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کی جانب جسے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپ کی شریعت کی تمام ہر اکل منتفی اور باقاعدہ ہے انہیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی پوری پوری کھینچل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے رسالت سے پیشتر بلادروم کچاں تجارت کے لئے دومرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوئے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے (پھر اراہب جو آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور اُس وقت علامات سے اُنہیں پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور اُنہیں آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے ہلا میں اگر مدعی رسالت بن گئے ہوں اور اپنے دعوے کی تائید ہی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے ہلا میں ایسے واقعہ کار لوگ موجود نہ تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُسکے مثل وہ بھی لا کر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ خدای کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی ایسی تمام جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو چکی شرح اول اس کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو سب یہ نہیں ہو سکتا اور سیاست و ملکی نظام کے باہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاف حسد اولان جمادات پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور ہمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات نظم اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علی ذالہمنا اس اور دیگر امور کو بھی نہیں پائے جاتے ہوں جسکے پورے پورے بیان کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑے گی ہاں حالاً اُن کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت اگر بغرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اسکے لئے اتنی مدت مدیدی کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد ہلاؤں سے گئی جائے اسکے اگرچہ ان باتوں کا سیکھنا والا بہت ہی کامل حکمرانی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا فکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی فکر ہم لوگوں میں گذاری ہے اُس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجارت قریش کی ہماری ہی وجہ سے شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور ہی مدت میں آپ کہ سے بلادروم نکلتے

بھی اور اے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دے بہلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت چلا سکے لے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے میں اسکا سیکھ لینا تو پڑے لکھ شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آدمی (ان چہ) محض تھے نہ لکھنے پڑے۔

پھر بہلا عقل کیونکر بخیر کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ انہی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا آدمی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (و انک تملکون قبلہ من کتاب ولا تخطئون) (اذا کتاب البطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی) نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپ کا یہ ادعا اور ان پڑہ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا شبہ ثابت ہے اسلئے کہ آپ خیر ہم ہی لوگوں میں نشو و نما پایا ہے اور ہمیں کہی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے کتنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو۔ اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہوئے تھے جنہیں کہ سوائے محدودے چند اشخاص کے اس فن سے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کیے اور بہلا آپ (اگر جانتے ہوئے) تو چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اسکی جانب کا پورا داعی نہ تھی بلکہ اُنٹے اُنٹے اُدعا کی وجہ تھا کیونکہ اس جہاں اور بے پڑے لکھ کر وہ میں توبہ بڑا کمال تھا اور رسالت کو عقل پر گز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر یہی روم کے راہب سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مددوں کا اور اسکے بعد دعوی رسالت بنجاؤں گا بہلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہو گئی کہ آپ نے اس فن کو حاصل کرنے اور خیر جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اُسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بہرہ پر رسالت کا دعوے کر دیا رسالت کا تو سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہٹ دھرمی پر کمزور نہ ہو اور وہی باتوں کا مطیع سچا اور راجہ ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلائے نہ ملے کے بلا روم میں یا اور کہیں پائے جانے کی، ہی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل تھا وہی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل ایم کے ساتھ خفا طاعت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اُسکا وجود نہیں ہے چہ جائیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ خفا طاعت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اُس میں سے جو

کچھ سیاست اور انکے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ انکے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اسکو شلیح نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ انہیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد اعمال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف تھیں اور انکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں تھا درجہ دوم میں جہاں کیجائی تھیں پس عقل کو نہ کر سکتا کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب یا سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہو اور اسکو اسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے یہ کہہ لینے سے جو مبالغہ پیشتر ذکر کئے گئے ہیں اگر اتنے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی الخ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اس کو ظاہر نہیں کرتا ہے بلکہ ابتداً دعویٰ رسالت سے لے کر برابر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان کو اور گروہوں میں پہل گیا جنہوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جلتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی اور پر استدلال کرنے یا کسی شعبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشعل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوائث مشکلات، سوالات اور مصیحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو واقعات آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اس کے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز ان کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تو اتر بھیج کے ساتھ نقل ہو کر پہنچتے ہیں ضرور معلوم ہے۔

آپ اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آئندہ کے حوائثات اور واقعات جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چلکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ سے اسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں ان میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شعبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لئے بجاہم ضروری تھا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لا دیا اور ہم مجملہ واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جس کی نسبت کسی کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چلکر واقع ہوں گے اور آپ کو ان کا اتفاق پیش آئے گا اور جس شخص کو تمام ان واقعات پر جواب کو بعد دعویٰ رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی یقیناً کہ ان سارے واقعات پر جواب کو اس مدت میں پیش آئے

تھے کسی رائے کا حکمی نسبت آپ کو گمان ہے جو اسی پر جاننا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری تھا اسکا مستحضر کر لینا بلکہ
 محال ہے سولہ ویدیکا ویدیکی کر کے لے کے اور کوئی اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 میں بعض بعض شخص (خواہ سلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و حرافہ اور انتظامات ملکی میں شہرہ
 آفاق تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اذونات آپ کو پیش کرتے ہیں ان کے احکام
 اور سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں ان کے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہات آپ پر وارو کئے جاتے ہوں ان میں
 ہر ایک کا رد ضمیمہ اور علاوہ اس کے جو کچھ موجب آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اس وقت سب کچھ آپ ان شخصوں سے پوچھ
 لیا کرتے ہوں پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور
 اس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت میں اس کے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ قوم کہیں گے اس بات کا وہ ہم کو کتنی
 چیزوں سے بالکل بچر ہے اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات شخصی نہیں کہ ان سب شہیدار کا سیکھنا سیکھانا ایک ایسا امر ہے
 جو ایک آدمی نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اُن وقت
 تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس درت دراز گستاخ و روفت کرتا رہے اور اگر آپ ہوتا تو لوگوں
 میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے
 دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھاتا
 والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑی صاحب فضل ہوتا تو لوگوں میں ہمنما و ہمنما کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص پہلی نسبت آپ کو ان
 گمان جو اس پر یہ شخص نہیں ہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت واقفیت کے لحاظ شہرت ہی نہیں ہی تو ان کا شمار نہیں ہو پیران محمد صلی
 وسلم میں سے بہتر سے لوگ شرعی احکام پر حاظر رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بہتر ہے ہونے لگتے
 اور وہ خود آئے اور آئے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور
 شاگردوں کی طرح ان سے کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز قصیدیت نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پر آپ کے
 ہونے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

ادریس سے اسوجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھانے والے ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور
 اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطرب ہوتے اور اگر آپ ان کی اتنی قدر و منزلت
 میں کوتاہی کرتے تو ان کو کب جبر کرتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے ان کا درجہ گھٹا
 تھا۔ علامہ ہمیں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ماقطع ہو جاتا ہے کہ سفر و ہم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تمہارا تھے بلکہ قریش کے ابو
 نوکس بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اس راہب سے جو کچھ سیکھا ہو گا وہ سب انہوں کو ضرور معلوم ہو گا۔ بہر حال
 کے وقت ان میں سے کسی سے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ ان میں سے کسی بہتر سے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے
 تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ذرا گوار نہ تھا۔

چوتھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان شخصوں کی قوم سے اس کے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم - احکام اور جملہ بہانوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ پایا اور ان میں سے بہتر ہی چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ جسے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ انخاص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے آئے جس حال میں ان کی قوم ان سے محروم تھی۔ پس اسے شک و شبہ میں ڈالنے والا اس بیان نے مٹا دیا سارے ان احتمالات کو جو ہم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

اب یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس بات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ سبجائے اسکے گہرا چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارٹنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے بچے قید کئے گئے۔ انکے شہر اجاڑے گئے انہیں جلا وطن ہونا پڑا پس انہوں نے آسان طریق کو تو چھوڑ دیا (اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی) اور رٹائی بٹرائی کے طریق میں ہو سبب دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ آٹھ کھنٹے لگے کہ نہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنہیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع بن گئے تھے انھوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کر لینا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہوتا کہ یہ انکے لئے انکے لامنت کرنے والوں پر حجت بچائے رہا وہ فرقہ جس نے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گہرا کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی جو سے کچھ عرصہ سے اٹھنا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتدا کی ہو اور انش جنگ کے برابر فروخت ہو جانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اس پر مضطر کر دئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کو حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے راستہ ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ سرتاپا بے لگی اور بالکل بے سوچنی سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ ماقبل

ان لوگوں میں
جو قرآن پر حجت
دینے لگے
ان کے مقول تھے
کہ قرآن کی
کتاب میں
جو کچھ
ہو گا
اس کا
معارضہ
ہو گا
اور اس کا
معارضہ
ہو گا

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جس میں اسے دنیوی اور اخروی نجات کی امید ہو اور ہر اسکے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ ان رسوں کو چھوڑ دے جن کا وہ خوگر ہو رہا ہے اور انہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتیٰ کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ انہیں اپنی رسوں کی بُرائی بھی معلوم ہو جائے تاہم ان کا چھوڑنا آخر نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور ان کا جی اپنے رجمے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اسوقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جائے گا پھر پھر اہل یقین جو جگہ علیٰ ہذا القیاس وہ اپنی رسوں کو بھی خصوصاً موروثی رسوں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے انہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی ان رسوں کے بھی تارک بن گئے چکے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور ان سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور انہوں نے قرآن کے معارضہ سے اپنے چکر کا اقرار کر لیا اور اپنے محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کچھ خوف ہوتا قرآن کے فضل کی شہادت دیتے لگے کیونکہ ان میں خود ہی یہی قوی قوی پاس و لحاظ موجود تھا اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپ کے پاس کچھ تہا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قائم ہوئی ہوئی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کرنے والے سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قرآن کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپ کے اور ان کے حالات اُن کے انہلے کرنے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر انکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اس قدر فضائل پر مشتمل ہو نہ کہ جتنے چاہتے تھے ان کے انسان عاجز نہ ہوتے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کبھی اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جس کی وجہ سے انہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسوں کے ترک کرنے کی شفقت اٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور بخوف تھے۔

رہا نصحا و بلحا کے حق میں جن کا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ انہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جسکی وجہ سے انہیں بہت سے نقصانات اٹھانا پڑے یہ کہنا کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اُسے جنگ کی ابتدا کی ہو اور انکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے انکو بلانا اور انکا باز نہ آنا ایک آدھ واقعہ یا اور اسی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ اُن کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اسوقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپ نے قرآن کو معارضہ کے لئے ان پر پیش نہیں کر لیا اور کہتے خزانہ اسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اُسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور ہر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپ کے استعد پر وہ بھی نہیں ہوئے تھے جسے کہ لڑائی کی جاسکے پھر اسکے بعد ہی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ ہو چکا

ہو چکی جب بھی آپ کو مہلت ہوئی آپ برابر قرآن کو مقابلہ کے لئے اُسکے سامنے پیش کرتے رہے اور انہیں اُسکے معارضہ کی تہا
 ہلاتے رہے اور اُسکے اور آپ کے درمیان صلح بھی بہت ہو جایا کرتی تھی اور اوقات صلح میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اُن
 لوگوں کے ساتھ بار بار یکجائی کا اتفاق ہوتا تھا۔ پس اگر انہیں معارضہ پر قدرت ہوتی تو انہیں ممکن تھا کہ مصالحت اور فرصت کے
 زمانہ میں قرآن کا معارضہ کرتے اور جو کچھ وہ قرآن کے مقابلہ میں لاتے اُسکو آپ کے پاس بھیج دیتے اور قبائل عرب میں اُس کو
 شایع کر دیتے تو کوئی نہ کوئی انگاد و گار کھڑی ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اسکا قصد ہی نہیں کیا نہ آپ کے
 ابتدائے دعوے میں نہ وقت جنگ میں۔ نہ زمانہ صلح میں۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت سے آپ کی اور آپ کے پیروی
 کرنے والوں کی صرف توجہ کرنے پر مضطرب ہو گئے۔ رہا قرآن کا معارضہ کس بارہ میں تو اُنکے منہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلا اور اگر
 کسی نے قرآن کے معارضہ میں کچھ کہا ہوتا تو ہم پر مخفی نہ رہ سکتا اور مشرق سے لیکر مغرب تک ہر ایرے روایت کرنے والے
 نقل کرتے لے لے یہ سارے احتمالات جسے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا بالکل غلط اور باطل ہیں اُنکو سوائے اُس
 شخص کے جسے تحقیق سے کچھ سروکار نہ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرقوں کا جو معاملہ تھا اُس کی حقیقت حال
 سے محض واقف ہوا اور کوئی انہیں تجویز نہ کر سکتا۔ پس ہم ان سب وہابی و تباہی احتمالات کو چھوڑتے ہیں اور اپنی پیشتر کی دلیل پر
 اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور اسکا اقرار کئے
 جائیں گے۔

پھر یہ بہانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جبکہ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اسوقت
 تصدیق کی تھی جبکہ انہوں نے خوارق عادت اور طبعی قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے ہوئے شاہد
 کہ لئے تھے۔ پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارق عادت ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک
 قسم کا جادو ہو جس انہوں نے ہم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے ہمیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بند
 گیا ہو۔ تو اُس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ حالت جادو گردوں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم
 کرتے ہیں جبرائیوں سے روکتے ہیں اور جادو گردوں کی یہ حالت کبھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے
 رذیل اور اونے درجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امور
 خارق عادت کا کرنا کسی اونے درجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اس غرض سے امور خارق عادت کو ظاہر
 کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سرسبز
 مسکرام اخلاق پر مشتمل ہے تمام بڑائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپکی حالت
 تو صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہ مستقیم پر چلنے۔ خلق خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہ صلاح اختیار
 کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی بھی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوئی
 ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارق عادت امور کے سرزد کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسیکو
 قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور اُن خارق عادت کو سرزد کر دینا خدا کی جانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

ان لوگوں کا اس
 فرقہ کی بات دار
 ہونے سے جو کچھ
 خوارق عادت ہو
 تصدیق کی تھی
 اور اُس فرقہ کا
 جواب تھا کہ آپ
 کی نسبت ح
 ہونے کے خیال
 سے کہنا ہے۔

کے قاتم مقام سے گویا خلا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ بچا ہے جو میری جانب سے وہ نہیں پہنچا سکتا ہے اور عالم کے عادی
 قوانین قدرت کو اس کے ہاتھ پر میرا خرق کر دیا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا میری جانب سے اس کے عادی
 کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ بریں بعض خارق عادت امور
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادوگروں کو ان پر
 قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے
 سب نے چشم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جن
 نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور اگر خبر دی تھی جو دور دراز مقامات
 سے وارد ہوئے تھے جنکا انھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے اتفاق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا
 پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا
 کہ چاند شق ہو گیا کیا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے ہیں جس سے ہر
 فریق میدانوں میں جہاد مقام پر تھا اس بات کا سوا کے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہینگا و ہینگا کرے یا
 اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ بریں ہم نے بعد اس کے کہ
 ان خوارق کے باعث سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور
 آپ کے ساتھ خوب خلا و ملا بھی بڑھالیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت
 میں سرتاپا اسی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے طے کو سر امر ہو دی اور بہلانی حاصل ہوا اور تمام نقصانات سے
 وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور راستی میں گورسل سابقہ کی شریعت کے مثل نکلی لیکن تمام اہل کجالات
 پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے اُن سے بھی فوقیت لی گئی اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی
 چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی
 سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے
 طر طرح کے حیلہ پہننے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھاتے
 تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکر ادا کیا کریں کہ نہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور سکینوں کو کہنا کہ مال
 کریں اور بوجہ اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر ہر شے کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو ان کے مال دولت
 کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذت چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ و علیہم الصلوٰۃ
 والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہم نے پیشتر بیان کیا اسکی بنا پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا ہو گیا اور
 ہر منصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے ہیں
 اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اُس کے بعد یہ بہ کانٹے اور خشک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس سب سے مستدل کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور ہیں جسکو اُن کے بعد خدا پہنچنے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہو گئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہو چکی ہوں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے سے پہلے ہی گزر چکے ہوں تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے ان رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کر کے دیکھا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارد ہونے کے بعد ہوئے پس آپس آپس تو اس میں سے کوئی بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور اگر کوئی ایسا ہوتا تو سورہ لوں کی ساری تاریخیں اُسے ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اُس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کی جاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں میں ہیں کیوں نہ انکا ذکر ہوتا کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں کر سکتا۔ ہاں بعض انبیاء سے پاسے گئے ہیں جنہیں بعض بعض علامتیں پائی گئی ہیں لیکن ان سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جس میں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے سب سے مستدل کی تقریریں اسکی توضیح کر دی ہے (پس وہیں دیکھ لینا چاہئے) پھر یہ لوگ کہنے لگے ہمیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی جانب سے آئندہ کوئی رسول آئے جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور ان کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس سے وہی مقصود ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا دو شخصوں میں مجتمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ اس نے رسولوں کو بھیجا اور آپ کرنا ہیں اور وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی علیم و حکیم ہے اسلئے جتنی آئندہ ہونے والی باتیں ہیں ان سب کا علم بھی اسے ضرور ہونا چاہئے۔ پس جب اسے یہ معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری علامتیں اُن پر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُنکے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہمو اس پر ضرور آگاہ کر دیتا چلے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہہ دیتا کہ آئندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب اس پر منطبق ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُس کے بعد آئے گا اور چونکہ خدا کے سبحانہ کی جانب سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اسلئے لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان علامات کا وہ شخصوں میں پاسے جانے کا احتمال جسکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اس سے یا تو اللہ تعالیٰ کا آئندہ کے واقعات سے جاہل اور نادان واقف رہنا لازم آئے گا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دھوکے میں ڈال کر تاسے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے) پس جو شے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے دو شخصوں میں پاسے جانے کو عقل

ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس شکیانہ علامتوں کی تعداد اور ان کی تعداد کا موازنہ کیا جائے تو اس سے بھی

اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بہجھا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کر دیا جائیگا کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک سوئی سی سی چند مہینوں تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس میں سے ہزار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تہنا منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب لوگوں کا مجموعہ جسے سی کہتے ہیں اس کے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اُس حالت میں بھی ہے اگر کسی مجمع سے ایک جماعت اکثر جس میں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جس نے ان میں تقریر بیان کی تھی نکلے اور ان میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اُٹھا تقریر میں منبر گر پڑا اور اُس کا سر ہیٹ گیا۔ پس اس صورت میں ان میں سے ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُس نے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن ان سب لوگوں کی خبر مجموعی طور پر ضرور یقین کو مفید ہے عقل سمجھتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا چلا لائے ہر ایک ان میں سے ایک جدا جدا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جاسکے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اس وقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ سینے کج او سکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُس کے کپڑے آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُس کی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ میں نے اُس کے عزیز لڑکے کو جسے کہ وہ کیا سفر اور کیا حضر پر مشاء اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُس کی عادت ہے کہ کبھی اس سے جلا نہیں ہوتا وہ بھی آگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سرسوں نے کی آواز سنکر بعض توپخانہ والوں سے اس کا سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ کج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سرسور ہی میں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے اہل عہد کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جا تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اور نہیں ہے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ جب اُسے مجدذاتہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور یہی وجہ ہے حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں ہو لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر ان سے بلاشبک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ آپ لوگوں کو یہ کہنا تھا کہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیان کے زور سے ہر فرقہ کے لئے عقلی دلیل قائم کر دی ہو اور اُس کو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اس بات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے ان دلائل کی حقیقت سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ ان میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ذرا بھی دخل نہیں۔ پس کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی نے ان دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین کے پیرایہ میں انہیں مزین کر دیا ہو بلا غور تو کیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحا و بلغاء میں قرآن کے معارف سے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی منجھتا واقع ہوا ہوتا (اور جو شیعہ اس پر وارد ہوتے ہیں ان کا جواب اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر اسی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)

فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رسل سابقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیار کیہ قبیل سے نکلتے ہیں اپنے میں پیدا کر لی ہوں مثلاً یہ کہ آپ کی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے۔ انصاف سے حکم کریں گے کفار سے محارہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جہانی علامتیں پیدا کر لینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں ٹالوں کے مابین اس کے بادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے۔ اور کیا ان علامتوں کا پیدا کر لینا بھی آپ کے اختیار میں تھا کہ جو اختیار ہی نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال مندی میں جکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا۔ اور نہ آیا کا بادشاہوں کے پاس سے آپ کے پاس وارو ہونا۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ اور حجاز کا آپ کے ذکر کے ساتھ پانی آواز بلند کرنا۔ اور حجاز سے مراد وہ دیار ہیں جنہیں قبیلہ سکونت پذیر تھے اور آپ کا (ایسے) پتھر کے مانند ہونا جسے محاروں نے روکیا ہوا اور وہ کوٹنے کا سرا مل گیا ہو۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا۔ جسٹہ کا آپ کے سامنے کہنوں کے بل گر پڑنا مین کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فروغی و اطاعت۔ مثلاً آنا۔ آپ کو سب کا سونا دیا جاتا۔ روسے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا ذرا عت کثیر کے مثل ہونا آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھتا جانا۔ آپ کے غلبہ کے بعد بتوں کا ٹوٹ جانا اور زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور جن بادشاہوں آپ کا محارہ ہوا جو پرندوں کا آئینے گوشت کو کھانا۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق در بگردن میں باندھ کر لے چلنا اور گھسیٹنا۔ خدا کا ان سے قوم نبی اسرائیل کو بغیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا۔ ان علامتوں کا انطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا آپس وہیں دیکھنا چاہئے پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے احتمال ہم لوگوں نے نہیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کئے تھے سب ناممکن ہیں عقل سلیم جو تخصیص خالی ہوائی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

پھر یہ بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف تھکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پہلے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی تھی اور آپ کا پیروں لگیا تھا اس لئے کہ محمدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل بیان کر دیئے تھے اور ان کی تشریح کروئی تھی جو خدا کے عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں ان کے مذہب کے بطلان پرادر نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور ان کے احکام یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہ کہ طریق تصدیق میں انکو سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اس نے دفع کر دیا تھا پس ان بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ مذاکرات اور مباحثات پر اطلاق حاصل کر لی جس فرقہ اور محمدی عالم کے مابین فرق ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید ہو سکتی تھی ان سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا منہ لیکر رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے کچھ کچھ باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

نہایت عجیب و غریب بات ہے کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے مذہب کے بطلان پرادر نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور ان کے احکام یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہ کہ طریق تصدیق میں انکو سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اس نے دفع کر دیا تھا پس ان بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ مذاکرات اور مباحثات پر اطلاق حاصل کر لی جس فرقہ اور محمدی عالم کے مابین فرق ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید ہو سکتی تھی ان سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا منہ لیکر رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے کچھ کچھ باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

میں ان کی تسکین ہو گئی ہے پس اُن سے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال جیسی ہوتی ہو اور اُس کی نظر وسیع ہو مباحثوں کے مختلف اسلوب و طرز اور اُن کے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو۔ اُس نے اپنی جادو بیانی کے نثر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو بھالایا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بند ہو گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح و حق ہے پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے بڑے چوتھے علوم پر مبنی تھے محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کی وجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُس کے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اس لئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہتر نہ ہی ہر اسی کیوں نہ ہو ہمارا سلسلہ دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتیس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر ماصواب اور غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُس نے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُن سے ہماری عقلوں کی تسکین کر دی ہے ان سب میں اُس نے واضح طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقصدا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُس نے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقائق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُس کے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار و دلائل کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قیام کر دی اور جتنے شبہ اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفصیل اور اُن کے اسرار و حکم سے جتنے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدا کے پاک کے وجود پر اس کی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُس کے بعد اُس نے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور نظر ہر اُن کے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہاں تک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُن سے ہمارا گریز کرنا جائز نہ ہو پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بحث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو نقصانات اور قبا حقیقتیں پیدا ہوتی ہیں اُس نے ہمیں حکم کھلا دکھلایا ہے۔ پھر اُس کے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کر لی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب لیلیں صحیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جتنے اس قدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جانے کا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اس وقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد ہجر جان بوجہ کہ گمراہی اختیار کر لینے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اُس کے دعوے بگڑتا رہا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد و چال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے ہاتھ تکلف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

خدا کے نزدیک معذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے ان سے ساقط ہو جائے بلکہ یہ عقل کی کندی ان میں اسوجہ سے ہوتی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہواؤں میں بہنے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق انکو بار معلوم ہوا اور خدای ذلت پر رائل ہو گئے اور دلیل الہی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور مرادہ دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے محاذ کر لئے ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے خود فکر سے کام لیتے ہیں بڑے استہلال کرتے ہیں اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک ہیں سنتے ہیں ایک ایک سونے کے لئے بھی بڑی بڑی فکر کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے محمد علیہ السلام کا دعوئے سنا تھا تو اس کے بارے میں غور و تحقیق کرنے سے انہیں کو لکنا مانع پیش آیا کیونکہ یہی ناکہ وہ اپنی شیخی اور ہوائے نفسانی میں بہنے سے تھے دنیا کے فانی پر رائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے شحق ہوں گے سو ان انصاف کے اپنے نیکو برابر بھی ظلم نہ ہو گا اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات کے حاصل کرنے میں بہنے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی تفہیم اور عبادات و معاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے ہٹل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پروا انہیں کرنے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شریعت میں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دیتی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اس کے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے انکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور فکر کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور اپنی اپنی چیزوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑنے میں آپ کو وہ بڑے مدق خلا سفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے اپنے فرض کیا ہے تو وہ اپنے میں سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرورت استدہا پاتے لیکن کاہلی اور شہوات میں بہنے رہنے اور ہر وقت متلوع دنیا کی تحصیل نے انہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طرح طرح کے کھانوں سے سیر کرتے ہیں اور ان کی عقلوں کو دیکھتے کہ سچے علوم اور معارف حقہ کے زبور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح معذور نہیں ٹھہر سکتے خدا اپنے قیامت کے دن ان امور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا انہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے شحق ہوں گے۔

[illegible]

اور نہ ہر ہن ہونگی کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلے گا انہیں نصیحت و نصیحت کی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی
 قرعہ نہ ہو گا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے ہوئے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے نفس
 کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی
 میں کھینچ تباہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ منکاری و دغا بازی سے پیش آتے تھے ان کے
 دین کے سہمہ میں ان کا لگا لگاتے تھے ان کے لئے نئی نئی ضرر رساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے ان کے ساتھ شریروں اور
 فسادوں کا سامنا کرتے تھے تو پھر اس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا را اور جھگڑا لو دشمنوں سے
 جواب الکل کئے طبیعت اور نا سچہ میں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذا رسانی
 اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے
 شہریروں کی بیخ کنی پر جہاد کی جاتی ہے اور اگر کسی کا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے
 لئے اس کا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر فرمایا ہے جس سے رفیق و آسانی
 کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے چلنے نہیں پاتا اور صورت انکی یہ ہے کہ مخالفین کو
 پہلے اسلام اور خدا تعالیٰ کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجا نہ
 موظنت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں
 کی طرح وہ بھی سمجھ جاتے ہیں اور اگر انکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جتنے نعت میں شریعت
 محمدی نازل ہوئی ہے اور انکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں
 کی طرح اور کوئی نکلے تو ان کے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے
 حق میں تھا اور وہ فرقے جیشین ہیں اور جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر انتشار میں ہے اور نیز اسی شریعت
 میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور فوج کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب لینے والوں کے حق میں بھی یہی
 حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کریں
 اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جائیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح ان کے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح انکی
 آبرو مسلمانوں کی آبرو کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں فراہمی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی
 بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا انکو گالی دینا یا کسی ادنیٰ لکڑ کر دینے والی شے سے ایذا پہونچانا ہرگز
 جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شہر سی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل
 انہیں بھی سزا دیجا تیگی جیسے مثلاً آداب کی غرض سے۔

اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اس وقت ان سے محارہ کیجا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال
 اور انکا خون صلح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ
 فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں

چنانچہ حکم ہے کہ بچے اور عورتیں نہ قتل کی جائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھ کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں (یعنی راسخ) ان اگر ان میں سے کسی کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہو گا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بنا کر کیوں نہ ہو تو وہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماننے والوں میں سے جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو نازیبا سمجھا تھا اس لئے کہ انہیں جانبین تلف کی جاتی ہیں۔ مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں مصوبہ بھیجی جاسکے اور یا شرائع سابقہ کے حکم کے علاوہ کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر سبکی تو یہ ہے کہ اس میں بہت سی قطعیت اور آسانیاں کر دی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو جہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ ان کے بچے اور عورتیں قتل کی جائیں ان کا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ پختیشین وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جبکا ذکر سفر استثنائیں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ ان کے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے وی حیات ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے سب کے سب قتل کئے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد بنی اسرائیل میں سے زیادہ تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو ایماندار تھے ان سب کے قتل کا بے پھر حکم دیدیا اور ان کے ہلاک کرنے کے بارہ میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفر عدو میں ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کر ڈالو۔ پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کرو گے تو جو لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے مہاری انکھوں میں بیجوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جس میں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کر بیٹھے اور پھر ان کے ساتھ جو معاملہ کرنے کا میں نے ارادہ کیا ہے وہ تمہارے ساتھ کروں گا رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب ہلائے جائیں گے۔ پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کر لیں خواہ ایمان لا کر یا جزیہ اختیار کر کے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو محاربہ و مقاتلہ کیا جائے پھر جب اپنے طرف راہی حاصل ہو تو ان کے مرد قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کر کے لوٹری و غلام بنائے جائیں ان کے جانور اور مال و متاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی استوں کے لئے حلال تھا بلکہ اسکا جلا دینا اپنے واجب تھا ذرا یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توجہ دینا چاہیہ ممکن ہے کہ اکثر اہم سابقہ میں بھی حکم ہوا ہے کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہوتا تھا جتنا وہ غنیمت جاری شریعت کے کہ اس میں مجاہدین

میں تھے۔ یوشع علیہ السلام چلتے رہے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر
 گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں
 نے کفار کے بادشاہوں میں سے کچیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو ان کی مملکت پر تسلط حاصل ہو گیا۔ اور سفر سوم
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو لٹا کر ڈالتے تھے اور اہل ہاسورہ جزا اور عالقہ میں سے کسی
 مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے۔ ان کے جانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ موات کے رہنے
 والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہو گئے تھے اور ان کو خراج دیا کرتے تھے اور انہوں نے عافار سے ایک ہزار سات سو
 سوار اور بیس ہزار اسکے پیادے لئے اور قبیلہ آرام میں سے ہائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانون کے ساٹھ
 گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قرینہ ریاہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور انہوں
 سے حیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور پتھروں سے ان کے ٹکڑے کر دیے اور اسی طرح بنی شون کے ساڑھے
 قریب کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا
 دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بھل کے بنی میں چار سو پچاس آدمیوں کو بیچ کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے
 تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجملہ ان کے اعمال کے ان کے جہادات بھی تھے اس لئے کہ انہوں نے ربور کے
 اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نیکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی باکی کے مثل مجھے
 بدلا دیگا اس لئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اس لئے کہ
 اس کے سارے احکام میرے گے ہیں اور اس کے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب
 اس کے ساتھ رہوں گا۔ کیونکہ اس نے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا کے اسباب کی شہادت دی
 ہے کہ ان کے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اس نے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے
 میرا بندہ داؤد ہے جس نے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک
 عمل کئے اور پولس نے ان انبیاء کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں ان کے اعمال
 نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا منشا قوت ایمان اور جن کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ تنگدلی اور
 ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہر نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا
 جو گناہ سے بالکل بے لوث ہیں اس لئے کہ اس نے رسالت عبراہیم میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اس لئے کہ میرے
 لئے وقت تنگ ہے۔ اگرچہ جدعون۔ باراق۔ شمسون۔ یفثاح۔ داؤد۔ سوئیل اور ان انبیاء کا حال بیان کروں جنہوں
 نے ایمان مالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے سچے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کروائے
 اگ کا اور ٹہنڈا کر دیا۔ تلوار کی دھار سے نجات پائی۔ ضعف سے بچے رہے۔ جنگ میں بڑے شہید ہو گئے۔ بیگانوں
 کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پرٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور مملکت حاصل کرنے
 کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

نہ کرتے تو اس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اس نے
 پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے
 سفر مسمومیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں مودی سانپوں کو بہر جگر سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ اسے
 علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اس نے انہیں مودی سانپوں کو بہر جاکھا اور انکو کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے چنانچہ ان میں سے بہتر
 مرتبہ جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شریع سابقہ کے احکام اور کفار
 کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کر کے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ
 جب یہ بات ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بن کر گئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل
 سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تو ان کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفین کو قتل کرنے کے مال متاع
 کو لوٹ لینے اور انکو غلام بنانے کے بارہ میں اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے سیکرتی خصوصاً جس حال میں کہ ان کی شریعت کے
 جہاد میں بہ نسبت جہاد شریع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پاتے ہوں پس آپ کی شریعت شریع سابقہ کے مخالف
 نہیں ہے اور نہ ہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کر کے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔
 ان کے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اس کے خلاف اور مضاو آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق
 کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شریع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے
 بارہ میں خاصہ محمدی شریعت ہی پر مشبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدا کے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو
 اور نہ شریع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس سے یوں گفتگو کی جائیگی کہ پہلے خدا کے عالم یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال
 کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ مادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکا ہے) پھر بعد اسکے کہ آپ رحمت قائم کر دی
 جائیگی اور وہ شریع کی تصدیق کا التزام کرے گا تو اسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اس ملت
 کی تصدیق کرتے ہیں پس آپ ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دیں گے کہ جو کچھ خدا نے شریع میں مشروع اور مقرر
 کیا ہے وہ ضرور حقین ہے اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شریع سابقہ کے مخالف نہیں
 ہے بلکہ آپس میں بہت سی تحقیقات اور ہولتیں موجود ہیں جو شریع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے
 پھر بعد اسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہو گیا اور آپس جہاد مشروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ ہم سوا کہ یہ دین محض تعالٰی
 کے زور سے قائم ہوا ہے اور اسی سے پہلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کچھ
 کاموقع ملتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دہم کاردین ہیں اہل ہونے کے لئے مجبور کے
 گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اسے ضروری سمجھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دین کی ابتدائی کجفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو ان کے نزدیک غایت درجہ کی نفیشت اور تدقیق اور اس دین کی اجمالی حالت
 کی تاریخ کے پچھنے سے یہ بات تحقیق ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب عوسے رسالت کرنے لگے ہوئے
 تھے تو اسوقت تک تمنا اور بے یار و یار تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبہ ہی ایسا ہی قدرت تھا

منقول کان کریم
 بخوار سے قائم ہوا ہے
 اسکا رد اور اسکا رد
 ثبوت کو ثابت ہے
 جی کرتا اور اسلام
 لا چکے ہیں

جس کی حمایت کا آپ بہرہ ور کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعوے رسالت کر کے اٹھے ہوئے تھے تو آپ کے کنبہ اولاد کو باقی طائفوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور ان سب کے مقابلہ کی تاب لاسکنا تو حدار باخود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب سے پہلے کذب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سبک دینے پر طیارہ اور آدھ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر برابر جیسے سے اور ایذا رسائی کی ایذا دی پر صبر کیا کے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور ان کے لئے دلائل قاطعہ کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی فوہیاں ظاہر کرنے سے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے انکی نہایتیں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جبکی ہدایت منظور تھی ان کے نزدیک حق بھی ہو گیا پھر حضور سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اس وقت آپ کو کسی ایک خطرہ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں پایا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جس میں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکرہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے تمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جس میں یہ وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضربکم من ضل الا اہتدیتم) یعنی اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں ہو گیا وہ (اور اس کا گمراہی میں رہنا) اہتار سے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (ون کفر فلیہ کفر) یعنی جسے کفر کا رنگ کفر ہی پر پڑ گیا اور اس کے مثل اور آئین بھی موجود نہیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا اقرار کر رکھا تھا اور ہر باد شروع بھی نہیں ہوا تھا تب ہی ایک جہم غیر آپ کا پر ونگ گیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور ان کے بہائی انیس اور ان کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے گئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کی وجہ سے غفار کا آواہ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کی جانب ہجرت کرتے اور ہجرت شروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے ناسی مروج اٹھاہ عورتوں کے کہ سے جس کی جانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور کوئی بیس آدمی بھران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی غنا و ازادی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسری بھی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے ان کی قوم ان کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے انکی دعوت اسلام کے باعث سے ان کے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی برکت سے ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عمرو بن ثابت رہ گئے تھے بعد کو اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے اسلام لانے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہتا جس میں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے نجد کی جانب

کے رہنے والے آئندہ اسوقت اسلام لانے سے باقی رہ گئے تھے۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو
بریدہ اہلی نے اپنی قوم کے سرداروں سمیت مدینہ کے راستے میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے۔ حبش کا
بادشاہ سحاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ ابوسہدہ بنہم فہم۔ اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصہ
بنکر آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اسی طرح اور بہتر اسلام لائے چکے تھے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور
ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین ہیں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آئے ایک مشہور بات ہے کہ جب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخیں تھا ہوں گے دیکھنے سے سارے مذکورہ ہو معلوم ہونے ہیں جبکہ
جی ہلجان میں دیکھ لے۔ پس منصفانہ غور و تامل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ
مدینہ طیبہ ہجرت کر کے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد شروع ہو کہ سے لے کر مدینہ تک پہل چکا تھا عقول سلیمہ اسکو
قبول کر چکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اسوقت تک کسی قسم کے خوف اور ہراس کا نام و نشان تک نہ تھا
تو پھر آپ ہی دیکھ لیجئے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور
آپ کی شریعت زہر دہی پر مبنی تھی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قابل نہیں ہو سکتا جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف
پایا جاتا ہو اور جو شخص اس بات کی طرف نظر کرے گا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور پہلے اس کے بعد بھی آپ کے دین میں ہلکا سی خوف کے
لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر داخل ہوتی رہیں اور آج تک داخل ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ باوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے
دشمن اسلام لانے کے بعد ستمائیں گے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں رہے تو آپ تو اس امر کا خیال کرنے سے
یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا
ہو۔ ہاں جب پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر اور وافر ہو گئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان
مخالفوں میں جو باقی رہ گئے ہیں کارگر نہیں ہو سکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا انکی
کشری کو بڑا ہمارے لگا اور دین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشغول نہ لے رکھیں گے۔ اور انکو جرات نہ لایا گا کہ مسلمانوں کو
خوب ستمایا کریں تو اسوقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد و شروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود
مقرر کر دئے گئے جسکی وجہ سے ایذا رسائوں کی تکلیف دی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک ذہن نہ پہنچنے
پائے چنانچہ یہی دیکھئے جو لوگ نے دین محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام لائے ہی پر اکٹھا کر لے ہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت
اختیار کر لیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قائم رکھنے میں مدد پہنچتی رہا کرے اور انکی دنیاوی
ضرورتیں رفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنہوں نے کچھ دینا قبول کر کے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کر لی ہے محتاج
کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہو جائے رہا ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام اسے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام
آپ جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسائی کی غلطی ملے اور اہل اسلام کے
کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شرایع سابقہ کے ماننے والے دین محمدی میں غلام کے جائز اور شروع ہونے سے یہ دیکھ کر نفرت کرنے لگے کہ

بعض لوگوں کی
جو دنیاوی کام
اور غلام کے
جو حقوق

انکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ انہوں نے بعض مالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے نظم جھیلے ہیں اور جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض مالک اس رویہ کی تک جاری ہے چنانچہ ان مالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے ان کی امانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوبیوں کی طرح دتہ رہتے ہیں انہیں ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جبکہ وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں ان کا شمار ہی نہیں خاص کر چمکہ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ ان کا آزاد کرنا دین کے کار ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذ و نادر حالت کے ان کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں ان کی حالت اتنی درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو مازودان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے ہی برے طور سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ بخور کرنے لگے اور ان باتوں کو انہوں نے نہایت تامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو ان کی دنیاوی ضرورتوں کے برآئے میں کچھ مدد ملے۔ اہل دین پر غلامی کے جائز کرنے سے ان کی انداز سانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے ان کی شوکت ٹوٹے۔ انکی پختا دفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ صحتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح ہر گز وہ وحشی بھی ہو گا تو ہمیں تہذیب اور تمدن آجائیکا اور شریعت محمدیہ ان سختیوں اور بدسلوکیوں میں سے جھکو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کر گئی ہیں کچھ بھی روا نہیں رکھتی نہایت سختی سے ان کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے لوہا ہر بل کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ انہوں نے بہت سے ایسے وسائل مشروع کئے جنکا مقصد یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور انہیں غلام اور ان کے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ ہو ایسا علاقہ قائم کر دیا ہے جو علاقہ نسب کے مانند ہے۔ ہمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے لسنے والوں نے یہ بات دیکھ کر کہ شریعت غلام کے ساتھ ساکو اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلام میں داخل نہ ہوتے تو اس کا ملنا انکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر انہوں نے شرائع سابقہ کی تفصیل کی دیکھ بہال کی تو انہوں نے ان کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب مشہور کیجاتی ہیں اسے اس کی تصریح پائی کہ غلامی ان میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو ان کا اعتقاد تھا اس وقت یہ انہوں نے اسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس دین کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کر رہے ہیں کہ ان کا دین خدا کی جانب سے مشروع ہے اور ان کے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنانا ان کے واسطے اسلئے مباح کر دیا ہے کہ وہ ان کج خدمت سے نفع اٹھائیں مخالفوں کی

ایذا رسانی کی خلش اسے بٹھ جائے وہ پرغاش نکلنے سے باز نہیں اور اس کے مالکوں پر ایسی شیطانی لگاؤں جو اس بات کی پوری کفیل ہیں کہ انکے غلاموں کو راحت ملے اور وہ اپنی زندگی بسر کرنے میں انہیں کے برابر نہیں اور مالکوں کے لئے انکے آزاد کرنے اور انکی غلامی کی مدت کم کرنے کے ترغیب دلانے والے ابواب کھول دیے ہیں اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتر سے غلاموں کو تہذیب حاصل ہو جاتی ہے اپنی زندگی نہایت خوبی کے ساتھ بسر کرنے لگتے ہیں اور انکے ساتھ وہ وہ سلوک اور احسانات کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو ان کا حاصل کرنا انکو نصیب نہ ہوتا اور یہ کہ انکے دین نے مالکوں کو اپنے غلاموں کی ایذا رسانی اور ان پر ظلم کرنے سے روک دیا ہے اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ شرائع سابقہ میں بھی غلامی کی مشروعیت پائی جاتی ہے تو کہنے لگے پہرہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسلئے دین محمدی اور اس کے ماننے والوں پر غلامی کے مشروع ہونے سے کوئی اہم اثر نہیں قائم ہو سکتا۔

باقی ہیں وہ جہتیں جو غلام کی راحت کی محافظ اور اس امر کی کفیل ہیں کہ وہ اپنے مالک کے برابر گزران کر سکے تو وہ شریعت محمدی میں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور یہ وصیت مافوقہ اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور نیز اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور سکیںوں اور قرابت مند اور اجنبی پر و سیوں، مسفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور ان لوگوں کے ساتھ جتنے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنی وہ تمہارے ملک میں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور اترتا ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جہاں احسان کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کی جائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک احسان کا برتاؤ کیا جائے جسکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے جسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شرف و حرمت اور انسانیت کا مقتضی ہے تو اس کے ساتھ ہی خدا نے ہمالیک یعنی غلام اور لونڈیوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اسکو بھی امور مذکورہ بالا کے مقارن گروانا ہے اور ہمالیک کے لئے احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو چاروں کے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور حتیٰ تکلیفیں کہ اسکی ناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی ہمیں آگیا اور اسکی شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس میں قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بہائی ہیں خدا نے انکو تمہارے ہاتھوں کے تحت یعنی تمہارے قبضہ میں کر دیا ہے جو تم کہنا دہی میں سے انکو بھی کہلاؤ اور جو تم پہنوا ہی میں سے انکو بھی پہنوا اور خدا کے بندوں پر خدا کر دہی انکو تکلیف نہ دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور اپنی بڑائی کو خیال سے بچنے کے بارے میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ

عہ وہ آیت یہ ہے (و احمدوا اللہ لا تشکروا بشیئاً و بالوالدین احساناً و بڑی القرنی و الیتامی و المساکین و الجار و فی القرنی و الجار احب و الصاحب احب و ابن السبیل و مالککم ایماکم ان اللہ لا یحب مخالفاً خوراً)
عہ وہ حدیث یہ ہے (عبدکم اخاکم جہلکم اللہ تحت ایکم اطعمکم ما مالکون و اللہ یومم ما تمسون و لا تقربوا عباد اللہ)
عہ وہ حدیث یہ ہے (والایقل احدکم عیدی و یقل قسانی و نانی و علانی)

نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور یہ وصیت مافوقہ اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور نیز اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور سکیںوں اور قرابت مند اور اجنبی پر و سیوں، مسفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور ان لوگوں کے ساتھ جتنے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنی وہ تمہارے ملک میں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور اترتا ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جہاں احسان کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کی جائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک احسان کا برتاؤ کیا جائے جسکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے جسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شرف و حرمت اور انسانیت کا مقتضی ہے تو اس کے ساتھ ہی خدا نے ہمالیک یعنی غلام اور لونڈیوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اسکو بھی امور مذکورہ بالا کے مقارن گروانا ہے اور ہمالیک کے لئے احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو چاروں کے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور حتیٰ تکلیفیں کہ اسکی ناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی ہمیں آگیا اور اسکی شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس میں قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بہائی ہیں خدا نے انکو تمہارے ہاتھوں کے تحت یعنی تمہارے قبضہ میں کر دیا ہے جو تم کہنا دہی میں سے انکو بھی کہلاؤ اور جو تم پہنوا ہی میں سے انکو بھی پہنوا اور خدا کے بندوں پر خدا کر دہی انکو تکلیف نہ دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور اپنی بڑائی کو خیال سے بچنے کے بارے میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ

یہ ہے (اور تم میں سے کوئی) (اسپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوکر۔ پیری چھوکر ہی میرا غلام اور وہاں سے
 رخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوٰۃ دلائل ایمانکم یعنی نماز اور اپنے مالک
 (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے
 جو کہ دین کا ستون ہے اور جس پر آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (و جعلت قرۃ
 عینی فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اس کے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے
 جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو مالک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے اصحاب سے اس حال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی (و نزل باقر) (نماز اور اس
 مالک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کرنا لے پر دلالت کرتے ہیں بالکل کافی دوائی ہے
 اب سبارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور مالک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی
 نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وار و ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا جسے
 اسے اپنی لونڈی کے ساتھ پا کر اس کے ناک۔ کان۔ کاٹ ٹلے تھے اور اس کے دلاؤ سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو کسی امانت کی
 وصیت کر دی اور اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن خطاب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جس نے اسے گرم توہ پر بٹھا یا تھا جس کی وجہ سے اس کے سر پر
 جلگے تھے اور آپ نے اس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو
 سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی مالک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اس بارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں کہ
 کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم سہ قدر بیان پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ مالک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وار و ہوا ہے کہ جو شخص
 ایک جان کو بھی آزاد کر لگا خدا اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرے والے کے ہر عضو کو لگا سے رہائی دے گا
 یہاں تک کہ اس کو شکر مرد یہ پسند کر لے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہے
 کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایسا ہی عضو و جواہر بیضہ میں بروایت حماد مذکور ہے
 اور حماد نے ابواسم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوع حدیث کا ساتھ حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث
 عن شریعت کا قافی ہے کہ بیک آزاد کر دہ غلام یا لونڈی جب مر جائے تو اس کے قریب مندوں میں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس وقت اس کی بیعت ہی آزاد کرے والے کو ملتی

اور ایک اور جگہ میں ۱۲ مترجم ص ۵۵ مرفوع وہ حدیث کہلاتی ہے جس کا سلسلہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدیق ہوا گیا تھا اور حدیث کا سلسلہ روایت
 صحابی تک پہنچ کر سکوت کیا گیا ہو سکود حروف کثیر ہیں۔ اور یہ قول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ہوئے فحاش سے نہیں معلوم ہو سکتی تو گو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح کی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل نہیں ہے بلکہ یہاں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالیٰ اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے حصہ میں سے ہر عضو کو ایک سے رہائی دیدیتا ہے یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اس کی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قتل (کشتہ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا کہ رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا چھوڑنا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا کشتہ مجھے اس کو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑنا یہ ہے کہ تو اس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آزادانہ اپنے غلام سے کچھ روپیہ لے کر آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اس کے آزاد کرانے میں معاون بن جائے اور اس بارہ میں بہت سی تفصیلات بہری پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے بہت سے ایسے وسائل اور ذرائع مقرر کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ غلام کثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں اور ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے سو وہ یہ ہیں کہ اس نے آزاد کرنا بہت سی جاتیوں کا مشروع میں کفارہ قرار دیا ہے جیسے کہ کسی کا دھوکے میں قتل کر ڈالنا۔ رمضان کا روزہ بلا عمدہ توڑ ڈالنا۔ قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ طہار کا اسلے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے اس کے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کر دے اپنی عورت کے پاس جانا یا اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہ یہی آزاد کرنا ہے پھر باوجودیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں محسن ہے اور اگر پہلا مطالبہ کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس قدر محبت نہیں کر سکتے کہ غلام آزاد کر کے اپنے ماتحت سے اس قدر مال جانے دے سکیں تو شریعت نے ان کا لحاظ کر کے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ اس بات پر شفیق ہو جائے کہ اگر غلام تین سال ادا کر دے گا تو وہ آزاد ہو جائیگا پس اس وقت آقا کا مال حاصل کرنے کی سہی کرنے کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اس قدر مال جتنے پر شرط ٹھہری تھی ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائیگا اور شریعت نے آزادی کے لئے ایک اور عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عقیق حلیے مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے کہے کہ ہزار روپے پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کر لے گا تو فوراً آزاد ہو جائیگا۔ اور اس کے ذمہ اٹھنے روپوں کا ادا کرنا ہوگا جتنے پر شرط ٹھہری ہے اور نیز شریعت نے اس شخص کے حال کا لحاظ کر کے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت اللھ ضرورت ہوگی دیر بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے پھر یوں کہے کہ میرے بعد تیرے کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہر کرنا کسی کو خیرات میں اس کا دیدینا۔ سزا رکھنا ممنوع ہو جاتا ہے اور وہ

عہ یعنی کسی گردن کا چھوڑنا ۱۱ مترجم

عہ ظہار شریعت میں اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ سے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو سے جس کی طرف اسے دیکھنا جائز نہیں مثلاً پیٹ یا شرمگاہ وغیرہ تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا

شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جانا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی ملحوظ کیا ہے کہ غلام کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسی کا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ نہیں آزاد کر کے ثواب حاصل کرنے کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن ایسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی مصرت رساں شے سے خوف کے وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گزرے ہیں کہ اسکے سبب سے ان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اس نے آزاد کرنے کی مذمت کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کسی کے حاصل ہونے کے وقت وہ مذکور چیزیں یا ایسے لوگ جس کا اپنے آپ پر کسی کام کے کرنے یا اس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو ایسا اوقات اپنے اور پر ایسی شرط لگا دیتے ہیں جس کا کرنا ان پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا انہوں نے التزام کیا ہے اسے پورا کر سکیں اس لئے اس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا انہوں نے التزام کیا تھا اس کے خلاف کر گزریں اور اسی بہانہ سے ان کے غلام کو آزادی بخائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کرے تو اس سے معلوم ہو جائیگا کہ ان سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی بخا جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اس نے غلاموں کی آزادی پہلے اور ان کی غلامی کی مدت کم کرنے کی چیز سے اس نے ایک فیصلے مقرر کر دیے پھر چونکہ شریعت نے موسیٰ کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اس کی شرمگاہ کا بھی اسکو مالک قرار دیا ہے اور اس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو ستر پہ بنائے بیٹھے اس سے صحبت کیا کرے کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اس کی اولاد کو اختلاط نسب سے محفوظ رکھے پس اسوقت وہ اسکی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ انہیں یہ بات نہیں پھر غلام ان رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اسباب کے مقابلہ میں کہ مولے کو اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے کی گئی ہیں اور وہ رعایت بخلاف وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے سے بچہ جنمی ہو چاہے وہ بچہ جسکے اعضا ظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا بھی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ سنبولہ اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اسوقت مولے پر اس کا بچپنا۔ جب کہ زنا۔ رزن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعاً دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور ان کے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت مسائل میں سے جس میں کہ صلہ رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت مندوں میں سے باہم وحشت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ محبت اور شفقت کی رعایت میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ان اور اس کے چھوٹے بچہ کے درمیان یا اس کے اور اس کے باپ کے درمیان یا ایسے دو شخصوں کے درمیان نہیں محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے عہد ذی رحم سے ایسا عزم دے جسکے ساتھ ہم ہی پریش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اس سے اسکے عورت ہونے کی تقدیر نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائے گے ۱۲ ترجمہ

دو چھوٹوں کے درمیان ان میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ وغیرہ کر کے بھائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی غلامی کی مدت کم کرنے والی اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی استیاریں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اُس کے لئے متعدد ابواب نہ کھول دیے ہوں۔ کہ جس کو انتظام اس نے غلامی کے بارہ میں کیا ہے انہیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم بھی پاتے ہیں کہ اس نے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروع کیا ہے۔ اور اس نے غلام کو بھی اُس کے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شکوت ٹوٹ جائے اور ان کی پریشانی سے نجات ملے اور پیروان شریعت کا کام چلے آئے نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں شہکار دفع ہوں اُسے دشواریوں سے بہ عجلت نجات حاصل ہو اور حق الامکان اس سے جمع ہو رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اس کے اور اس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس ان اس کا یہ ہے کہ اس نے غلام کے آزاد ہونے کے بعد ان دونوں کے مابین ولاہ کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولاہ کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطا مرتکب ہو جس سے دیت (خونہنہ) لازم آئے تو وہ دیت اس کے لئے اور عصبیات مولے سے حصہ رسد ہی پہنچاتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بھائی ٹھہرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت نظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و دافی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غلام کو خصوصاً ان میں سے جہشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گننا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ان کی شریعت انکو آدم اور جواری کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں اُن کے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے انکا دفع ہوا تمام انکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ ان کی اس روک ٹوک کی مدت کم کرنے میں مذہبی کوتاہی روا نہیں رکھتی۔

رہا یہ امر کہ پیروان شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کر کے کہ ان کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جس کا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ بسا اوقات انکو وہ نفسیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح انکو ممکن نہ تھا پس یہ بات ان امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل صحیح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ ان کا اپنے بدول اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقاف کو وقف کر دینا۔ ان کے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہت سے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتوں نے اپنے مولے سے ولاہ قرابت کو کچھ نہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کر دے تو ان دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمر یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسی عیال دار کے لئے تو اس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہوگی اور اگر غلام میراثی اور اس کا کوئی عزیز و وارث نہ ہو تو اس کی میراث اس کے مولے کو ملے گی ۱۲ مترجم

غلام کی کویت
غلامی کے بیاد
استغوث جان
جو باغلا
کے بیوی
ان کے
سے

[illegible]

نصرتی

رہا یہ امر کہ محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں ان میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شریعت کی جانب منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے فوریت کی بکثرت تئیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنائے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استنسا میں ہے اور جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے مقابلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلا لیں اگر وہ قبول کرے اور تیسرے لئے دروازے کھول دے تو جسے فروا سہیں ہوں گے وہ

کر بیٹے اور تیرے غلام نہیں گئے بچے جزیہ دینگے۔ اور سفرِ مدد سے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عجب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے محار کے لئے بیچا تھا تو ان پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور ان میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور ان کی عورتوں بچوں اور مویشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ بچنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکورہ) اور ہر شوہر و یدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رہنے کا حکم کیا پس ان لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چہ لاکھ بچہ ہزار بکریاں۔ بہتر ہزار گائیں۔ کچھ ہزار گدھے۔ بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تاکہ لڑکیوں اور شوہر و یدہ عورتوں کے قتل کے جائز ہوئے والانت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر و یدہ عورتوں کو بڑی بنا لینے پر بھی دلائل کرتی ہے اور سفرِ مدد میں ہے اور عوار کے لئے داؤد علیہ السلام کو ملکہ کو خط لکھ دیتے تھے اور تیرہ تاؤس کیجا بن پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اس کی تعلیم پر بہتان نہ لاندہ جائے اور جتنے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بہانی نہیں بلکہ چاہئے کہ ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم سے اور ہی کا وعظ کہہ انتہی۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر انکے مالکوں کو ان کا غلام بنا لینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت و خدمت کا ہر حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائع سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جاسکتا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک معقوت و منغوض ہو۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں کے غلاموں پر ان کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امر رظا ہر ہیں اور تطیس کیجا بن پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے، اور غلام اپنے مالکوں سے ہستی سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں انکے خلاف کوئی بات نہ کہیں انکے ساتھ اچکا بن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آئیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہی۔ اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی قرینہ ہے اور پہلے اس قول انکو تمام چیزوں میں کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اس بات کو اور ہرانی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ انہیں یہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں پس غلام پر واجب ہے کہ

پھر بعض شیعوں نے ظاہر تو یہ کہا کہ وہ آپ کے دین کے متبع اور پیروانِ دین اور اُس کے نصرت کرنے والوں کی ٹری میں شامک ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر ہانگتے کہنے والا امر اُن کے لئے یا تو جھوٹا تھا اور یا اُن غیبتوں کی طرح تھی جو خدا نے آپ کے اور آپ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح کر دی تھیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپ کو اُن کی حقیقت حال اور بیعتی کی پوری اطلاع تھی تاہم اُنکو اپنے اتباع کے زمرہ میں شمار کر لیتے تھے اور اُن کے مخفی خیالات اور راہوں کو فاش کر کے انہیں رسوا نہ کرتے تھے اور نہ اُنکو ضرر پہنچاتا اور رکھتے تھے

جولان مکزیب بر عمر سبب اورو طبعیہ ہو گئے۔ انکا حکم اور سزا فقوں کا حکم اور سزا میں اور علما سے ۲

اس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شائع کر دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارے میں
 جھوٹا سمجھتے ہیں اور ان کے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور ان کو اپنے اغراض ہر کے لئے مار ڈال کر دیتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی
 جس سے لوگوں کو شکر و نعمت پسند ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے ان کے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے
 نشوونما کی ابتدائی حالت میں تھا۔ لیکن جب شوکت اسلام کو قوت ہوئی اور اس کے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور اس کا
 نور چمک گیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خاص شہقت پر مبنی ہے
 اور ان باطل اشاعت کی کوئی گنجائش نہ رہی تو اس وقت آپ کے مولے و مالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی
 فضیحت، سرزنش، ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اپنے اور ان کے مکمل
 سے ڈرایا کریں پھر اس کے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بن گئے، بعض نے تو جب اہل دین سے مخالفت کی اور اس پاک و سادہ دل شخص
 کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور ان کے درجہ کی عادات و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو ان کی
 نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان ملائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بن گئے اور پھر ازکا شمار بھی بہترین
 اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے لفاظ پر مجسمی ہے
 اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو توار کی دھار سے بچا ہی لیا تو کیا ہوا آخرت میں ان کو دردناک عذاب آٹھانا ہی پڑے گا۔
 اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو ان کے لفاظ کا عنوان اور فروماگی کی دلیل ہے اور
 وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت
 کرے۔ خدا تعالیٰ سے ہم دین، دنیا، آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔
 یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی استوار سنت سے جسکی آسنے اپنے
 رسول پاک کی عجاوب و وحی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا خدا آپ کو آپ کی شان کے
 مناسب ہماری جانب سے جڑائے فیوض اقدس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور
 آپ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کر لیا۔ خدا نے سچا ماننے والے اپنے دین کو پورا کر کے ہمارے ادھر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو
 بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اپنے بالکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل
 فرمایا (یوم اکملت لکم دینکم و تمتم علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے
 لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے اپنے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور
 کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اس کے عطا کرنے والے خدا کے پاک کی حمد اور اس کا شکر کرتے ہیں جیسی حمد و شکر کا وہ حق
 ہے اور سارے محامد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جسے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہر کو ہر نعمت مگر تاقہ ہم ہرگز ہدایت نہ پاسکتے
 تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دینا تھا جیسا اس بات کو آپ کے صدیق کبر
 اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ نور بعثت ہے ان کے لئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا (اور مومن خدا کے نور سے
 دیکھا کرتا ہی ہے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جہاں ہونا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا چنانچہ

ن
 ورنہ اسلام کے
 مکمل ہونے کے
 بعد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 کو چھوڑنا تھا
 ورنہ اور اسکی
 حکمت

دین کامل ہو چکا تو بعد اسکے دار فناء سے وارث ہوا کی جانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا
اور کیا رہ گیا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست نکلا دیا
جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اسکے بندوں کو آپ نے ہر پونچا دیا براہ راست کی بغیر غواہی میں رہے انکو ایسے روشن
رستہ پر چھوڑ کر گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے انکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزیں کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی حاض
ہی نہ ہوا ایسی الفت جو کبھی نہ جائے ان لوگوں کی رجوں بھی آپ پر فدا ہیں ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثنا خواں ہے
پس خدا تعالیٰ آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے ہر دے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقار میں غایت فرما
اور آپ کے مولے سبحانہ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پر جو کہ ہدایت کے انوار ہیں اور آپ کے
ذی عظمت صحاب پر جو کہ تاریکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ازکی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے رہیں اور
نہار کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللہم آمین

اور چونکہ یہاں پر اگر ہمارا اصل کلام ختم ہوا اور خدا نے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور حقیقت کے بیان کرنے میں ہر کوشش
عیانت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ لکھیں ختمی توفیق دینے والا ہے
خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جسکو قبول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جسکا کہ نام فروع ہے)
قرآن شریف اور ان احادیث بنویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع
میں سے کوئی شے ان دونوں ماخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں ماخذ بلا شک دین کے پورے پورے شکل
ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں دین محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی
ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے ان کا صراحتاً یا قریب قریب صراحت کیا کر دیا جائے لیکن فروع اس قدر ہیں
اکثر صحتاً یا قریب صحتاً کہ الفاظ نہ ہو سکتا دیوتا کا ارادہ کیا جائے اس قدر الفاظ کی حاجت پڑتی ہے جلدیں کی جلدیں جو جانینی اور اسکے ثبوت میں کیا کم
ہے کہ نئے نئے لوازمات زمانہ کے آنے سے فروع ہی نئے نئے ہو جاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کریمہ نے
بقدر کفایت عقائد اور بہترین فروع کی تصریح کر دی ہے اور کچھ قواعد کلیہ وضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے جم
غفیر کو شتمل ہیں یا ان میں سے بہترین امور پر اشارت یا کنایات دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین
محمدی میں چھٹی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایات اور اشارتاً سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا
سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے ان دونوں عظیم اصولوں سے احکام کے نکال
لینے اور عام اسکے لئے شائع کروانے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں چنانچہ ان دونوں طریقوں میں ایک طریقہ
تعمیمہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لینا ہے یعنی ان لوگوں کا اجماع کر لینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا
اجماع خطا سے محفوظ اور معصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے مخصوص قرآن اور
احادیث سے سمجھ لیا ہوگا اور کسی امر پر بزرگ اجماع نہ کریں گے اگرچہ انہوں نے اپنے ماخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ
کا اجتہاد ہے جس کو خدا نے دین میں فہمید غایت کی ہو اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ عطا فرمائی ہو پس خدا

فائدہ اس بات کے بیان
میں کہ ہر کلام
قرآن و حدیث کا جامع
امت اور امتداد کی
اور امتداد کی
نہیں ہے

تعلیل لے لے ایسے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو۔ پس امت نے ان دونوں مآخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے ان کے لئے احکام اجتہاد یہی کافی ہو گئے اور ان کو اپنی عبادات، معاملات، آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب دستیاب ہو گئیں۔ پھر علماء امت نے ان صفات سے بحث کی ہے جن کا وجود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد اور قرآن و احادیث سے حکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس انہوں نے ان کو ان شرائط میں منحصر پایا جن کا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حادی ہو اس طرح پر کہ اسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور ان کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو ان میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اسکے لئے کئی علوم کی حاجت ہوگی۔ اول تو علم لغت کی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جتنے لئے عربی لغت کے (جہیں کہ قرآن نازل ہوا ہے) الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف کی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنا اور اسکے معنیوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت ان کو لاحق ہوا کرتے ہیں اور نیز اس وقت ان کے بنی اور حرب ہونے کی کیفیت اور اسکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب پیدا ہوا یا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جن سے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ غییم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اسے پڑھ لکھ کر حاصل کیا ہو یا اپنے سلیقہ سے اُن سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ ان معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں نثر ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جارا احد منکم من الخائط) میں یہ حالت ہو کہ خائط سے مراد حدیث ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا لگانا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا لگانا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنی خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صریح۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نصی۔ منفی۔ تشابہ۔ دال بعبارة۔ دال بشارتہ۔ دال باقتضائہ۔ دال بدلالة۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جن کا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم و مینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

عفاً عن لغت میں اس میدان کو کہتے ہیں جو دست ہو اور اس سے پانچواں سے کنایہ کیا جاتا ہے لے کر ثبوت زمین میں قضا کے حاجت کے لئے بیٹھتے ہیں ۱۱ کمانی بنی الارب۔

دیگرہ وغیرہ۔

اور یہ اخیر (یعنی نسخ و نسخہ) کا جاننا انھیں کے مزل کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے اس طرح ہر کہ فلاں شخص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغایر اور انکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت انکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ نہانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اسقدر ہے جس کو معرفت احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اس قدر احادیث سے واقف ہو جسقدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح ہر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی انکے لغوی اور شریعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور انکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور ان احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہنچنے کا طریق ہے خواہ وہ قوی ہو یا مشہور۔ یہاں آحاد ہو اور اس میں حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مستدرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معضل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے ہمیں صحیح تاریخ سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین کے مابین ایک طویل زائد حامل ہو گیا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھہریگا پس ان اللہ کی تعزیر اور تخریج پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مائے گئے ہیں اور ان پر اسبارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجہ قیاس کو جاننا ہے یعنی اس طریق کو جسکے ذریعہ سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان شرطوں کے شرائط۔ انکے احکام اقسام اور یہ کہ ان میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردودان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ان مسائل کو جانتا ہو جنہیں ان علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے۔ جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں انکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سہی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

اس قوت سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر ذمہ دار میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا مایہ حال سمجھتی ہو علم مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حدیث کو تو نہ پہنچتی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہتے ہوں۔

سے آحاد سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں قوت کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر خبر آحاد کی یقین میں ہیں پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری خبر جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دوسرے کم نہ ہوں جو اس قسم مرتبہ ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ منجستہ الفکر۔

عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اعتقاد کیا ہے کہ مسائل اجتہاد میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر لی ہے اگر حق تک اسکی رسائی ہو جائے تو اسے دواجر ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ معذور ہے اور اسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملے گا اسلئے کہ اسکے ذمہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کر چکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک اسکی رسائی نہ ہو سکی ہاں اگر امر صواب تک پہنچانے والی دلیل ظاہر ہو لیکن مجتہد اپنی کوتاہی اور تقصیر اور اجتہاد میں کوشش و بلاغ نہ کرنے کی وجہ سے امر صواب تک نہ پہنچ سکا تب البتہ سختی خطاب ہے اور بعض سلف سے جو آپس میں ایک دوسرے پر مسائل اجتہاد میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ ان میں غلبہ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے آئی کا حاصل ہو جانا مقصود ہے رہا حصول و عقائد میں اجتہاد کرنا تو ہمیں خطا کرنے والا یا تو سزا دیا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باب میں مطلوب ہوتا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہو جائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل اجمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کر سکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کر لیا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اسنے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضی کو چھوڑ دے پس اس موقع سے آپ کو ان لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہوگا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اسوجہ سے یقین کر لیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جاننے والے علم یا بوجی کے فلاں جاننے والے نے یوں کہا ہے یا وجودیکہ یہ باتیں عقیدہ اسلامیہ یا سوانہ نص شرعی کے ظاہر کی مصادم و مخالف ہوتی ہیں ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خدا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسوقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کر کے دونوں میں تطبیق یا ضروری ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (یہ جو کچھ گفتگو اجتہاد پر کی گئی ہے سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارہ میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اس کے حواشی سے ماخوذ ہے اور اسکے ساتھ بغرض توضیح کچھ میں نے بڑھا دیا ہے۔ رہا اجتہاد عقیدہ یعنی کس خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سوا ہمیں یہ گفتگو نہیں ہے۔)

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد بن حنبلہ کے شاگرد ہیں جو اصول کے لحاظ سے قائم کیا جائے اور کئی میں جو فروع کے اعتبار سے طریق قائم کر لیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا دین ایک ہی ہے یعنی اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی لفظ مذہب دین کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۳

وہی اسلام کا
حق کے اعتبار
سے مختلف مذہب
کرنا اور اسلئے
جائز ہے کہ ایک
مذہب کو دین
کہا جائے اور
دوسرے کو
مذہب کہاجائے

جہنل کا (رضی اللہ عنہم طرہ صائم) اور وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ مطلق اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوح قرآنہ اور احادیث بنویہ سے جہاں تک کہ اس کا اجتہاد پہنچے اور جہاں تک کہ اس کے کمال علمی اور اجتہاد سے اس کو رسائی حاصل ہو سکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہر ایک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس ان ائمہ کے اتباع کرنے والے ان مسائل پر عمل کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرورت خات پائے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاسئلوہم الذکر ان کنتم لاتعلمون) اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات پختہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائے گا جو اس کے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اس کو نجات ملیگی کیونکہ اس نے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جس میں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور اجتہاد اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا صحابہ تابعین اور اسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) لیکن ان کے اس قدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو ان کے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جاسکے نقل کرتے اس لئے ان کے مذاہب صفحہ عالم سے منکئے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی ان کے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنھوں نے ان کے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا ان کو یاد رکھا اور کتابوں میں ان کو مدون کر دیا کہ وہ کچھ بٹنے کیے مجدد دیگرے۔ بعض بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ رس و تدریس کے ان کے مسائل کو حاصل کیا۔ بیوجہ سے ان کے مذاہب باقی رہے اور آج تک ان کے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فرقہ دو سے فرقہ کو وطن نہیں کرتا اور نہ ان کو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر انہیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اسکے دین میں معیوب نہ شمار کیا جائے گا جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ ان اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اس نے یہ باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے ان سب کی سجدیں بھی ایک ہوتی ہیں ان کا غلیظہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان میں باجمہ کوئی ایسی شے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عدوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بجا تا ہے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے نہایت سفاکت یہ ہے کہ مروج اپنے امام کے مذہب کی رعایت

خدا تعالیٰ نے انھیں بھی توفیق کر دے ۱۲

مسئلہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے پوچھ لو جنکی بات پختہ ہوتی ہے ۱۲

جسکے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں ہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہو گیا اور یہ ساری کارروائی قرآنِ شریف میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہ گیا کہ وہ انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہنچا دیں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم و دینیہ کی تحصیل کا ذوق و شوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا انہیں کسی شروع ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور آنا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہی ہوتی گئی یہاں تک کہ پہلے زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہو گا وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا چنانچہ آجکل کے بڑے سے بڑے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا ہی ہے تو اور دوسرے علوم میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر انہیں تو یہ ہر بلا کہ وہ علماء دین سے کون شخص ہے جسے ہم ان آیات میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی بخوبی اور شریعہ کی معرفت ہی رکھتا ہو علوم جو یہ بخوبی صرف معانی بیان وغیرہ کا ہی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور انہیں کون نام کون منسوخ ہے اور وہ قیاس ہی اسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے انکی بھی اسے خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو یہاں تک کہ جہت کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا دعویٰ ہو تو اسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے۔

کذبہ شواہد الامتحان

کل من یعی بمالیس فیہ

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہو گا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ابو یوسف۔ محمد۔ زفر جن۔ وغیرہ انہیں کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرم کا خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شرح اور کتب اسماہ نزول اور نسخ و منسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے کن عظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس اس سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہو جائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کرے اور یہی علوم جو مرتبہ اجتہاد کے کن عظم ہیں انکے لئے یہ کتابیں پوری کھیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن در سفینہ نہ در سیمہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اسکے سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی علم کا مرجع اور اسکی اصل اسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اس کی جانب مراجعت کر سکے اور اگر انصاف سے

مہ ترجمہ ہر شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے صوف کا دعوے کرے جو انہیں نہ تو شواہد امتحان اسکی ملکہ یہ کہتے ۱۲ ترجمہ

دیکھا جائے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ پہلا بتلائیے وہ کون
 شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کر کے ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستعد ہو
 اور ان کتابوں میں سے ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح پر کہ اسکے ذریعہ سے اسے ہر مانع
 آیت اور ہر مانع و منسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تواریخ و شواہد
 اور آحاد و غیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجتماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ ان امور سے
 واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں انکے
 قول کی صحت پر براہین قائم کرنا تو طوالت طلب ہے اسکے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحج کا کلام جو میں نے درج میں دیکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی
 اور ہر منصف شخص کو جو عناد سے بری ہو سکین حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ
 مختصر کر لیا ہے علامہ موصوف (رحمۃ اللہ تعالیٰ وارضاه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین
 یونیہم ثم الذین یونیہم الحدیث) پر گھنگھوکتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ
 زمانے کے لوگوں کے بارے میں ہے یعنی انکے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے درمیان میں ایسے فرقہ کے لوگ
 بھی تھے جنکی پیروی نہیں کجا سکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شارع
 علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ اوروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ
 خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتوں میں خیر و برکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں
 ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ انکی برابری نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلیٰ کلمۃ اللہ واسطے اپنے
 دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو
 پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ ہی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص
 انکی (صحابہ رضی اللہ عنہم) گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ و تازہ نازل ہونے کا شاہد ہوتے
 تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھڑی تھڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو براہِ یاد کرتے جانتے تھے اس طور پر خدا نے انکو قابل
 کر دیا تھا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف ہی اس سے ضائع نہیں ہوئے پاپس انہوں نے قرآن کو کیا کر دیا
 اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کے لئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے جی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور
 جیسا کہ چاہئے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی۔ سہوا و غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک
 کوشش کی کہ کسی حدیث میں شک ہو جاتا تھا تو وہ انکو قاطعاً ترک کر دیتے تھے اور ہر کبھی بیان نہ کرتے
 تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں پھر جب انکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ)

وہ تمام زمانوں کے لوگوں کو سیکھانے کے لئے انکو بھیج دیا ہے ۱۳ ترجمہ صحابی ان مسلمانوں کے لقب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے ہیں
 اور صحابی کے دیکھنے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں اور تابعی کے دیکھنے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں ۱۴ ترجمہ

ف
 علامہ ابن الحج کا کلام
 جو میں نے درج میں
 دیکھا ہے نقل کروں
 گا جس سے اس مقام
 کی توضیح ہو جائیگی
 اور ہر منصف شخص
 کو جو عناد سے بری
 ہو سکین حاصل ہوگی
 میں نے ان کی طویل
 تقریر کو دفع تشویش
 کی غرض سے کچھ
 مختصر کر لیا ہے

کی نسبت آپ کی خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پاسے ملتے ہیں اور ضبط و حفظ کے لحاظ سے تو ان کی تعریف کا احاطہ ہی ممکن نہیں اسکو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے انکو جزائے فیروے۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے انکو دلیل سے دفع کیا اور اسوجہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی جیسا کرنا چاہے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں ان کا دل سب سے زیادہ پاک تھا ان کا علم سب سے زیادہ عین تھا ان میں تکلف سب سے کم تھا انکی خصلتیں نہایت استوار تھیں انکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے انکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے انکے فضل کو پہچاننا اور انکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راست پر تھے انتہی۔ پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو انکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب و تحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ طے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر مضبوط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں مجھ سے پوچھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا ہو سمجھ لے کہ اسکا علم و عمل کیسا کچھ ہو گا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی اقامت اور نیراس اعتبار سے قرن ثانی والوں کو بھی فضیلت کا حافر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر تھے ہر ایک کے جانشین انکے اتباع کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں ان میں بڑے بڑے فقہار پیدا ہوئے جنکی کو لوگ تقلید کیا کرتے تھے اور واقعات میں انہیں کیجا نب رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس انہوں نے قرآن کو محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں ہی انکو مضبوط اور محفوظ لیں۔ پھر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں انکو جمع کیا اور شریعہ کے موافق قرآن اور احادیث میں حکام کی جستجو اور دیکھ بہاں کرنے لگے قرآن و احادیث کے فوائد انہوں نے استخراج کئے اور ان سے قواعد و احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی و نقلی طور پر بیان کیا انہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے سہولت کردی۔ فروع کو مہول سے استخراج کر کے اور فروع کو انکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فرع سے متبیز کر دکھایا۔ پس نبی حالت نہایت منتظم اور باقاعدہ ہو گئی اور انکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں غیر عظیم نے قرار پڑا۔ پس ان لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاتی ہوئے اور باوجود اسکے ان لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے بعد والوں کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جس میں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہو پس جتنے لوگ انکے بعد آئے گئے وہ باعتبار غالباً انہیں کے مقلد اور تابع رہے اگر ان کے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر یا کوئی فائدہ انکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر ہو چکے

ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہیں کریں تو وہ بالاجل قتل رد ہے باقی رہے وہ فوائد جو ان کے بعد والوں نے استخراج کئے
ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارہ مرتبہ
فرمایا ہے (اُس کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت ہیر ہیر کر کے برہی پرانا نہ ہوگا) یعنی بار بار پڑھنے سے اس کا لطف
جائے گا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئے گا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ضرور اس سے
ان فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالیٰ نے ان میں مخصوص کر رکھے ہیں اور جنہ پر انکو مشقت کیا ہے تاکہ اس
ہمت کی برکت قیامت تک مستمر رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میری امت بارش کے مثل ہے پتھر نہیں
معلوم ہو سکتا کہ ہمیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا چھٹی) یعنی خیر و برکت دو ٹوٹے اللہ اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار
سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے ہاں اگر کوئی نادر الوقوع واقعہ ہو جو ان بہتدین پیشین کے زمانہ میں قیل
و فعل بیان کسی اعتبار سے کبھی پیش ہی نہیں آیا پس اس وقت یہ واجب ہو گا کہ ان کے صدیقی بیان کردہ قواعد کے موافق جو ان سے
ثابت ہیں اور جنہیں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اس واقعہ کے حکم میں غور کیا جائے گا۔ پس اگر یہ حکم ان کے مقرر کردہ اصول کے
موافق ہو گا تو البتہ مقبول شمار کیا جائے گا ہر جب وہ بھی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستہ چلے گئے اور ان کے بعد والے نے
تو انہیں دین میں کوئی ایسا کام نہ ملا جسکی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور انکو ان کے ساتھ اختصا حاصل ہوتا بلکہ انہوں نے دین کے
کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اسکے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون مستنبط اور استخراج کر گئے
تھے اور جو کچھ وہ فوائد بھلا گئے تھے ان کی حفاظت کی جائے پس اس وجہ سے دین کی اقامت انہیں قرون ثلاثہ کے ساتھ
مخصص کی گئی جنکا کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اس واسطے قرون ثلاثہ کے لوگ
اپنے بعد والوں سے بہتر نہیں رہے اور ان کے بعد والوں کو دینی بہلای اور بہتری اس وقت تک کبھی نہیں حاصل ہو سکتی جب
تک کہ وہ انہیں قرون ثلاثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے
اسی باعث سے ان کے بعد والے ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور نہ انکی نیکیاں اس پایہ کی ہو سکتی ہیں۔ پس آپ کے قول (خیر القرون
قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم) کا مطلب ظاہر ہو گیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب (مکمل
میں لکھا تھا یہاں تک ختم ہو گیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کرے گا اور نظر انصاف سے دیکھے گا ان کے نزدیک اس
قول کی صحت جو علمائے خفیہ سے منقول ہے کہ اجمہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہو گیا ہے ظاہر ہو جائیگی
اور ان کے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائے گا۔ خدا کا اس بات پر ہزار ہزار شکر ہے کہ ان علماء اعلام نے اس قول کی
تصیح کر دی جسکے نہایت کافی ودافی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی
توفیق دی کہ انہوں نے اپنی سلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کروایا اور اس زمانہ میں جس میں کہ درجہ و پرہیزگاری کی کمی اور
ع (لا تفتنی عما تہم ولا یخین علی کثرة الردۃ) عہ انتی مثل المطر لا یرى آت الفیغ اولہ و آخرہ حدیث کے الفاظ بھی یا اس کے قریب

باطل عیوں کی کثرت ہے آپ بہتر سے بیباک لوگوں کو دیکھتے جو اہتہاد کے بعض مواد کے حاصل ہو جانے سے اپنے دل میں
مغرور ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہنچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے کہ وہ لوگ اس جلیل الشان منصب
کے مدعی بنے ہوئے اور بعض سید سے سادے لگے ہوئے ہی بنجاسے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھ ایجادیں
کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھ نہ ہوتا اور جس طرف پر کہ سلف صالحین تھے جنہوں نے کہ امر دین کا
ہدایت کامل طور پر سنبھالا اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور ان کے مخالف ہوتے اور آپ دیکھتے کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں دین
کا حال متغیر ہو کر تباہ اور ہمیشہ رو بدل لگا رہتا جیسا کہ سیاسیات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق رو بدل
ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالیٰ نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جس کے احکام قیام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں)
پس نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نہ پہنچتی کہ امت اسلامیہ اس طریقہ سے چمکے کہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے گمراہ ہو جاتے۔ لغو ذبا لہ من ذالک۔

پس خدا تعالیٰ علماء اعلام کو اس کی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس امر کو واضح طور پر بیان کر دیا اور خدا تعالیٰ و سبحانہ و
علیہ عثمانیہ کو دائم و قائم رکھے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کی جانب
سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

یہ تو ہو چکا اب اور سنئے کہ میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علماء محققین کے زمرہ میں
شمار کرنے پر (بقول شخصے۔ ہم بھی ہیں باپچوں سواروں میں) فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے لئے
بہتر یہ ہے کہ ہم شی شے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کثیرا احادیث
نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں لیتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علماء اعلام کی نظر میں بالکل
باطل ہے کیونکہ نص قرآنی اور ان احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی بہت
محدود ہے کہ لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے ساتھ تسک کریں ہی طرح یہ بھی حکم ہے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں ان میں جو امور وارد ہوئے ہوں انکو بھی اپنا تسک ٹھیرائیں اور یہ بات
برا جمل بھی منعقد ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے تسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی
کرنے پر دلالت کرنیوالی بکثرت آیات قرآنی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے (اور میری
رحمت ہر شے کو گہیر سے ہوسکتے ہے سو اب میں انکو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو توفیق کرتے ہیں اور کوفہ و پتہ
ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو جاری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ توحید اور تہلیل میں

مہ و حقی و سحت کل شے خدا کہتا للذین یتقون و یؤتوں الزکوۃ والذین ہم بآیاتنا یؤمنون الذین یشعون الرسول النبی الامی الذی یحکونہ مکتوباً
عندہم فی التورۃ والا انجیل یا مریم بالمہروف وینہا ہم عن المنکر و یحیل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث و یضیع عنہم اصرہم والافتال النبی
کانت علیہم فالذین آمنوا بہ و عززہ و نصروہ و استنوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون۔ ۱۳

فہ بعض اور فقہ کا
نام کے علماء اور میں کہتا
کہ صرف قرآن و حدیث کا
لئے ہو چکا احادیث
سے تسک کرنا
حق و حقیقت میں
لے اس کا رد ہے

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اپنا پاک اشعار کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر تھیں انکے اتارنا ہے پس لوگ اسپر ایمان لائے اور (انہوں نے) کہ اس کا ساتھ دیا اور انکی مدد کی اور غزنی پیروی اختیار کی جو اسکے ساتھ آتا رہا اگر (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) آپ اگر انکے علاوہ اور تیس قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی دانی میں اچھا اور سب جاننے والے سمجھتے ہیں تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کامل طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں انکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہو گا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان میں سے بعض یہاں مذکور ہوئی ہیں۔ ابو داؤد میں عریاض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہر کو نہایت لطیف نصیحت فرمائی کہ انہیں انگلیں پھیریں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی خست کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو غم میں سے زندہ رہے گا وہ عقرب ایک بڑا اختلاف دیکھے گا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو چھین کہ حملانے راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کرو اسکیساتھ متسک کرتے رہو اور اسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی دائروں سے پکڑو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی فتنہ میں ہے۔ اور ابو داؤد اور ترمذی میں بروایت مقلاد بن جعفری اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عندہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف جی کہنا یا کرتا ہے جو اس پر ہوا کرتی ہے ۱۲ عن فی ابی داؤد عن العریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم قبل علینا یوحی فوجدنا موعظةً بلیغةً ذرفت فیہا العیون ووجلنا منها القلوب فقال علی ابی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان ہذا موعظة مودع فما اقبل علینا قال اوصیکم بتقوی اللہ واطاعة وان کان جسدکم شیئاً فانه من بعث منکم فیسیر فی اختلاف فاعلموا انکم بسنتی وسنة اخلفاء الراشدین المہدیین متسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ ولایا کم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة الا انکم تعلمون

۱۳ عن فی ابی داؤد وترمذی عن المقداد بن جعفری اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا والی اذیت الکتاب وشد حد الا یوشک علی مشہدان علی اذیت قبول علیہم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکما حرم اللہ الحدیث ۱۲

اور اگر ان قاصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد ملے کے لینے میں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے ترک کر دینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کی گئی ہیں ان میں بعض ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو نیکا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو افتاد احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے انکی نسبت سچی نہیں ہے اور اس امر سے ان لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث اعتقاداً و ائمہ حاکماً ہو تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی کے حقوق اور دینی علماء و اعلام نے جو پھر کہ احادیث کی روایت اور ان کے راویوں کی سوانح و حالات کا تحقیق کر کے بارہ بار دوسرا کیا جاسکتا ہے اور جو ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی نسبت یہ نہ بیان کر دیا ہو کہ اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو نیکا اس مرتبہ کا ثبوت وجود ہے اسی طرح جملہ احادیث کی صفات و اقتسام اور ان کے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

عن أبيه عن حماد بن عمار (رضي الله عنه) وعن أبيه (رضي الله عنه) لم يمتلي جوف النبي صلى الله عليه وسلم قط ١٢

[illegible]

او انہوں نے احاطہ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے علیحدہ اونہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اس میں بہت ساری کتابیں اور رسالے تالیف کئے ہیں متحد قضاہ نظم کئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے احادیث کے راویوں کی سوایح عمریوں کے بارہ میں کیا ہے چنانچہ اس کے لئے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن نقدیل و تخریج ہے بعد اس کے انہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ جس کا کتبہ احادیث میں برابر ذکر کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارہ میں اُس کا کیا حکم ہے یعنی اُس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اس کا بیان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث متواتر اور مشہور ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بارہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں احادیث صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارہ میں اعتماد ہو سکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال میں اُنکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف نہیں کوئی امر نہیں پایا جاتا تو اُس پر عمل کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکا عمل کر لینا جائز ہے۔ یہی موضوع احادیث کی ہی انہوں نے تخریج کر دی ہے جس پر کسی چیز میں ہی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکو پڑھنے والے پر یہ بیان کر دینا واجب ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہئے اور جو کتابیں ان بیانات کی تکمیل و استیفاء اور حدیث کے مرتبہ کے تمیز کرنے کے بارہ میں تالیف کی گئی ہیں وہ علماء امت میں پہلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اُن پر ان حقائق میں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہو سکتا ہے اگر احادیث بنو یہ پر ہی اعتماد کیا جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت اعتبار سے جو مرتبہ ہو اُسکو اسی پر رکھا جائے علاوہ بریں یہ خیال فرمائے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی سب طرح کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں میں چونکہ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلئے ہمیں چاہئے کہ کسی خبر کی ہی تصدیق نہ کریں وادہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہو سکتا بلکہ امر صواب یہ کہ ہم اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تاکہ ہم انہیں چکان کر دو کریں اور اُن پر اعتماد نہ کریں اور اسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث کریں یہاں تک کہ ہم انکی شناخت کر کے انہیں لے لیں اور اُن پر اعتماد کریں چنانچہ اسی طرح علماء امت نے ہی ان احادیث کے ساتھ ہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں اُن سے بحث و تدقیق کی یہاں تک کہ انہیں اُن احادیث پر واقعیت حاصل ہو گئی جسکی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس انہوں نے اُنکے ثابت ہونے سے لوگوں کو بھی آگاہ کر دیا اور خود بھی اُن پر اعتماد کر لیا اور اسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُن سے ہی دُھت ہو گئے اور اُن سے ہی انہوں نے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور جس مرتبہ کی وہ تھیں اُنکو اسی مرتبہ پر رکھا یعنی اُن میں سے بعض کی نسبت تو یہ حکم لگایا کہ اُن پر احکام کے بارہ میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر چچان سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسی اعتماد کے قابل ہیں اور کون ناقابل قبول ہم اُن سے کہیں گے کہ اس وقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہو گا کیونکہ چورین کے علماء ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور پھر ہمیں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرات نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علماء کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ انکی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا ظاہر قانون عقلی اور ان امور کے خلاف ہے جنہر کہ عقلی قطعی دلیل قائم ہے اور جن کا پتہ زمانہ حال کے قانون کی تحقیقات و انکشافات سے نکلے ہے اور اس سے انکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر انحصار کیا جائے اور تمام احادیث بنویہ کو چھوڑ دیا جائے۔ آپس میں کہتا ہوں کہ انکا یہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بڑا اور بالکل ہی بچر ہے اور ان کا اس شبہ سے ہٹنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ہی قاصر ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علماء اعلام سے نقل کر کے ہم پیشہ تہیان کر چکے ہیں کہ ہم سب کو پر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی معنی میں جہتاً کہ کوئی عقلی قطعی دلیل انکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قائم ہو جائے جو ظاہر اہمیت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر اہمیت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہئے اور اسکو کسی ایسے معنی کی طرف راجع کرنا چاہئے جس کا اس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنی بعد ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص شریف اور اس قطعی عقلی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث بنویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کر لگا تو اسے ان میں کوئی ایسی شے نہ ملیگی جس کا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اس کے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور اس میں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جاسکے۔ باقی ہیں وہ نصوص جن میں تاویل کی گنجائش نہیں اور انکے معانی متعین ہیں تو ان میں سے کوئی شے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل انکے مخالف قائم کیا اور جس کا گمان اس کے خلاف ہو اسے بیان کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث بنویہ کو ترک کرنے کے عوض علماء امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے جس کا ظاہر انہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اس وقت اپنی یہ بات ظاہر ہوتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو ظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اسکی وجہ یا تو فہم کا تصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی محنت الہی کی وجہ سے وہ نص ہی جو اصل تشابہات (ایسے طرز پر داند کی گئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا قیود کہنے کے شرعی نصوص ہیں جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سوا اس امر میں قرآن و حدیث دونوں مشترک و مساوی ہیں ایک کو قبول کر کے دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲۔ مترجم

کے سمجھنے میں علامہ کی آزمائش اور امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور بالکل سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جس میں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا درجہ طحاہر و لیل عقلی اور اکتشافات و تحقیقات جدیدہ یقینہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے بتوفیق خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنا پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسبتنا و میل کر کے تطبیق دوں خدا تعالیٰ و سبحانہ سے ہمیں یہ دہلیہ کہ مجھ پر اپنا احسان کرے اور اس کے تمام کریم کی توفیق دیکر اپنے دین کی جیسے یہ خدمت لے لے امدت تعالیٰ ہم سب کو ایسی شے کی جس میں حق پایا جانا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور زبانوں کو صدق پر قائم و دائم رکھے اور جس امر میں اسکی رضامندی اور اس کے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو اسکی ہمیں توفیق دے اور بطفیل ہمارے سردار سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالآخر کرے اور ہم کو سعادت ابدی عنایت کرے۔ اللہم آمین۔

باقی رہی تہنیت اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں باوی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور چوک گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے پورے طور پر سمجھنے سے پہلے میرے غلطی ٹھہرائے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے قبل و بعد کو خوب دیکھ بہال میں اور یہ بھی نظر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور نہیں کیا و محتاج اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر اسکی ترتیب دی ہے یہ جو حق بات ان کے نزدیک ظاہر ہو اس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میرا ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطائے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں بہلا اپنے لئے خطائے معصوم و محفوظ رہنے کا کیونکر دھوئے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر اپنے اور اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے لئے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا تجویز نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بعد اپنی کوشش اور طاقت کے امر صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ ہمیں حق ہو تو اسکی جانب بتوفیق خداوندی اور بہ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں ہمیں رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ ہمیں بہول چوک ہوئی تو وہ ہمیں میری ختم کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث ہے اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری مغفرتوں پر مواخذہ نہ کرے گا اور جس کا قصد میرے کلام کی جانچ پڑتال کرنے اور میری غلطیاں نکالنے کا ہو اسے اختیار ہے لیکن اسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کر کے اس پر پیش قدمی کرے کیونکہ میرا تالیف کا محض سلامی نہیں کفایت بجا لانا ہے اسلئے اگر جانچ پڑتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی بن کا پیر و ہے تو اسے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ خدا و رسول کی خوشنودی اور رضا کس شے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گھس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصد ہرگز نہیں ہے کہ دین

اس بات پر توجہ نہ کریں
رسالہ کو اگر کوئی امر
باوی النظر میں غلط
ہو یا نہ ہو اسکی غلطیاں
نہیں بلکہ ایمان کا
امور میں اسکی کوتاہی
میرے ساتھ لکھ کر لیا
اور اسکی غلطیاں
حقانیت کی طرف جاننا

فلسفیت کو دخل دوں بلکہ میں نے یہ طرز اسلئے اختیار کیا ہے کہ فلاسفوں کی عقل کو تکین حاصل ہوا یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقاید سے لے کر لینے کی تکلیف دی ہے جو قانون عقل صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا مزہ سراسر دین و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علماء کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحث فلسفہ کی شمع کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں۔ پس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں بتا ہوں جس پر کہ اسلامی اسکے علم پر چلے ہوں اور جو شخص سب سے واقف ہو گا کہ فنون فلسفہ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں میں کس قدر شائع ہو رہے ہیں خصوصاً ان لوگوں میں جو دین اسلامی کی حقیقت پر گاہی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ جدید فلسفہ کے شواہد اور آؤدگیوں سے جہیں کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اس پر چلنے کو ضرور محسن سمجھیں گے اور یہ وہ فلسفہ اور تحقیقات جدیدہ ہیں جن کا پتہ ان علماء متقدمین کے زمانہ میں نہ لگا تھا جنہوں نے کہ فلسفہ قدیم کے شواہد اور آؤدگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر میں بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ رخائے عنان سے پیش آیا ہوں اور اسے میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جہور نہ ہی اس امت کے بعض علماء کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کر لے اور اس سے میری صرف غرض ہے کہ میرے مقابل کو آسانی ہو اور وہ بسہولت دین میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ اسکا دین میں داخل ہونا گو وہ علماء اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے زمرہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہو گا اور ایمان سے وہ محروم نہ رہے گا۔ پس یہ امر اسکے لئے اس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے تحقیقات کا باعث ہو جائے گا۔ امام غزالی ہی کو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب تنہا فت الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر کیوں نہ ہو الزام حجت کو کافی سمجھا ہے اور یہی پراکتفا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلام قانون اسلام پر موقوف ہے جیسا کہ موافق میں ہے اور قول متحد کی بنا پر ان کا کمال کار بھی نجات ہے۔

اور سب کو جاننے کے لئے یہ دیکھئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسحباب کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وَأَنذَرْتُكُمْ دَیْلَی اَوْفٰی ضَلٰلِیْ مِیْن) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی ہدایت ہوئے میں آپ کو ذرا ہی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحث اور دلیل کی سماعت کے لئے اپنے مقابل کو آواز دینے کا ایک شیطانی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے بسہولت بیان کر دی جاتی ہے پھر وہ اسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اسکو تکین دلائے گا باعث ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل

ہو جاتا ہے۔ رہا اسلامی یں میں یہ اعتقاد جسکو سلفے دل میں لیکر غلط کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دلعسے کہ خدا اسی پر میرا انجام بخیر کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کا جس طرح کہ سلف صاحبین یعنی صحابہ اور تابعین اعتقاد کرتے تھے اسکے موافق اعتقاد جازم کے ساتھ میں ہی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اور نصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تفویض کی بابت بھی انہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا اعتقاد ہے کہ نصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اس سے محال لازم کر سکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس سے ارادہ کیا اُس پر میں ایمان لاتا ہوں اور مشابہات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جو وقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان نصوص شرعیہ میں سے کسی کو مستصر ہوں یا ان سے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول دین کے خلاف ہیں اس وقت میں خلفاء رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور ان نصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کر دیتا ہوں جس سے ان میں اور عقل میں موافقت ہو جائے جیسا کہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہو چکا ہے اور یہ بات صرف اسلئے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہو جائے اور اسکو یہ الزام دیا جائے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کر سکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی نصوص میں ہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنی عقل صحیح کے موافق ہیں اور اس معنی کو یقینی طور پر معین کر کے ہم نہیں بتا سکتے بلکہ اس کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مختار ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور خدا توفیق دے گا۔ پہر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں جتنے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بھی سمجھ لیں جتنے کہ بعض بعض مواقع پر جب مرجع دور ہو گیا ہے یا کسی قسم کا آئینہ خشار کیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی نہ کر دیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ بھی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ بریں بعض اور امور ایسے ہیں جنسے کہ ان علماء کی بالفیات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی نہیں گی۔ اور یہ سب کچھ میں نے صرف اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہو جائے شاید خدا تعالیٰ میرے دینی اور سہشت میں شریک بہائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے بیشک انکسار ضحیف اور عاجز کے ساتھ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مظهرہ و ملت منورہ مولانا و سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کر دے اور ہمارے مولائے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین سلطان بن سلطان سلطان عبد الحمید خاں بن سلطان عبد الحمید خاں کی دولت کی تائید اور نصرت سے انھیں سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی مراد نہ معلوم ہو جیسے کہ حروف متلفعات یا کیسی کیسی اصل مراد نہ معلوم ہو لیکن اسکی کوئی خاص کیفیت خاصا شریعت کی جانب سے بیان نہ کی گئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کر دوالی نصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھ تعیین نہ کرنا اور تعیین خدا کے حوالہ کر کے اسکا اجمالی اعتقاد کر لینا جتنا کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

کرے اور نہیں (نافع خلائق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافظت کے عرصے انکی حفاظت کرے خدا ہی سے خیر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

ترجمہ کتاب مصنف علام

خدا تعالیٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کتب کی توفیق دی اور تیسرے سید ایک ہزار تین سو چھ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنی عید الفطر کا مبارک دن تھا جسے خدا نے فریضہ مبارک کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لئے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب ہجرت و مسرت قرار دیا ہے اس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس کے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہنچتے ہیں اور اس کے تمام انبیاء اور سیدین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفیٰ بنی امی پر جن کی ہر دولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و صحابہ پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ خرو عوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری
مٹے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسہ جامع العلوم کا پتھر میں احقر خدام علماء کرام و فضلاء عظام عاجز
اجتہاد علیٰ معنی مدرسہ سوم عربی مدرسہ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ تائید خداوندی اور توجہ مولیٰ و مولائی و استاذی محبتی
و سندی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد شرف علیہ صاحب نطلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرماوے اور اپنے بندوں
کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو زیادہ سمجھ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے۔ آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب

مدرسہ فارسی مدرسہ جامع العلوم کا پتھر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدا گرچہ صد عقدہ داند کشود خدا و نبی را نیارد ستود
ہماں بہ کہ از دل بجای آورم خدا را اسجد و نبی را درود

آلہ جعفری نہ رہے کہ اس پر ہر پسند ترجمہ سائنس اور اسلام کی فہم اور فیض جامع علوم عقلی و قلبی و متمدنی جناب مولوی سید
 اسحاق علی صاحب ترجمہ ارشاد فیض مینا دار حضرت اقدس قبلہ کعبہ مجمع اسرار الہی منہج فیوض ناظمی محدث معارف خفی و جلی
 استاد ذی و مرشد ذی و مولانی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد شرف علی صاحب شاہنوی عم فیض کی بابرکت دعا اور
 توجہ سے مدرسہ جامع العلوم کا پھر حفظ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشور کے درجہ فاضل میں حامی الاخریٰ ۱۶ سالہ احکام کی
 چودہویں تاریخ کو دو شنبہ کے دن فجر کی نماز کے بعد فورہ بمقدار ناچیز و خاکسار محمد انعام اللہ علیہ عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہنچایا
 نقل اور تہذیب کی حالت میں جو اس نفیس ترجمہ کو اول سے آخر تک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معالیٰ لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک نکتہ
 اور سبب نظر کش پایا تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے ہمتوں میں گویا فرق عادت کر دکھایا ہے
 اسی طرح مترجم کا حال نے بھی باغداد اور ترجمہ اور فقہیم مضامین مطالب کی داد و کد اپنا رتبہ بڑھایا ہے مصنف کے کج اجمال اور نفیس مضامین
 عربی کی عبارات کو کچھ دیکھیں پوشیدہ اور مستور تہذیب و دار و کجائے والویش اس اردو کتبیا با محاورہ ترجمہ و سبب ظاہر و باہر سو گویا بحق
 مکتور و ناب ستوری ندارد چودہ بندی سہ روزان برآرد

انصاف پسند ناظرین جسوقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پراورالامال بایں گے تو قوی
 امید ہے کہ کچھ دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارا نہ کریں گے

ہیں دعوتی کہ کردم شایدے ہست

اب اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب طبع کو بہت جلد صحت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر فیاض انعام
 کا مقبول بنائے اور مصنف اور ترجمہ اور حضرت اقدس مولانا مرشدنا شاہ محمد شرف علیہ صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے باعث
 ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار ناقل (محمد انعام اللہ) اور ان مخدوم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جو اسے زیر عطا و کرم
 ایمان کے ساتھ اس دار فناء سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے

چہ لئے سفید و چہ بخت سیاہ نگرید محروم زین بارگاہ

امین ثم امین کا تب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ له ولوالدیہ وجميع اہلباہ وسائذہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و
 آلہ وصحابہ اجمعین الے یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آختر حمیدیہ میں مولف رسالہ حمیدیہ کا تہذیب و ادواج عورتوں کے پردہ اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا تنقید فائدہ
 کے لئے اسکا ترجمہ ہی اس کے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ و علیٰ آلہ وصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین البحر طریسی

ناظرین کچھ دست میں عرض کرتا ہے کہ اسلام کے ہم مسائل میں سے تعدد ازواج عورتوں کے پردہ اور طلاق کا مسئلہ ہے اور چونکہ اس اثنا میں کئی مسلم کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں میری نظر سے گذری ہے اور اس شخص نے اس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاص کر پہلے کی نسبت اس نے یہ کہا ہے کہ تمام ممالک میں مردوں شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ غایت بیزاری و رنجیت اتنی سنے جو یہ رعایت مد نظر رکھی ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے موت کے اسباب فادانہ کچھ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا بحری خطروں کو چھیلنا لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ اور (مرد و عورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اس لئے زوجات کا تعدد امر طبی کے خلاف ہے اور ہمیں کی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر جیسا کہ یہ ہماری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبی کے خلاف ہے اس مؤلف نے جھونک (تقریض کی) ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاص کر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کی جائے یا اس پر ظلم روا رکھا جائے یا اس کو لکھ لیا پڑا یا نہ جائے یا اس کے ساتھ بدگمانی کر کے اس کو گھر میں بند کر دیا جائے جیسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ سب سنگدلی کی باتیں ہیں اور ہمیں عورتوں کے پردہ اور ان کے گھروں کے اندر رہنے کے بارہ میں ہماری حادہ شریعت کے حکم پر جھونک (تقریض) کی ہے اس لئے کہ جہنم جہنم کے اس معاملہ میں جو حقائق ہوں اس کو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کر دیں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تکسین نہیں لاسکتے اس لئے کہ وہ شریعت کے لئے دائروں میں سے نہیں ہے سوچنے بیان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس پر عاقل کو تکسین ہو سکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کر لی ان کا خیال بنیاد اور بیان اس کا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم ہی کر لیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اس کے بعد بھی یہ امر محض نہیں کہ خداوندی حکمت کا مقتضا ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا والد و تناسل ہوتا رہے اس کے افراد بڑھتے رہیں اور اس طرح ہر نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر اب نہیں ہے تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے والد و تناسل کی تقلیل اور ان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اب یہ دیکھئے کہ والد و تناسل مرد کے حاملہ کو لے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہو جائے اور اس عمر کو پہنچ جانا ممکن بلکہ موجود ہے کوئی تاویلات نہیں یہاں تک کہ بعض حکماء اس کے قائل ہیں کہ اگر ان کو موت جلدی نہ آگیرے تو اس کی خلقت اور قدرتی ساخت کا مقتضا یہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور قویہ ہے کہ انسان کی عمر طبی ایک سو بیس کی ہے) یہی عورت نہیں چونکہ جنین کے بار اٹھانے وضع حمل کی مصیبت برداشت کر لے اور دودھ پلانے سے انکی توت ضایع ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں کی استیوقت وہ تحمل ہو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم اس قدر قوت کو پہنچ جاتا

لہذا خداوندی محنت اس بات کو محقق بنائی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن اعتدال سن بلوغ سے لے کر پچاس برس کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے اور اردوں کی رائے ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انہیں بچہ جننے کی قابلیت رہ سکتی ہے) اور یہاں سے چونکہ انکی طبعی قوت داخل ہونا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالیٰ اعلیٰ کو اس سے روک دیتا ہے اور اس کا خون حیض منقطع کر دیتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور مقتضائے لطف و احسان رحم سے جس سے بچہ بنتا ہے اسکو محروم کر دیتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں پہنچ جاتی ہے اور جب یہ بات ٹھہر چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ عورت اپنے بچہ جننے کی قابلیت کی مدت میں جب بالغ مرد کے پاس رہیگی خواہ انکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنے کی باہر استعداد باقیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگی ہاں اگر کوئی غیر طبعی و عارضی سبب ہو جائے تو بات ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے پاس دونوں کے بلوغ ہو جانے کے بعد سوچے اور ایک ہی عورت کا ہر سہہ تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی قلم پڑی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے کے پاس رہنا دونوں کے ابتداء بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایساں تک دونوں سے تو اوروں سے متاثر ہونا ممکن ہے اور اس کے سن ایساں کو پہنچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو مرد پر عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کی وجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں تیرہ برس جنیں گے تو مرد پر بیس برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں برس زندہ رہیں گے تو مرد پر اسے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور اب اسی اسوقت بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن ہوں اور عورت سن ایساں کو پہنچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو۔ اور جب یہ صورت لیجائے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے بڑا فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ عورت اسوقت بھی مرد پر معطل ہی رہے گی جسے کہ اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ جسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور ہر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تھی جب بھی عورت مرد پر پندرہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیا جائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہو گا اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے زیادہ جو یہاں تصور ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد پندرہ برس کا اور عورت کا سن ایساں سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک بچہ جنکرائے جو جاگیگی تو مرد کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاس برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوا اسے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ ہی ہوتا تھا یہی یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن بھی معطل نہیں ہوتا اور وہ بہتیرے برسوں تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کر دینے

اُسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اُس کا تدارک کرنا ممکن ہو گا۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اُس کے شہداء کے تحمل کی طاقت عنایت کی ہے لہٰذا مرد ہی اہل دخیال کا خبر گیراں قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اُس کے ذمہ ہے اور اُس کے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور ولاد کی پرورش کرے اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور اُس طریق کے خلاف چلتے ہیں جس کے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مایوف ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اس کی قدرت رکھتے ہیں اکثر مالک میں کمزور ہیں اگرچہ بعض بعض مالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔

پس جو مالک پہلی قسم کے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہتیرے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو انکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خداوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اُس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں ناگوار سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان آیات میں ہم ایسے عاجز مردوں کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملا لیں تو مجرم مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام دہی کے زمانہ میں انہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبر گیراں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرم مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی تو والد و تناسل سے معطل رہیں گی اور جو خداوندی محنت نوع انسانی کی زیادتی اور اُس کے از زیادہ کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی۔ لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دی جائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اُس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو تھیں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور عورت ان بچاریوں میں جو والد و تناسل کی استعداد باقی رہتی تھی وہ ضائع نہ جائیگی اور نظام خداوندی محنت ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اُسے ثمرہ حاصل نہ ہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔

دوسری قسم کے مالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں نہ وہ خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اس لئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اسے فاضل عورت ملے ہی گی نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضایہ ہے کہ صرف پہلی قسم کے

ممالک کے رہنے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کر دی جائیں نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور بالداروں کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر ملک پر دونوں قسم کے حال آتے چلتے رہتے ہیں اور اسکا مضبوط کرنا اور اسکے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کر دینا ممکن نہیں اور بالفرض اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر بھی کی جاسکے تو جب اس معترض کے کہنے کے موافق حکم دیا جائیگا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی ضد سے بدلتا رہے اور بسا اوقات یہاں تک فتنہ پہنچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کر دیا جائے اور اس کے بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اسکے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ملک ایک ہی سال میں بالدار ہو جائے اور پھر محتاج بھی بن جائے یا اسکا آٹا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہو سکتے کہ آئے دن بدل لائیں اور ان میں تبدیل و تغیر کے ایسے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت راں انسان ان احکام کو کہیں بگاڑیں پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی امر طبعی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔ رہا الزواج کا جاری ہونا اس سے مولف مذکور نے کچھ نفع نہیں پہنچا لیکن اب ہم اس تقریب میں اسکی حکمت بھی ذکر کئے گئے ہیں اس ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت بھی ہے مگر اس کے ذکر کا یہ موقع نہیں کیونکہ مولف مذکور جاری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے اس کے خیالات کو تسکین حاصل ہو سکے ہاں اسکی عقل حکمت ایسی ہے جو اس کے امور مالوفہ کے طرز پر ہے اور اس سے بعض امور مذکور کی تسکین ہو سکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ذکر کر چکے ہیں کہ نان و نفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا کرتا ہے اور جو اسپر قادر ہو تا ہے وہ اسپر پیشقدمی کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش و مستقرا سے کسب حاش کے جاری قسم کے عادی فیصلے نکلتے ہیں۔ حکومت تجارت، صناعیت، زراعت۔ پس گویا باری تعالیٰ نے ہر سبب کے مقابلہ میں ایک ایک زوجہ جائز رکھی ہیں جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو رکھ سکیگا اور جب ان ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اس سے مفقود ہو جائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کر لیا جائے اور جب ان کے مقابلہ میں یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہو جائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر بالداروں کے حوالہ کر کے اور جب کسی کو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہو جائے کہ اس کے ذریعہ کے قائم مقام ہو سکے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کر سکیگا۔ اب اگر آپ گھر پر گدہ مشقت اور اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے تو آپ پر اسکا ارادہ ہی کھل جائیگا کہ مرد کو نو بیویوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سربہ بنانا (یعنی انکو جمع کے لئے متعین کر لینا) کیوں جائز کیا گیا اس لئے کہ ایسی عورتیں جس ملک میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں ان کے مقابلہ میں مردوں کی تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ ان کے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتے اور بالداروں کے لئے ہی ان میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے محض سب جائیں پس بالداروں کے لئے نو بیویوں میں سے کئی عورتیں جائز کر دینا عین حکمت ہے اور اس قدر بیان چھپنے والے آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔

کہ ان دونوں میں تو ایسے تسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے آگے تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہو جائیگی تو ان میں سے ہر ایک کو ممکن ہو گا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کر کے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے شر سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پر ہم اس امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جبکہ ہم پہلے کہہ رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اسے (مقدور ازواج کی بنا پر) ممکن ہو گا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے تو اسے ہر دستور عقد میں باقی رہنے دے اور اس فضل و احسان کو جو اس کے اور زوجہ کے مابین گنہ ہو لے اسلئے کہ اس کے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مقارنت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ اس میں سبب مانع حمل موجود ہے اب اس کے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ دوسرے سے مقارنت کر سکے کیونکہ اس عورت میں استعداد تولید کا پایا جاتا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اس میں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں ہی تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور راز ہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مومن مرض کا لاحق ہونا۔ بد صورت ہو جانا۔ آگے تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارے میں اس طرح اس سے عنایت کرنا کہ اسکو خاوند ظاہر کر سکتا ہو اور حاکم کے روبرو ثابت کرنا اسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چھکتے رہیں گے اور ان دونوں کی آنکھوں میں فساد اور مٹے چائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تلخی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پائیں گا مقصد کرینگے اور حیا کی کے ارتکاب سے روک بٹھک بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں ہونی چاہیے اور عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات و ذرا سی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور یہ خیال ہے کہ اگر علی العہم سلم ہے اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ عورت کے نمان و نفعہ کی مرد کی تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت سے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک یہی امر ہو گا کہ جہاں تک ہو سکے اسکو برداشت کر لے اس نظر سے کہ اسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اسے یہ خوف بھی لگا ہو گا کہ جو کچھ اس نے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اسے طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کرنے سے

حسے المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک فقط) خالی ہے
 نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کر لینے
 پر آمادہ ہو جائیگی اور اسکو چھوڑ دوسکے کو ہاڈھوٹہ ہوگی۔ پس اسکو واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقصد اسکا طلاق مڑ
 ہی کے ہاتھ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے پس سمجھدار سوائے اُس حالت کے کہ وہ بالکل
 مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض سو قوفہ نکاحی بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی
 کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقل کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ اللہ اعلام نے اسکی تصریح کی
 ہے مصنف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متقدم (سویا بزرگ فرقوں کے کچھ حالات
 جس سے کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے جو شہاد ہمارے
 شریعت سے مبالغہ کی ہیں انکو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیوں جائز
 کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اسکی اولاد کی بڑی بڑی بیہیسی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور
 اسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مولف عورتوں کے لئے یہاں کیا کھجیگا
 اور بعض مالک میں طلاق بھی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شائع و نال ہو چکی ہے۔ جملہ توصیف
 ثنا کا خدا ہی مستحق ہے جس نے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اس کے نظام
 معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مولف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ انہی
 کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جیکو ان کے پیروں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ
 اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی
 حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں ان کی ضعیف رائیں ان میں غلط نہیں ڈال سکتیں اور اس کے اس کثرت سے سماجی
 کار لوگ موجود ہیں جو اس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک نفع دیتے رہیں گے۔ ابھیرا راجہ
 فقط ۱۴ رجب الثانی ۱۳۸۱ ہجری کو نگاہ یہ ترجمہ صاحب سے ختم ہوا۔ نقلہ خاک ر محمد انصام الدہلوی

تقریظ حضرت اقدس مولانا مفتی علی صاحب صاحب

بسم الله و حامداً و مدافعاً

للمحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست آمد آخر ز پس پردہ نقض پر پریدہ
 دست یوں دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کیجائے جس سے ان خیالات کی اصلاح ہو جو جو دنیا فاسد
 علوم و مینیہ کے بعض انوجوانوں کو تعلیم فلسفہ جدیدہ سے اسلامی فروغ و اصول میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی بنا

میں اتفاقاً ایک کتاب حمید بن نامہ نظر سے گزری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی دوانی ثابت ہوئی چونکہ وہ عربی زبان میں تھی اسلئے اپنے ہموطن بہائیوں کے لئے اردو میں اس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوندی عنایت جیسی مولوی سید اسحاق علی کاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ بالفیض الخفی و البکلی کے ہاتھوں یہ کام بخیر و خوبی اتمام کو پہنچا اور اول سے آخر تک میری نظر سے گذرا اصل ترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید بالذات شاعرانہ پر محمول ہوا اسلئے اہل انصاف فہم کے ملاحظہ اور اصل ترجمہ کی تطبیق پر آپ کو حوالہ کیا جاتا ہے انشاء اللہ آخر کو بیجا اختیار دل چاہتا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے سچے سچے شوقین یا خرق عابد کی ہدایت پر ہم اسلئے عن جلیل المسلمین خیر الخیر اور جعل عقبا ہما خیرا من الابدان اب خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپ جائے اور ہر طالب علم عربی و انگریزی مدارس کا اس سے منفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت و ارشاد ہو سکا میں یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کاتب المحرور ناچیز اشرف علی تہانوی غفرلہ ولوالدہ یہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۰ ہجری

تمام شد

عظمتِ سائیں اسلام

فہرست کتاب

صفحہ	کالم	سطر	خط	صحیح
۱	اول	۲	پہلا فرقہ لوگوں کا شاہی خط پہچان کر اس کی سفارت الہی پہلا فرقہ اور اس کا شاہی خط پہچان کر سفارت الہی	
"	"	۳	دوسرا فرقہ شاہی الخ	دوسرا فرقہ اور اس کا شاہی الخ
"	"	۴	تیسرا فرقہ لوگوں کا الخ	تیسرا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۵	چوتھا فرقہ الخ	چوتھا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۶	پانچواں فرقہ الخ	پانچواں فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۷	چھٹا فرقہ اس کے الخ	چھٹا فرقہ اور اس کا سفیر کے بتلائے ہوئے
"	"	۸	آٹھواں فرقہ گذشتہ	آٹھواں فرقہ اور اس کا گذشتہ
"	"	۹	نصفین کرنے کی	نصفین کرنے کو
"	"	۱۰	دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال الخ	دلیل قرار دیکر استدلال الخ
"	"	۱۱	تمام	اس کا تمام
"	"	۱۲	ایک فرقہ	دسواں فرقہ
"	"	۱۳	ایک متعصب	گیارہواں متعصب
۱	کالم دوم	۱۴	جاہل	جاہل
۲	کالم اول	۱۵	ایک نیا	نیا
"	"	۱۶	ایک	"
۲	۲	۱۷	زکوٰۃ ادا کرنے	زکوٰۃ ادا کرنے
۳	۱	۱۸	کھولنے اور پیام	کھولنے اور پیام
"	۲	۱۹	سیاست مدین	سیاست مدین
"	"	۲۰	یہ امر	یہ امر
"	"	۲۱	تعدد	تعدد
"	"	۲۲	تعدد	تعدد

غلام احمد کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۲۵	البحر	البحر	۱۷	۲۵	البحر	البحر
۳	۲۸	البحر	البحر	۳	۲۸	البحر	البحر
۹	۱۱	آخر کار نہیں	آخر کار نہیں	۹	۱۱	آخر کار نہیں	آخر کار نہیں
۱۰	۵۱	ڈو	ڈو	۱۰	۵۱	ڈو	ڈو
۱۲	۵۵	آیت قرآن	آیت قرآن	۱۲	۵۵	آیت قرآن	آیت قرآن
۱۴	۵۹	احکام میں	احکام میں	۱۴	۵۹	احکام میں	احکام میں
۲۰	۶۳	بنی اسرائیل کے	بنی اسرائیل کے	۲۰	۶۳	بنی اسرائیل کے	بنی اسرائیل کے
۲۲	۶۴	سلحہ کیلئے والے (حاشیہ) سلحہ کے پسے والے	سلحہ کے پسے والے	۲۲	۶۴	سلحہ کیلئے والے (حاشیہ) سلحہ کے پسے والے	سلحہ کے پسے والے
۲۹	۷۴	اردن	اردن	۲۹	۷۴	اردن	اردن
۲۹	۷۷	انجرت فی العرب (حاشیہ) النبق فی العرب	انجرت فی العرب	۲۹	۷۷	انجرت فی العرب (حاشیہ) النبق فی العرب	انجرت فی العرب
۳۰	۷۷	شہرون میں	شہرون میں	۳۰	۷۷	شہرون میں	شہرون میں
۳۱	۷۷	ممبر	ممبر	۳۱	۷۷	ممبر	ممبر
۳۱	۸۰	فقیری	فقیری	۳۱	۸۰	فقیری	فقیری
۳۵	۸۱	اس شخص کے ساتھ بڑے	اس شخص کے ساتھ بڑے	۳۵	۸۱	اس شخص کے ساتھ بڑے	اس شخص کے ساتھ بڑے
۳۷	۸۱	مقتضی	مقتضی	۳۷	۸۱	مقتضی	مقتضی
۱۱	۱۵۵	اس کے جانب	اس کے جانب	۱۱	۱۵۵	اس کے جانب	اس کے جانب
۱۱	۱۵۵	خلاط	خلاط	۱۱	۱۵۵	خلاط	خلاط
۱۱	۱۵۵	لازم (حاشیہ)	لازم (حاشیہ)	۱۱	۱۵۵	لازم (حاشیہ)	لازم (حاشیہ)
۲۶	۸۱	خدا کے	خدا کے	۲۶	۸۱	خدا کے	خدا کے
۲۵	۹۲	ورع	ورع	۲۵	۹۲	ورع	ورع
۲۵	۹۲	خصوصیت	خصوصیت	۲۵	۹۲	خصوصیت	خصوصیت
۲۷	۹۴	خریبہ شتم	خریبہ شتم	۲۷	۹۴	خریبہ شتم	خریبہ شتم

صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	خط	صحیح
۱۰۰	۳	جس کی وجہ	جس کی وجہ سے	۱۵۵	۵	منزل
۱۰۷	۹	عقل بھی	عقل ہی	۱۵۶	۹	منزل آنکھ
۱۱۲	۲۱	دونوں خدام کرب	دونوں ایک دوسرے کی تکیہ	۱۵۶	۱۱	چھینک
۱۱۶	۷	یا احداث	یا احداث	۱۵۸	۲۱	منافق
۱۱۶	۱۳	ثبات	اثبات	۱۵۸	۲۹	منزل
۱۱۸	۱۹	جہم	جہم	۱۵۸	۳	اور ان کے منافع اور ان کے منافع
۱۱۹	۳	جہم	جہم	۱۵۸	۴	غور و فکر
۱۲۰	۱۹	اسی	ایسی	۱۵۸	۱۹	مگر
۱۲۰	۱۲	اور ان اسباب	اور ان اسباب	۱۵۸	۲۷	نکلتا ہے دھاشیا
۱۲۰	۳	ان کا یہ قول	ان کا یہ قول	۱۵۸	۲۳	اس سے قبل ہی
۱۲۳	۲۲	قاور	خ	۱۵۸	۲۷	نہ پایا کہ اس سے قبل ہی
۱۲۵	۲۶	وجہ	وجہ	۱۵۸	۱۱	سینچر
۱۲۶	۷	اکا نو سے میل تک	اکا نو سے میل تک	۱۵۸	۱۶	سہ ہوا
۱۳۳	۱۶	مقتدر	مقتدر	۱۵۸	۱۸	بجھتی
۱۳۵	۶	گنگ	دریا کے گنگ	۱۵۸	۲۵	منزل
۱۳۷	۱	نہیں	نہیں گئی	۱۵۸	۲۷	مختلف
۱۳۸	۱۳	گلتا	گلتا	۱۵۸	۱۳	آہستہ ہو کر
۱۳۹	۱۴	ابا ہل	ابا ہل	۱۵۸	۱۰	پانی
۱۴۰	۲۵	ایسے	ایسے	۱۵۸	۱۵	ہو سکتی ہیں
۱۵۰	۱	ادھر کوئی	ادھر کی کوئی	۱۵۸	۲۷	ہٹ دھری
۱۵۰	۵	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	پانی
۱۵۰	۹	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۷	چھوٹا جابر نہیں
۱۵۱	۲۰	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	بدار (حاشیہ)
۱۵۱	۱۱	جانا	جانا	۱۵۸	۲۷	سو جو
۱۵۲	۱۷	بہین	بہین	۱۵۸	۱۱	مقتدر ہوا اور اس کی



اس کتاب کے جملہ حقوق بموجب قانون
پوسٹ و پنچم ۱۸۶۷ء بذریعہ رجسٹری ہائے
محفوظ ہیں لہذا کوئی صاحب بلا اجازت
مطبع اس کے چھاپنے کے مجاز نہیں مان
جس قدر نسخہ کتاب ہذا کے مطلوب ہوں

ج روزانه اخبار دلی

علاوہ ان کے ہر قسم کی کتابیں قرآن مجید ہمارے مطبع سے بکھائی جاسکتی ہیں



10-222

DUE DATE

292

27 MAR 70

8 MAY 73

1 JUL 74

4 AUG 75



7779



۱۹۶
ج بن افغری

۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰

Y. A. A. A.

DATE	NO.	DATE	NO.
------	-----	------	-----